☆ تلخیص حجتہ اللہ البالغہ ☆

از

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

تلخیص

سید رضی الدین احمد فخری

☆
دارالفکرو تحقیق
الاسلامی پاکست

دارُالفکر و تحقیق الاسلامی ۔پاکستان

Center For Islamic Research And Intellect :Pakistan

Center For Islamic Research And Intellect :Pakistan™
cirap™©2018.
کتاب:تلخیص حجتہ اللہ البالغہ۔
مصنف:شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ۔
قسم الکتاب:تلخیص۔
نوعیت: اسرار شریعت و طریقیت۔
تلخیص از:سید رضی الدین احمد فخری۔
تعارف،پیشکش،سرورق،تہزیب:ڈاکٹر محمد علی جنید۔
اشاعت دویم: ۲۰۱۸ ۔
کلید:شاہ ولی اللہ،اسلام،شریعت،طریقیت،روح،دین،ڈاکٹر محمد علی جنید۔
تقریظ: ڈاکٹر علامہ حبیب اللہ مختار.

دارألفکرو تحقیق الاسلامی پاکستان

Center For Islamic Research And Intellect :Pakistan

تعارف

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کا تعارف برصغیر پاک و ہند میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ،انکو ایک یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ یہاں کہ قریبا تمام اہل سنت کے مسالک ان سے ایک خاص انسیت و احترام کا رشتہ رکھتے آئے ہیں،انکے افکار میں اتنا تنوع ملتا ہے کہ انکی نسبت کس فرقہ سے ہے اسکا تعین کرنا مشکل ہے، جیسا کہ علامہ ڈاکٹر مظہر بقا نے ان پر اپنے شاہکار مقالے :شاہ ولی اللہ اور اصول فقہ میں اس امر کی طرف جا بجا اشارے دئے ہیں کہ وہ نا کلی اہل حدیث تھے ،ناہی حنفی اور شافعی ،ہاں فقہ میں انکے اصول اکثر شوافع کے موافق تھے۔

شاہ ولی اللہ کی بابت حسن ظن کے سبب انکی علمیت کو مبالغہ آمیز طور بھی پیش کیا گیا،ہر ایک فرقہ نے اقبال مرحوم کی طرح ان سے اپنے مطلب کی دلیل اخذ کی ہے،ہاں اتنا اظہر من الشمس کی طرح ہے کہ انھونے تقلید جامد کے جمود کو توڑنے کی سری کوشش ضرور کی تھی۔اور انکا رجحان فقہ میں مجتہدانہ نوعیت کا حامل تھا۔

مگر بحر حال اس دور کی تباہ حال ہندوستانی ریاست میں مغل کمزوری اور انکا سید برادران سمیت دیگر شیعہ امرا کے ہاتھوں کھلونا بنکر ایک کھلونا بنتا نظر آنا مسلمانوں کو کھل نہیں رہا تھا،سید برادران نے جس طرح سنیوں کو نقصان پہنچایا اور تشعیت کو مضبوط کیا اس نے آل بویہ کی یاد تازہ کردی تھی نوابان اودھ کا انگریزی آشیرواد سے حکمرانی کرنا مغلوں کے سامنے بادشاہ کہلانا انگریزی دوغلیت کا چلتا پھرتا نمونہ تھا ،جس طرح آل بویہ نے شیعہ مراسم اور تشعیت کو مضبوط کیا انکی تعداد و سیاسی قوت میں اضافہ کیا اسی طرح ہندوستان میں سید برادران اور نوابان اودھ نے بھی وہی کردار ادا کیا،شاہ ولی اللہ کے خاندان سے اس ضمن میں دشمنی کرنے میں انکی خاص عنایتیں شامل حال رہی تھیں۔

شاہ ولی اللہ نے جبھی سنی دنیا کے تقلیدی سماج میں اواز اٹھانے کو ڈر و خوف سے تو نا دیکھا مگر شیعہ حضرات کے خلاف ان کے قلم سے نکلی گفتگو اتنی تند وتیز نا تھی جیساکہ رجحان ِ غالب تھا ،انھونے کچھ اپنے صوفیانہ رجحان سے مغلوب ہوکر اکثر یہ فراموش کردیا کے کچھ امور انکے اصول کے مخالف ہیں۔

جیسے حدیث رجعت الشمس کا موضوع ہونا ایک معروف بات ہے مگر انھونے علیؓ سے اپنی عقیدت کے سبب اس کو دلیل میں پیش کیا،یہ انکی بطور محدث ایک کمزوری تھی، انکی تصنیف ازالتہ الخلفا ایک عمدہ تصنیف ہے مگر یہ کوئی تحقیق و نقد سے لبریز تحقیق نہیں ہے اس میں محدثین کی نھج پر بس روائیتیں جمع کردی گئیں ہیں،خلفائے راشدین کی بابت روایات میں انھونے بڑا حصہ فاروق اعظم کی بابت مختص فرمادیا تھا۔

اس میں جو سب سے بڑی کمزوری نظر اتی ہے وہ اسکا روایت کی عدم تحقیق اور محدثانہ اس معیار کا فقدان ہے جسکی ان سے توقع مطلوب تھی وہ وہ سرانجام نا دے سکے صرف فروعی مسایل میں انھونے فقہی آرا میں جمود کو توڑنے پر کام کیا ،جیسے انھونے احادیث کی کتب کی ایک معیاری تقسیم

بندی کردی مگر اسکو استعمال کرنا بروئے کار لانا نظر نہیں آتا.اور جہاں جہاں کہیں کچھ نقد نطر اتا ہے وہاں وہ بلا نام و حوالہ کسی پیشرو کا کلام نقل فرمادیتے ہیں.اگر قارئین منہاج السنتہ النبویہ،العواصم من القواصم ،امام غزالی ،اور امام ابن حزم کی آرا والا نقد و رنگ وقوت ڈھونڈھتے ہیں تو وہ نطر نہیں آتا ،اسکا سبب غالباً مصلحت تھی کیونکہ شیعہ سیاسی اقتدار کے حامل تھے مغل حکمران ایک ٹینس بال کی طرح ادھر ادھر لڑھک رھا تھا.

اگر میری محولہ بالا بحث میں مطلوب مصلحت اصل وجہ تھی تو شاہ فیصد بلکل صحیح تھےورنا وہ خود ہی اپنے معاملے جانیں،اس دور سے وہ مجھ سے زیادہ واقف تھے جو انکے سامنے تھا ہم اس سےصحیح طرح واقف نہیں ہیں،مگر شاہ صاحب کی یہ کمزوری انکے فرزند شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں دور کردی ،اسکی وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ انگریز جب کامل اقتدار کے قریب تھے،اور شاہ عبدالعزیز کے پیچھے انسانی قوت زیادہ تھی،مگر یہ مت بھولیں شاہ عبدالعزیز نے شیعوں کے ہاتھوں جتنی تکلیف و تعصب اٹھایا اتنا شاہ صاحب نے نہیں کمایا،ڈاکٹر ایوب قادری نے تو اس ضمن میں بہت محقق لکھا ہے اور بیان کیا ہہ کتنی تکلیف اس خاندان نے اس ضمن میں اٹھائی تھی.

شاہ صاحب کی تصنیف حجتہ البالغہ رموزو اسرار شرعت میں ایک معروف کتابے،اسکا اسلوب سمجھ لیں کہ أحیاالعوم الدین،کیمائے سعادت،منہاج القاصدین،غنیتہ الطالبین نما ہے.مگر اس میں بھی جا بجا انکی صوفیانہ فکر و کلام ابن عربی کی فتوحات مکیہ والا اسلوب یا شعرانی والا رویہ نظر اتا ہے مگر ان سب کے باوجود یہ ایک بہت عمدہ کتاب ہے ،س میں خاص طور پر حدیث،فقہ ،خلافت و مدنیت کی بحث بڑی عمدہ ہے.

اور سچ یہ ہے کہ شاہ صاحب کی جو بھی عزت و مقام ہے وہ تصوف کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ انکی ان آرا کے سبب ہے جو انھونے علمی بنیادوں پر پیش کیں،جنکا تعلق،حدیث و فقہ،اصول تفسیر و علوم القران،اجتہاد و تقلید سے ہے.ایک اہم امر یہ ہے کہ شاہ صاھب کے دورہ حجاز اور اس کے مابعد کی فکر کی تفریق کو مد نطر رکھنا بڑا ضروری ہے تاکہ انکی منسوخ و رجوع شدہ فکر کا تعین کرنا آسان ہو.

ذیل میں انکا کچھ پس منظر پیش کردیا جاتا ہے تاکہ قاری کا ذہن رواں ہو:

(شاہ) ولی اللہ دہلویؒ : ولی اللہ ابو الفیاض قطب الدین احمد بن ابو الفیض شاہ عبدالرحیم بن شاہ وجیہ الدّین بن معظم العمری الدّھلوی۔ نسب والد کی طرف سے ۲۹ واسطوں سے حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ والدہ کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظمؒ سے ملتا ہے (انفاس العارفین' ص ۱۵۴؛ تفہیمات الالہیہ' ص ۱۵۴)۔ ان کی پیدائش سے پیشتر شاہ عبدالرحیمؒ (والد) کو اشارہ ہوا تھا کہ مولود کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ ولادت پر والد نے قطب الدین احمد کے علاوہ ولی اللہ کو بھی نام کا جز بنایا (انفاس العارفین' ص ۴۵)' لیکن قطب الدین نام مشہور نہ ہوا۔ تاریخی نام عظیم الدین ٹھیرا (الجزوَ اللطیف' ص ۲۰۲)۔ وہ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ/ ۱۰ فروری ۱۷۰۳ء طلوع آفتاب کے وقت موضع پھلت ضلع مظفر نگر (بھارت) میں پیدا ہوئے (مختصر حالات شاہ ولی اللہ ملحقہ تاویل الاحادیث' مطبع احمدی دہلی)۔

پانچویں سال مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ ساتویں سال والد ماجد نے نماز روزہ شروع کرایا۔ اسی سال کے آخر میں قرآن مجید ختم (حفظ) کر کے فارسی اور عربی کی تعلیم شروع کی۔ دسویں سال شرح ملا جامی بھی پڑھ لی اور مطالعۂ کتب کی خاص استعداد پیدا ہو گئی۔ چودھویں سال شادی کر دی گئی۔ ایک سال بعد والد سے بیعت سلوک کی اور صوفیہ خصوصاً" مشائخ نقشبند کے اشغال میں مشغول ہو گئے۔ اس سلسلے میں معاملات' توجہ' تلقین' تعلیم اور آداب طریقت سے تعلق پیدا کر لیا۔ قرآن مجید کا سادہ ترجمہ بھی والد ہی سے پڑھا اور اس میں غور و تدبر کا طریقہ سیکھا (الجزوَ اللطیف)۔ والد شروع ہی سے پائیدار و مفید مشاغل کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے' چنانچہ شاہ صاحب ایک مرتبہ دوستوں کے ہمراہ باغ کی سیر کے لیے چلے گئے' لوٹے تو

پوچھا: کیا کوئی ایسی چیز حاصل کی جو تجھ سے بطور یادگار باقی رہے (انفاس العارفین' ص ۶۴)۔ اس اثنا میں اس زمانے کے مروجہ علوم عربیہ' تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ' ادب' کلام' معانی' منطق' فلسفہ' تصوف اور طب وغیرہ سے فارغ ہو کر باقاعدہ سند اور تدریس کی اجازت حاصل کی (الجزو اللطیف)۔ صحاح ستہ کی سند حاجی شیخ محمد افضل سے حاصل کی (القول الجمیل)۔ عمر کی سترھویں سال (۱۱۳۱ھ)

والد نے وفات پائی۔ ان کے بعد تقریباً" بارہ سال دہلی میں درس دیتے رہے۔ ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء میں حج کی غرض سے حجاز چلے گئے۔ ادائے حج کے علاوہ چودہ مہینے حرمین میں رہے۔ مشائخ حرمین سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ نیز الشیخ عبداللہ بن سالم البصریؒ سے حدیث کی سند کی اجازت حاصل کی (انسان العین فی مشائخ الحرمین' بضمن انفاس' ص ۱۹۱)۔ شیخ ابو طاہر مدنی نے شاہ صاحب کو جو سند دی ہے اس میں شاہ صاحب کو بڑے اچھے الفاظ میں یاد کیا ہے (اتحاف النبیہ' الیانع الجنی' ص ۸۱)۔ خود شاہ صاحبؒ نے رخصت کے وقت شیخ سے کہا کہ وہ جو کچھ میں نے پڑھا تھا اسے بھلا دیا۔ صرف علم دین' یعنی حدیث یاد ہے (ملفوظات شاہ عبدالعزیز' ص ۹۳)۔

رجب ۱۱۴۵ھ/دسمبر ۱۷۳۲ء میں واپس دہلی پہنچے (الجزو اللطیف)۔ سفر حج میں النہایہ فی غریب الحدیث والاثر مولفہ ابن اثیر کا قلمی نسخہ تین سو روپے میں خریدا تھا۔ یہ نسخہ دارالعلوم دیو بند کے کتاب خانے میں موجود ہے (الفرقان' شاہ ولی اللہ نمبر' ص ۲۴۷)۔ دہلی واپس آ کر اپنے والد کی درسگاہ (مدرسہ رحیمیہ) واقعہ کوٹلہ فیروز

شاہ میں مصروف تدریس ہو گئے۔ ہر فن کی تعلیم کے لیے ایک ایک استاد تیار کر لیا تھا اور متعلقہ فن کی تعلیم اس کے ذمے لگا دی تھی۔ خود معارف کے بیان اور اسرار دین کی تشریح میں مصروف رہتے تھے۔ حدیث پڑھنے پڑھانے کے بعد مراقبہ کرتے، جو کچھ قلب پر منکشف ہوتا قلم بند کر لیتے۔ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ والد ماجد جیسا آدمی بہت کم دیکھا گیا۔ علوم و کمالات کے علاوہ ضبط اوقات کا یہ عالم تھا کہ اشراق کے بعد بیٹھ جاتے اور دوپہر تک بیٹھے رہتے۔ ان جیسا حافظہ بھی کسی کا نہ دیکھا تھا۔ علاج معالجہ ان کا خاندانی ذریعہ معاش تھا، وہ بھی ترک کر دیا (ملفوظات شاہ عبدالعزیز، بمواقع عدیدہ)۔ جب تحصیل کرنے والوں کے ہجوم کی وجہ سے درسگاہ رحیمیہ ناکافی ثابت ہوئی تو محمد شاہ بادشاہ ہند نے کوچہ چیلان میں ایک عالی شان اور وسیع حویلی شاہ صاحب کے حوالے کر دی (بشیر الدین: واقعات دارالحکومت دہلی، بحوالہ الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر، ص ۱۷۸)۔ عمر کے باقی ایام درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر کر کے ۶۱ برس کی عمر پا کر ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ/۲۱۰ اگست ۱۷۶۲ء کو ظہر کے وقت وفات پائی۔

شاہ صاحب کے ہاں چار صاحبزادے پیدا ہوئے: شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالغنیؒ (مختصر حالات شاہ ولی اللہ صاحب، ملحقہ تاویل الاحادیث)۔ ان چاروں صاحبزادوں نے شاہ صاحب ہی سے سند فراغت حاصل اور علوم کی تکمیل کر لی تھی (ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۸۰)۔

اپنے گھر کے مروجہ علوم و فنون میں شاہ صاحب کو جامعیت حاصل تھی۔ باوجود ہندی نژاد ہونے کے عربی اہل زبان کی طرح، نہایت شستہ لکھتے تھے اور مشکل سے مشکل علمی مباحث کو شگفتہ طریق سے بیان کرتے تھے۔ فارسی بھی بہت اچھی تھی، نیز عربی اور فارسی میں شعر و سخن کا بھی ذوق تھا۔ قصیدہ اطیب النغم عربی میں ہے اور فارسی میں ان کے اشعار کا ذکر کلمات طیبات کے آخر میں ہے۔

شاہ صاحب کی تصانیف علوم دین میں روشنی کا ایک مینار ہیں۔ ان کے خاص کارنامے مختصر طور پر درج ذیل ہیں: (۱) انھوں نے مسلمانوں کے مختلف علمی اور فقہی طبقوں کے افکار میں مطابقت کے پہلو نمایاں کر کے ان کے درمیان صلح و آشتی پیدا کرنے کی کوشش کی اور اختلافی مسائل میں الجھے رہنے کے بجائے انہیں متفق علیہ

مسائل کی طرف مائل کیا۔ تطبیق ان کا خاص فن ہے۔ شافعی، حنفی، شافعی، مالکی اور اہل حدیث کے درمیان یا صوفیاے کرام اور غیر صوفی علماے عظام کے درمیان، یا عقائد میں معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ اور اہل الحدیث کے درمیان یا فلسفہ و شریعت کے مابین قرب کی فضا پیدا کی (ملاحظہ ہو بحث نمبر ۲، حجۃ اللہ البالغہ؛ الخیر الکثیر وغیرہ)؛ (۳) تعلیمی نصاب کے پرانے ڈھانچے میں اصلاح و ترمیم کو بطور خاص پیش نظر رکھا اور اسے عقلی موشگافیوں (بے ضرورت معقولات) یا نظری الجھنوں (اخلاقیات) سے بحد امکان پاک کر دیا۔ ان کی تجویز یہ ہے کہ

ابتدا میں قرآن حکیم کا لفظی ترجمہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ اسی طرح حدیث کی تعلیم بھی زیادہ بحث و تمحیص کے بغیر سادہ طریق پر دینی چاہیے (وصیت نامہ، وصیت نمبر ۶)؛ (۳) وقت کے بادشاہوں، امیروں، پیشہ وروں لشکریوں، حکومتی عہدے داروں، علما و صوفیہ اور عوام کے حالات کا پورا جائزہ لیا اور ان سب کو ان کی غلط روی کے خوفناک نتائج سے آگاہ کیا، عقیدہ و عمل کی کئی خرابیاں دور کرنے کی کوشش کی اور امیر و غریب کے درمیان جس طبقاتی کشمکش کا آغاز ہو

چکا تھا، اسے رفع کرنے کے لیے کتاب و سنت سے اقتصادی اور معاشی نظریے پیش کیے (دیکھیے حجۃ اللہ البالغہ، التفہیمات، وصیت نامہ وغیرہ)؛ (۴) صحیح حکمرانی کے اصول بیان کیے اور اسلامی نظام حکومت کی توضیح ایسے انداز میں کی جس سے حاکم و محکوم کے درمیان

خوشگوار تعلقات استوار ہوں اور کوئی تلخی باقی نہ رہے (ازالۃ الخفا، حجۃ اللہ البالغہ، التفہیمات)؛ (۵) اسرار شریعت کی توضیح میں ان جیسے عالم بہت کم نظر آتے ہیں۔ انھیں کا جاری کردہ سلسلہ تدریس و دعوت تھا جس نے مسلمانوں میں نئے سرے سے دین القیم کا ذوق صحیح پیدا کیا اور پاک و ہند کی سرزمین میں اشاعت علوم دین کے جتنے سلسلے جاری ہوے، ان میں سے اکثر شاہ صاحب ہی کے فیضان سے بہرہ یاب تھے۔ قرآن حکیم کے ترجمے اور حدیث پاک کی تعلیم انھیں کی بدولت عمومی طور پر اشاعت پذیر ہوئی؛ (۶) علمی، تصنیفی اور تدریسی کاموں کے ساتھ طوائف الملوکی کے اس دور میں مسلمانوں کی سیاسی خدمات (بسلسلہ احیاے غلبہ اسلام) ممکن حد تک سرانجام دیں۔ چنانچہ مرہٹوں کی سرکوبی کے لیے احمد شاہ کو بلانا، اس سلسلے کا سب سے اہم واقعہ ہے (دیکھیے نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ملفوظات شاہ عبدالعزیز وغیرہ)۔

تصانیف: ان کی تصانیف علوم دینیہ کے تقریباً ہر موضوع (قرآن، حدیث فقہ و اصول، کلام، تصوف، تاریخ، سیرت، اسرار شریعت وغیرہ) پر موجود ہیں۔
ان کی تصانیف کی تعداد ۳۰ کے قریب ہے۔ جن میں تفسیر الفوز الکبیر، المسوّی (شرح الموطا)، حجۃ اللہ البالغہ، شرح تراجم ابواب بخاری، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، عقد الجید، ازالۃ الخفا، قرۃ العینین، الطاف القدس، القول الجمیل وغیرہ شامل ہیں 1

شاہ صاحب کی تحریروں میں ایک امر عیاں ہوتا ہے کہ انکی حیثیت ایک اصولی ماہر کی تھی نکہ عامل بلعلم کی اور انکی فکر و نظر کا یہ عمل انکے دورہ حجاز کے سبب تھا ،ممکن ہے ان میں جامدیت کا عنصر دورہ سے قبل بھی نسبتاً کمزور ہو مگر ،اس امر کا فیصلہ کرنا باقی ہے کہ دورہ حجاز کے بعد انکا تصوف دورہ سے قبل سے کتنا مختلیف تھا،کیونکہ انکی متصوفانہ تحریروں بھی وہی کمزوری نظر اتی ہیں جو دیگر اہل تصوف کے ہاں ملتی ہیں،بلکہ تصوف کے معاملے میں مجدد الف ثانی اور مظہر جاناں ان سے زیادہ محتاط تھے،غزالی نے بھی وہ کچھ نا کہا جو انھوں نے اپنے والد او تایا کی بابت دعوی کئے ،تصانیف کے وقوع پذیر ہونے کی بابت انکے بیانات شعرانی کی طرح ہیں ،جبھی انکی حیات کا یہ پہلو علمی نقطہ نظر سے کمزور ہے ہاں اہل تصوف کی فکر سے کافی ہم اہنگ ہے،انکے فرزند اس معاملے میں ان سے زیادہ محتاط تھے،اور وقت و حالات کی تبدیلی کو بھانپ چکے تھے اگر چہ انھوں نے بھی کلی لاتعلقی کا اظہار نہیں کیا مگر جتنا کیا غنیمت تھا۔

شاہصاحب کی کتب حدیث کی تقسیم بندی اگر چہ عمدہ ہے مگر اس پر کام اور نکھار کی ضرورت ہے انکا موطا امام مالک پر زور اور اسے بخاری و مسلم کے درجے پر رکھنا بھی محتاج تحقیق ہے ،کیونکہ موطا میں مرفوع مسند،و متصل آثار کم ہیں اقوال تابعین،اور آثار موقوف زیادہ ہیں۔

امام مالکؒ کی حیات تک اسکا مقام اسناد ایک معتبر امر تھا مگر بعد میں بحر حال اصول و شرائط میں مذید حزم و احتیاط و سختی در انی جس نے حدیث کے فن کو کامل کردیا باقی بطور راوی امام ملک کا کردار کسی شک و شبہ سے بالا تر ہے اور اس پر انگلی اٹھانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے،کیونکہ اپنے دور کے وہ سرے فہرست افراد میں شامل تھے ،انکی اکثر سندیں ثلث قسم کی حامل ہیں۔

زیر نظر تحریر شاہ ولی اللہ کی معروف تصنیف حجتہ اللہ البالغہ کی وہ مولانا فخر صاحب کی پیش کردہ تلخیص ہے جو دار الاشاعت،دھلی سے طبع ہوئی تھی جو کہ ایک معتبر دیوبندی ادارہ ہے جبھی اسکی ترتیب و انتخاب میں اگر صرف احناف کا موقف عیاں ملے تو اسے انکی طرف نسبت دی جائے،صاحب تلخیص اسکی کوشش میں کتنے کامیاب رہے اسکا فیصلہ قارئین و محققین ہی کرسکتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد علی جنید

1 مقالہ:شاہ ولی اللہ:مختصر دایرہ معارف اسلامی،دانش گاہ پنجاب:۳:۸۸۴:۲۰۰۲ء،۸۸۵،۸۸۶

فہرست مضامین

تقریظ

از مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب دامت برکاتہم
مدیر جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن ○ کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. وَبَعْدُ

اللہ جل شانہٗ نے اُمّتِ محمدیہ کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے ہر دور میں حساس دل اور درد رکھنے والے ایسے حضرات پیدا فرمائے جنہوں نے اپنے شب و روز دعوت و اصلاح کے لئے وقف کئے، اپنا قیمتی وقت اور عزیز زندگی اس کے لئے صرف کی اپنا تن من دھن اس کے لئے خرچ کیا۔ اور فکر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ایسا سوار ہوا کہ انہوں نے ہر طرح سے اُمّت کی خدمت کو اپنا مقصود بنایا اور تحریر و تقریر، وعظ و نصیحت اور دعوت و ارشاد کے ذریعہ اُمّت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔

ہمارے اکابرین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اور جانشینی کا حق ادا کرنے کے لئے دین کے مختلف گوشوں اور خدمت کی مختلف لائنوں کو اختیار کر کے ہر فن پر ایسی جامع، مفید اور راہنما کتابیں لکھیں جو ہر دور میں مشعلِ راہ ثابت ہوئیں۔ برصغیر کے عظیم محدث حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی اس سلسلہ میں علماء و طلباء کے لئے بنیادی، اصولی اور قیمتی کتابوں، ہدایات اور تعلیمات پر مشتمل ذخیرہ چھوڑا جن میں سے ان کی کتاب

"حجۃ اللہ البالغہ" بھی ایک ایسی عظیم کتاب ہے جس میں اسلامی شریعت کے حقائق واسرار پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ علم کلام کی رو سے ہے۔ یہ حدیث، فقہ، فلسفہ، اخلاق، زبان وادب، اصول وفروع اسلام غرض تمام علوم اسلامی پر محیط شاہکار ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے جن میں حجۃ اللہ البالغہ سب سے زیادہ مستند ترین کتاب ہے۔ اس کے علاوہ فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، شرح تراجم ابواب بخاری، عقد الجید، تفہیمات الٰہیہ، القول الجمیل، المصفی شرح الموطا، شفاء القلوب، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، اللمعات وغیرہ اپنے اپنے موضوع پر شاہکار ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ اس موضوع پر منفرد، بے نظیر اور شہرۂ آفاق تصنیف ہے اللہ جل شانہ نے اسے قبولیت سے نوازا اور عوام وخواص کے لئے مرجع بنایا، یہ کتاب مدارس، معاہد، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلِ درس ہے اور کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

آج کا دور مشینی دور ہے، ویسے بھی دینی کتب سے لگاؤ کم ہونے کی وجہ سے لوگوں کو ان کے مطالعہ کا وقت کم ملتا ہے۔ پھر مشاغل کی کثرت اور زیادہ رکاوٹ بنتی ہے، ساتھ ہی اگر کتاب ضخیم اور طویل ہو تو اس کی طرف توجہ اور کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہر دور میں علماء، مصنفین اور دین کا درد رکھنے والے وقت کے تقاضے کے مطابق ضخیم کتابوں کی تلخیص اور اختصار کر کے انہیں عوام کے لئے آسان اور ہلکا پھلکا بنا دیتے ہیں۔

ہمارے مخدوم ومحترم پیرِ طریقت حضرت شاہ سید رضی الدین احمد مدظلہ العالی بھی اسی سلسلۂ اکابر سے روحانی تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کی طرف سے دینی امور، اصلاح، تربیت اور دعوت وارشاد کے سلسلہ میں انہیں جو خصوصی وافر حصہ ملا ہے وہ اس کا شاہدِ عدل ہے۔ ان کے علمی ودینی شوق اور بزرگوں کی کتابوں کے

اختصار اور نفسیات سے متعلق ادراک نے انہیں اپنے دور کے اللہ والوں میں ممتاز مقام عطا فرمایا ہے۔ یہ ایک شاہ سے دوسرے شاہ کی مناسبت اور قلبی تعلق کی بات ہے کہ اللہ جل شانہ نے انہیں حجۃ اللہ البالغہ کے خلاصہ کو ممیز انداز پیارے اسلوب اور بڑی محنت و عرق ریزی سے آسان زبان میں پیش کرنے کی سعادت بخشی۔ حضرت موصوف کو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اس طرح کی توفیق بڑی کثرت سے ملتی رہتی ہے اور وہ ہمیشہ اصلاحِ امت اور قوم کی رشد و ہدایت کے لئے ہمہ تن مستعد رہتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ ہمیں بھی ان کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائے اور موصوف کی اس محنت کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور ذخیرۂ آخرت بنائے آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

کتبہ

محمد حبیب اللہ مختار

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۷/۲/۱۴۱۶ھ

۶/۷/۱۹۹۵ء

باسمہ سبحانہٗ وتعالیٰ

ابتدائیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ اَمَّا بَعْدُ!

خواص کے لئے ضخیم اور عوام کے لئے مختصر کتابوں کی افادیت صدر اول میں بھی تسلیم کی گئی ہے۔ حضرت امام غزالیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "احیاء العلوم" کی تلخیص "المرشد الامین" کے عنوان سے خود تحریر فرمائی۔ یہی صورت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں اختیار کی گئی۔ مثلاً تجرید البخاری اور مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ۔ لہٰذا راقم الحروف نے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے "کیمیائے سعادت" کا اختصار "رہنمائے سعادت" کے نام سے پیش کیا الحمد للہ بہت سے لوگوں کی تشنگی اس سے دور ہوئی۔ اسی طرح اب بفضلہٖ تعالیٰ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" کا اختصار پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

اس سلسلہ میں خود حضرت شاہ صاحب کی حسب ذیل دو عبارتوں نے میری رہنمائی فرمائی پہلی یہ کہ "احکام شرعیہ کے مصالح، حکم اور اسرار و رموز کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جو کچھ بھی کہا گیا اور کہنا ہے وہ اُن کی حقیقت اور جلالتِ شان کے لئے کافی نہیں ہو سکتا لیکن یہ ایک مشہور قاعدہ ہے کہ جو چیز پوری کی پوری حاصل نہیں کی جا سکتی اسے سب کا سب ترک بھی نہیں کیا جا سکتا" دوسری یہ کہ حضرت موصوف کا وہ خواب جو انہوں نے دیکھا کہ "حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے ان کو ایک قلم دیا اور فرمایا کہ یہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے" اس خواب کی بناء پر یہ کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" لکھی گئی ہے جو مبتدی کے لئے رہنمائی کا کام دے اور منتہی

کے لئے غور و فکر کا ذریعہ ہو۔ خواص اور عوام اس سے مستفید ہو سکیں۔

حضرت موصوف کی ان دونوں عبارتوں نے مجھے اس کاوش پر آمادہ کیا، اس سے میری اور ہمت بڑھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ یہ اختصار بھی حضرت شاہ صاحب کے خواب کی تکمیل کر دے گا۔

یہ تلخیص کافی تاخیر سے پیش کی جارہی ہے حالانکہ اس کی ضرورت عرصہ سے محسوس کر رہا تھا۔ ہوا یہ کہ تلخیص کا پہلا مسودہ ضائع ہو گیا دوبارہ محنت کی اللہ کی مرضی یہ بھی غائب ہو گیا اب یہ تیسری کوشش ہے۔ نہ کسی کی شکایت نہ حکایت "کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا" میرا یہ تمام وقت جس کوشش میں گذرا وہ وقت کا صحیح استعمال تھا۔

اب سے کم و بیش تین سو سال قبل حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عہد انتہائی پُر آشوب انقلابات کا زمانہ تھا حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"مُغلیہ سلطنت کا آفتاب لب بام تھا۔ مسلمانوں میں رسوم اور بدعات کا زور تھا۔ جھوٹے فقراء اور مشائخ اپنے بزرگوں کی خانقاہوں میں مسندیں بچھائے اور اپنے بزرگوں کے مزارات پر چراغ جلائے بیٹھے تھے۔ مدرسوں کا گوشہ گوشہ منطق اور حکمت کے ہنگاموں سے پُر شور تھا فقہ و فتویٰ کی لفظی پرستش ہر مفتی کے پیشِ نظر تھی۔ مسائل فقہ میں تحقیق و تدقیق مذہب کا بڑا جرم تھا۔ عوام تو عوام خواص تک قرآن پاک کے معنی و مطالب، اور احادیث کے احکامات و ارشادات اور فقہ کے اسرار و مصالح سے بے خبر تھے۔" (مقالات سلیمانیہ۔ صفحہ ۴۴)

یہ تین صدی پہلے کے حالات تھے۔ ظاہر ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تجدیدی شخصیت کے اجتہاد اور افکار کو دلائل و حکم کے ساتھ اس وقت کی پوری مسلم سوسائٹی کے حلق سے اُتروانا کوئی آسان کام نہ تھا اور آج سے تین سو سال کے بعد تو جبکہ ارتداد کا دور دورہ ہے اُن کی تحریر اور تقریر کا بڑھ چڑھ کر اشاعت کرنا وقت کا اہم تقاضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ میری یہ کاوش شاہ صاحبؒ کی اپنی اصل عبارت اور تصنیف کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب اور شوق دلا سکے گی۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ

ادائے شکر ادائے فرض ہے۔ جن جن حضرات نے اس کتاب کی اشاعت میں دستِ تعاون دراز فرمایا اُن سب کا بقلبِ صمیم شکر گذار اور دُعا گو ہوں خصوصاً سرمایۂ بہجت و شادمانی عزیزم محترم علامہ ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب، جناب سید تنظیم حسین صاحب، محمد نسیم شفیق سنز پردہ والے اور مولانا محمد عبداللہ شاہ (خوشنویس) کا۔

سید رضی الدین احمد فخری

مختصر سوانح

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش ۴؍ شوال ۱۱۱۴ھ مطابق ۲۱؍ فروری ۱۷۰۳ء بروز چہار شنبہ (بدھ) کو ہوئی۔

پانچ سال کی عمر میں آپ کو پڑھنے کے لئے بٹھایا گیا، ساتویں سال میں آپ نے قرآن مجید ختم کیا اور اُسی سال فارسی شروع کردی، ایک سال میں فارسی کا سلسلہ ختم کرلیا، اور صرف ونحو شروع کردی۔ دس سال کی عمر میں "شرح جامی" اور "معقولات" کی تکمیل کی۔ تیرہ سال کی عمر میں تکمیل کے بعد آپ کا شمار اہل کمال کے زمرہ میں ہونے لگا۔

پھر "منقولات" اپنے والد صاحب سے "ہدایہ اخیرین" کا کچھ حصہ۔ شرح فقہ اکبر۔ حسامی۔ توضیح وتلویح۔ کچھ حصہ مشکوٰۃ شریف کا۔ شمائل ترمذی۔ بیضاوی۔ مدارک اور بخاری شریف کا کچھ حصہ۔ شرح عقائد۔ شرح خیالی۔ شرح مواقف۔ منطق میں شمسیہ۔ شرح رباعیات۔ لوائح۔ مقدمہ شرح لمعات وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ پھر علامہ شیخ محمد افضل سیالکوٹی سے کتب حدیث۔ شیخ وفد اللہ مکی سے موطاء امام مالک بروایت یحییٰ بن یحییٰ تاج الدین قلعی مکی حنفی سے بخاری۔ موطاء امام محمد۔ کتاب الآثار اور مسند دارمی پڑھی اور ۱۱۴۳ھ میں جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو شیخ ابوطاہر الکردی متوفی ۱۱۴۵ھ سے صحیح بخاری پڑھی نیز دیگر کتب حدیث سنا کر اُن سے سند لی۔ ۱۴ سال کی عمر میں آپ کے والد ماجد شیخ عبدالرحیم نے آپ کی شادی کردی۔

شاہ صاحب کی یہ تصنیف فقہ، حدیث اور اسرار شریعت میں ایک معرکۃ الآرا

اور بے مثال کتاب ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصوّف و اخلاق اور حکمت و فلسفہ کے مسائل بھی اس میں آ گئے ہیں

وجہ تصنیف

شاہ صاحب نے فرمایا میں ایک روز نماز عصر کے بعد خدائے قدوس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا ہوا تھا یکایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس نے ظہور فرمایا اور اُوپر سے مجھے کسی چیز نے یوں ڈھانپ لیا جیسے کوئی کپڑا مجھ پر ڈالا گیا۔ اس حالت میں میرے قلب میں یہ بات ڈالی گئی کہ یہ اشارہ ہے دین کی توضیح اور بیان کی طرف۔ اور اُس وقت میں نے ایک ایسا نور پایا جو ہر آن و ہر لحظہ وسیع تر ہوتا جاتا تھا۔ پھر کچھ زمانہ کے بعد میرے پروردگار نے مجھے الہام فرمایا کہ قلم قدرت میرے لئے یہ لکھ چکا ہے کہ میں اس امر اہم کے لئے کسی نہ کسی دن اُٹھوں۔ اور میں نے دیکھا کہ ساری زمین اپنے رب کے نور سے منوّر ہو گئی ہے اور اس کی روشن شعاعیں مشرق سے مغرب تک دنیا کو منوّر کر رہی ہیں اور شریعت مصطفویہ اُس زمانہ میں براہین اور استدلال کے جاننے میں ظاہر ہو کر دنیا کو روشن اور پُر نور کر رہی ہے۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواب میں آئے ہیں اور اُنہوں نے مجھے ایک قلم عطا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ ہمارے نانا حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اس خواب کی بنا پر میں ہمیشہ اپنے دل میں سوچتا رہا کہ میں اس فن میں ایک ایسی کتاب لکھوں جو مبتدی کے لئے راہ نمائی کا کام دے اور منتہی کے لئے غور و فکر کا ذریعہ ہو۔ خواص اور عوام اس سے مستفید ہو سکیں۔

چونکہ قرآن مجید کی آیۃ "وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ" کے اندر تکلیف (مجاہدہ اور مشقت) اور مجازات، جزاء اعمال اور شرائع منزلہ کے اسرار و رموز کی طرف اشارہ ہے اور چونکہ یہ کتاب بھی اسی کا ایک شعبہ ہے اور تمام بدر کامل اسی اُفق سے منوّر ہیں اس لئے اس کتاب کا نام بھی میں نے "حجۃ اللہ البالغہ" رکھا۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ احکام شریعہ کی بنیاد مصلحت اور حکمت پر نہیں ہے۔ اور اعمال اور سزا و جزا میں کوئی مناسبت نہیں۔ بس جب آقا اپنے غلام کی فرمانبرداری کا امتحان کرنا چاہتا ہے تو وہ خوانخواہ اس کو مشقت اور مجاہدہ میں ڈالتا ہے۔ اگر وہ حکم کی تعمیل کر لیتا ہے تو اچھا بدلہ دیتا ہے اور اگر نافرمانی کرتا ہے تو سزا دیتا ہے۔ لیکن یہ خیال سراسر فاسد ہے جو شخص یہ بھی نہ سمجھ سکتا ہو کہ اعمال کا دارومدار نیت اور ہیئات نفسانیہ پر ہے وہ علم و فہم سے بالکل بے بہرہ ہے۔ حالانکہ حدیث موجود ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ اور خدائے قدوس کا ارشاد ہے "اللہ تک نہ اُن کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ اُن کے خون بلکہ اُس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔"

نماز کی مصلحت

نماز میں مناجات ہے کہ آخرت میں دیدار خداوندی حاصل ہو۔

زکوٰۃ کی مصلحت

زکوٰۃ سے بخل کی رزالت کو دور کیا جائے اور غرباء و مساکین کی حاجت روائی کی جائے۔

روزہ کی مصلحت

روزہ اس لئے مشروع ہوا کہ انسان کو غلبۂ نفس سے آزاد کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزہ آدمی کی خواہشِ شہوت کو مردہ کر دیتا ہے۔

حج کی مصلحت

حج شعائرِ خداوندی کی تعظیم اور حرمت کے لئے مشروع کیا گیا ہے۔ کعبہ کو عبادت کا پہلا گھر قرار دیا گیا ہے۔

قصاص کی مصلحت

قصاص اس لئے فرض کیا گیا تاکہ لوگ قتل وخوں ریزی سے بچیں۔

حدود شرعیہ اور کفارات

اس لئے فرض ہوئے تاکہ لوگ اپنے کام کا وبال خود چکھیں۔

جہاد کی مصلحت

اس لئے شروع کیا گیا ہے کہ کلمۃ اللہ کو غالب کیا جائے اور فتنوں کا قلع وقمع کیا جائے

احکام بیع وشرا اور نکاح وشادی وغیرہ سے متعلق اُمور

اس لئے مشروع کئے گئے کہ دنیا میں عدل وانصاف قائم ہو۔

پھر غور کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعوں پر اوقات کا تعین فرما دیا ہے، مثلاً ظہر کی چار رکعت نماز کے متعلق یہ حکمت ہے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اسی طرح یوم عاشور کا روزہ کہ اس روز حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور اُن کی قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات ملی۔

جو نیند سے بیدار ہو وہ بلا ہاتھ دھوئے پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے اس لئے کہ معلوم نہیں رات بھر اس کا ہاتھ کہاں رہا ہو۔ ناک صاف کرنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ شیطان اس کے نتھنوں پر سوتا ہے۔

رمی جمار یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بڑھانے کے لئے ہے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرنے کا سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ کی حفاظت بیان فرمایا۔ اور فرمایا بلی نجس اور ناپاک نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے گھروں میں گھومنے پھرنے والی ہے۔ اسی طرح بہت سے مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فلاں بات میں فلاں مصلحت ہے اور فلاں میں فلاں خرابی کی اصلاح مقصود ہے مثلاً دُودھ پلانے کے ایّام میں بچے کی ماں کے ساتھ ہم بستری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے اور اس کا سبب بچے کو ضرر اور نقصان پہنچنے کا اندیشہ بتایا ہے۔ یا پھر سورج نکلتے وقت سجدہ کرنے سے منع

فرمایا اس وجہ سے کہ کافروں کی مخالفت کی جائے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آفتاب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت کافر لوگ اُسے سجدہ کرتے ہیں۔ یا پھر فرض نماز کو نفل نماز پڑھنے والے کی اقتدار کرنے والے شخص کو حضرت عمرؓ نے فرمایا اگلے لوگ ایسے ہی کاموں کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔ اور یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب! خدا نے تمہیں صاحب الرائے بنایا ہے۔

اسی طرح حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بے شمار مواقع پر علّت اور اسباب کھول کھول کر بیان فرمائے مثلاً حضرت ابن عباسؓ نے غسل جمعہ کی مشروعیت کی مصلحت بیان کی۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے پھلوں کے پکنے سے پہلے فروخت کی ممانعت کی علت واضح فرمائی۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے کعبۃ اللہ کے دو رُکنوں کے چومنے کا سبب بیان کیا۔ اسی طرح تابعین اور اُن کے بعد علماء مجتہدین احکام اور شرائع کے اسرار اور اسباب برابر پیش کرتے چلے آئے ہیں پھر اُن کے بعد امام غزالیؒ، ابو سلیمانؒ احمد خطابیؒ اور امام عزالدین ابن عبدالسلامؒ وغیرہ قابلِ صد تشکر ہیں۔

واضح رہے کہ علماء کا منصب صرف یہ ہے کہ اعمال اور اعمال کے خواص بیان کرتے رہیں جو امر واقع میں ہیں نہ کہ جس چیز کو چاہے واجب کر دیں اور جس کو چاہے حرام۔ پس کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ جب ایک چیز صحیح روایت سے ثابت ہو جائے تو اُس پر عمل کرنے سے صرف اس لئے توقف کرے کہ اس کی مصلحت اور حکمت اس کو معلوم نہیں ہو سکی۔ کیونکہ انسانی عقلیں بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں کی معرفت سے قاصر ہیں۔

اسلاف متقدمین کے عقائد عہد رسالت سے نزدیک ہونے کی وجہ سے صاف ستھرے اور پاکیزہ تھے۔ رجال حدیث کی تحقیق و تنقید سے بے نیاز تھے۔ وضع احادیث کا اُس وقت رواج نہ ہوا تھا۔ جب فقہاء میں اسباب و علل بیان کرنے میں اختلاف ہونے لگا پھر فن تدوین کی ضرورت پڑی جس سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔

پھر ارباب بدعت نے مسائل شرعیہ کو خلاف عقل مان کر عذاب قبر، قیامت کے دن حساب وکتاب، پل صراط اور میزان وغیرہ کو مردود قرار دے دیا۔ ان تمام مفاسد کے رفع کے لئے ضروری تھا کہ اُمور شرعیہ کے مصالح وحکم وعلل واسباب بیان کئے جائیں۔ اور مقابلہ کیا جائے۔

پس جب مجھ پر جوشِ بیان کا غلبہ ہوا تو (میں نے دیکھا کہ) اس فن کی تدوین وترتیب میں بے شمار فوائد ہیں لہٰذا غور وخوض سے قواعد وضوابط وضع کئے جو کسی متکلم کے قلم سے کبھی نہیں نکلے تھے مثلاً اللہ تعالیٰ کا آخرت میں صور واشکال میں تجلّی فرمانا اور ایک ایسے عالم کا وجود جو ترکیب عنصری سے بالاتر ہے جس میں معانی اور اعمال مختلف حالات میں مختلف قالبوں میں مناسب شکل وصورت میں متشکل ہو کر ظاہر ہوتے ہیں، اس کو عالمِ مثال بھی کہتے ہیں۔ سزا اور جزاء دنیا اور آخرت میں انہیں حالات کا موجب ہوتا ہے۔

رفتہ رفتہ وہ وقت آگیا کہ ہر صاحبِ رائے اپنی رائے پر فخر کرنے لگا۔ اسی طرح مسلمانوں میں بہت سے طریقے اور گروہ پیدا ہوگئے۔ اس لئے میں ان میں سے کسی ایک کو بھی سنّت پر قائم تسلیم نہیں کرتا، کیونکہ اگر یہ اپنے کو سنّت کا پیرو سمجھتے تو خالص سُنّت تو یہ ہے کہ ان (فروعی) مسائل پر قطعاً غور وخوض نہ کیا جائے جس طرح سلفِ اُمّت نے ان پر غور وخوض نہیں کیا۔ (نہ ہم اُن کی توضیح وتشریح اور تاویل کی تردید کرتے ہیں نہ تسلیم کرتے ہیں) لیکن مجھے تم ایک صاف ستھری اور پاکیزہ راہ پر چلتا ہوا اور تمام الجھنوں سے منہ موڑتے ہوئے سیدھی اور معتدل راہ پر گامزن اور نہایت عزم صمیم اور پختگیٔ ارادہ کے ساتھ تفریعاتِ مسائل اور تخریجات میں پیش قدمی کرتا ہوا پاؤ گے۔ اس فن کا خاصہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس امر کو جس مقصد کے لئے پیش فرمایا اُسے واضح کر دیا جائے۔ بے شک غور وخوض کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اُس پر رحمت کرے جو مجھے میری غفلت سے آگاہ کر دے۔ لیکن جو کٹ حجتی کرتے ہیں اُن سے موافقت کرنا ہمارے لئے واجب نہیں ہے۔ اگر وہ آدمی ہیں تو ہم بھی آدمی

ہیں، کبھی وہ کامیاب تو کبھی ہم بھی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اثبات نفس اور جسم انسانی سے علیحدہ ہونے کے بعد اُس کے تعلقات و راحت کو طول دینے سے عموماً گریز کیا ہے۔ ہم نے صرف اُن امور کا ذکر کیا ہے جن سے ان لوگوں کی کتابیں خالی ہیں۔ ہم نے اس زندگی اور موت کے بعد جزاء اور اعمال کی کیفیت کے متعلق بحث کی ہے اور پھر ارتفاقات یعنی وسائل انتفاع اور امور معاش کا بھی ذکر کیا ہے جو نوع بشر کے لئے فطری ہیں۔ پھر نوع انسان کی سعادت اور شقاوت سے بحث کی ہے۔ نیکی اور گناہ کے اصول اور آخرت میں اس کے ظہور کی بحث کی ہے پھر سیاست قومی پر بحث کی ہے۔ دوسرے حصّہ میں اسرار حدیث کی تشریح ہے جو مندرجہ ذیل مضامین پر مشتمل ہے:۔

ایمان۔ علم۔ طہارت۔ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ صوم۔ حج۔ احسان۔ معاملات۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن۔ معیشت اور متفرقات۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قسم اوّل

قواعد کلیہ جن سے احکام شرعیہ کے مصالح و حِکَم مستنبط کیے جاتے ہیں

مبحث اول

تکلیف اور جزا سزا[1] دینے کا بیان

باب اول ○ خدا کی صفت ابداع، تخلیق و تدبیر

ایجاد عالم کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی یہ تین صفات بھی ہیں۔ ابداع، تخلیق و تدبیر۔

۱۔ **ابداع**:۔ عدم سے بغیر کسی مادہ کے چیز کو پیدا کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صرف اللہ تھا اور اُس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی۔

۲۔ **تخلیق**:۔ ایک چیز سے دوسری چیز کو پیدا کرنا۔ جیسے حضرت آدم علیہ السّلام یا جن کو پیدا کیا۔ ہر نوع اور ہر جنس کی جداگانہ خاصیتیں ہیں۔ مثلاً انسان، گھوڑا سنکھیا (زہر) سونٹھ میں حرارت اور یبوست ہے۔ کافور میں سردی ہے۔ بس عقل انسانی خواص کے فرق کو علیحدہ کر کے ہر خاصہ کو اُسی کی طرف منسوب کرتی ہے مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تلبینہ[2]" مریض کے درد شکم کو آرام دیتا ہے۔ اور کلونجی سوائے موت کے ہر مرض کی دوا ہے۔

۳۔ **تدبیر**:۔ تیسری صفت تدبیر و ترتیب ہے مثلاً اللہ تعالیٰ بادل سے

---

[1] جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ [2] حریرہ میں شہد ہوتا ہے جو کہ پیٹ کے درد کے لئے مفید ہے۔

پانی، پانی سے غلہ۔ غلہ سے زندگی۔ یا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے لئے آگ کو ٹھنڈا کر دیا حضرت ایوب علیہ السّلام کی صحت کے لئے چشمہ جاری کر دیا۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ لوگوں کو شرک و کفر کی ظلمتوں سے نکال کر توحید اور ایمان کی روشنی میں لے آئیں۔ ہر چیز کو اگر اس کے اقتضار کے اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ خوبی ہے وہ قبیح نہیں ہے۔

لیکن جب نسل انسانی اس کے ذریعہ فنا کی جاتی ہے (یعنی انسان غلط استعمال کرتا ہے) تو اسی سے شر کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں اور تصرفات الٰہی قبض و بسط۔ احالہ و تبدیلی کی صورت پیدا فرما دیتے ہیں۔ مثلاً جہاد میں فرشتوں کی مدد۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو آگ میں ٹھنڈک پہنچا دی۔ حضرت خضر علیہ السّلام کو کشتی کے چیر ڈالنے، دیوار کو سیدھا کرنے اور لڑکے کو قتل کرنے کا الہام کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں میں الہام فرماتے رہتے ہیں۔ اور قرآن کریم نے ہر قسم کی تدابیر بیان کی ہیں اُن پر کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔

باب ۲ ○ عالمِ مثال

اس عالم عنصری کے علاوہ ایک ایسا عالم بھی موجود ہے جس میں معانوی چیزیں اپنے مناسب اجسام کے ساتھ متشکل ہوتی ہیں باوجودیکہ لوگ اُن کو دیکھتے نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب رحم کو پیدا کیا اور وہ درست ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع تعلق سے تیری پناہ میں آوے۔ سورۂ بقرہ اور آل عمران قیامت کے دن اُن کے پڑھنے والوں کے لئے حجت کریں گی۔ قیامت کے روز تمام اعمال ظاہر ہوں گے، نماز، روزہ، صدقہ، معروف و منکر مخلوق کی شکل میں لا کر کھڑی کر دی جائیں گی۔ جمعہ کو چمکدار شکل میں لایا جائے گا اور دُنیا بڑھیا کی شکل میں لائی جائے گی۔ اور فرمایا کہ میں تمہارے مکانوں پر فتنوں کی بوچھاڑ دیکھ رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنّت و دوزخ کو دیکھا۔ بلّی کو باندھ کر پیاسا مارنے والی کو جہنم میں دیکھا۔ کُتّے کو پانی پلانے والی بدکار عورت کو جنّت میں دیکھا۔ عقل بارگاہِ الٰہی میں سامنے آئی۔ موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سامنے آتے تھے، گفتگو کرتے تھے۔ قبر کا میت کو دبوچنا اور میت کے سامنے منکر نکیر کا آنا، سوال کرنا، حالت نزع میں فرشتوں کا آنا، کافر پر قبر میں ننانوے ۹۹ زہریلے اژدہے کا مسلط کیا جانا، یہ سب ثابت ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں سے دو بدو کلام فرمائیگا۔ اس قسم کی بے شمار حدیثیں، روایات اور نصوص اس قسم کے امور کے ثبوت میں موجود ہیں اس قسم کی احادیث و روایات پر غور کرنے کے لئے تین طریقے ہیں :۔

① یا تو ظاہراً احادیث کا اقرار کرلیا جائے۔
② یا یہ کہ ایسے واقعات صرف دیکھنے والے کی قوّتِ حاسّہ پر وارد ہوتے ہیں۔
③ یا پھر یہ بطور مثال پیش کی گئی ہیں۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ صحابہؓ حضرت جبرئیل علیہ السّلام پر کیسا ایمان رکھتے تھے؟ حالانکہ وہ جبرئیل علیہ السّلام کو نہیں دیکھتے تھے۔ پس سانپ بچھو یقیناً مُردے کو نوچتے اور کاٹتے ہیں۔ لیکن ہم اُن کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس عالم کے سانپ اور بچھو اُس عالم کے سانپ بچھوؤں کی جنس علیحدہ ہے۔ سونے والا خواب میں اُن کے کاٹنے کا احساس کرتا ہے، تکلیف سے بلبلاتا ہے۔ اس کی پیشانی سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ حالانکہ تم اس کو دیکھتے ہو کہ وہ اپنی جگہ بالکل خاموش پڑا ہوا ہے (اس کے اردگرد دور تک سانپ وغیرہ کا پتہ نہیں) مگر اُس کو خواب میں کاٹنے والے خیالی سانپ کے کاٹنے کی اور واقعی سانپ کاٹنے والے کی تکلیف برابر ہے۔ تیسرا مقام یہ ہے کہ سانپ سے تکلیف نہیں بلکہ اُس کے زہر کے اثر سے تکلیف ہوتی ہے۔ پس سمجھ لو کہ تمام امور اور مہلکات مرنے والے کے لئے مہلک، موذی، تکلیف دہ جانوروں کی شکل میں تبدیل ہو جایا کرتے ہیں۔ امام غزالی کا کلام ختم ہوا۔

باب ۴ ○ ملاءِ اعلیٰ

جو فرشتے عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد تعینات ہیں۔ ہر وقت اپنے پروردگار کی تعریف، تسبیح اور تقدیس کرتے رہتے ہیں اور ایمان والوں، توبہ کرنے والوں اور اللہ کے راستے پر چلنے والوں کے لئے مغفرت مانگتے رہتے ہیں اور اُن کے باپ دادوں اور اُن کی بیوی بچّوں کے لئے بھی جو نیک ہوں دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ (القرآن)

حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتوں کو ہیبت سے سکتہ ہوجاتا ہے، جب خوف دور ہوتا ہے تو تسبیح پکارتے ہوئے آسمان کے تمام فرشتوں کو خبر دیتے ہیں پھر وہ خبر دنیا کے بسنے والوں تک پہنچائی جاتی ہے۔ نیز فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوست رکھتا ہے تو اسی طریق پر بندے کو مقبول بنا دیا جاتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کسی پر خفا ہوتا ہے تو زمین پر اس کے خلاف ناراضگی کے جذبات پھیلا دئیے جاتے ہیں۔ اسی طرح روزانہ سخی کو بدلہ اور بخیل کا مال ضائع کرادیا جاتا ہے۔ اور فرمایا میں نے اپنے رب کو بہترین شکل میں دیکھا اور اُس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ ملاءِ اعلیٰ میں کس بات پر جھگڑا ہوتا ہے؟ میں نے کہا کفارہ کے بارے میں، اور جماعت کی نماز کے لئے قدم بڑھانے میں، نمازوں کے بعد مسجد میں بیٹھے رہنے اور ناگوار حالتوں میں وضو پورا کرنے کے بارے میں۔ پھر فرمایا اور کس چیز میں؟ میں نے عرض کیا درجات میں۔ فرمایا درجات کیا؟ میں نے عرض کیا کھانا کھلانے، نرم کلامی کرنے اور رات کو جب دنیا سوئی ہو تو نماز پڑھنے والوں کے بارے میں۔

اللہ تعالیٰ جہاں اور جس طرح چاہتا ہے ان فرشتوں کا اجتماع کرتا ہے اس اعتبار سے ان فرشتوں کو رفیق اعلیٰ، مجلس اعلیٰ اور ملاءِ اعلیٰ کہتے ہیں اور اُن میں وہ صالح بزرگوں کی روحیں بھی شامل ہوجاتی ہیں جو دنیا میں اپنے آپ کو آلائشوں

سے پاک کرتے ہیں۔ جب وہ جمع ہو کر شے واحد ہو جاتے ہیں تو اُن کے منہ اور زبانیں بے شمار بن جاتی ہیں تو اس کو خطیر القدس سے موسوم کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ۝ ارْجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ۝ فَادْخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ۝ وَادْخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ۝ (الفجر۔ ۲۷-۳۰)	اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنّت میں داخل ہو جا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرشتہ کی صورت میں معہ دو پروں کے فرشتوں کے ساتھ جنّت میں اُڑتے ہوئے دیکھا۔

پھر یہ خطیر القدس اُس مخصوص انسان سے یہی بالمشافہ گفتگو کرتا ہے۔ یہی درحقیقت نبوت کا اصل الاصول ہے۔ ملاءِ اعلیٰ کے اس اجتماع دائمی کو تائید روح القدس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ تائید ایسی ایسی برکتوں کا ثمرہ ہوتی ہے کہ عادتاً ایسی برکتیں شہود میں نہیں آتیں اور انہیں کو معجزات کہا جاتا ہے۔ اس ملاءِ اعلیٰ سے کم درجے کے نفوس بھی ہوا کرتے ہیں جن کو ملاءِ سافل کہا جاتا ہے۔ جب ملاءِ اعلیٰ سے ان پر الہام اور القاء نازل ہوتے ہیں تو یہ ملاءِ سافل انسان اور حیوانات کے قلب پر اثر ڈالتے ہیں جس سے مثبت اور منفی دونوں افعال و حرکات صادر ہوتے ہیں وہ یا تو نفوس انسانی کے لئے رنج والم کا باعث ہوتے ہیں یا راحت و نعم کے اسباب۔ یہی فرشتے اسلحہ اور آلات (ایٹم بم اور میزائل) کے اندر بھی مافوق الفطرت تاثیر اور قوت پیدا کر دیتے ہیں۔ غرضکہ فرشتے حسبِ الہام اپنے اپنے مقام اور درجے کے مطابق گروہ در گروہ اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔

ملاءِ اعلیٰ کے مقابلہ میں ایک جماعت شیاطین کی ہے جو سراسر کمینہ، غضب ناک خیر و نیکی سے بالکل بعید ہوتی ہے جس کی کوششیں ہمیشہ فرشتوں کی کوششوں کے خلاف ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم

باب ۴ ○ سُنت اللہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو اُس مُٹھی بھر مٹی سے پیدا کیا جو ساری روئے زمین سے لی گئی تھی اسی وجہ سے انسان مختلف قسم کے ہوتے ہیں کوئی سُرخ، کوئی سفید، کوئی کالا، کوئی گندمی، کوئی خوش طبع، کوئی سرتاپا حزن و ملال اور کوئی خبیث، کوئی طیب۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! کون سی چیز بچے کو ماں باپ کی طرف جذب کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر سبقت کرتا ہے تو لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت کرتا ہے تو لڑکی پیدا ہوتی ہے۔

بے شک رحم کے اندر بچے کی پیدائش اسی پانی کے جانے کی وجہ سے ہوتی ہے غلہ، اناج، پھل اور درخت کی پیداوار زمین کے اندر بیج ڈالنے کی وجہ سے اور پانی دینے سے ہی ہوتی ہے اور یہی وہ استطاعت و قدرت ہے جس کی بناء پر انسان امر و نواہی کا مکلف گردانا گیا ہے۔ اور نیک و بد کی جزاء اور سزا مقرر کی گئی ہے۔ پس یہی سنت الٰہیہ کا مفہوم ہے۔ سنت اللہ ایک قوۃ کو دوسری قوۃ میں، ایک چیز کو دوسری چیز میں توازن اور کشش قائم کئے ہوئے ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم کے رشتہ سے منسلک رکھے ہوئے ہے۔ یہی معنی لفظ میزان کے حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ ترازو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کبھی وہ پلڑے کو اٹھا دیتا ہے اور کبھی جھکا دیتا ہے۔ اور لفظ "شان" کی بھی یہی تعبیر ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ○ ہر روز وہ ایک مخصوص جداگانہ شان میں ہوتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ عالم میں وہی چیز موجود ہوتی ہے جو وجود میں آنے کی زیادہ مستحق ہوتی ہے۔ مثلاً ستاروں کی ہیئت، حالات اور تاثیر یقینی امر ہے جیسے گرمی سردی کا موسم۔ دن رات کا لمبا چھوٹا ہونا۔ آفتاب کے حالات کے اختلافات کی

وجہ سے ہے۔ چاند کے اختلاف احوال کی وجہ سے دریا میں جزر و مد ہوا کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب ثریا طلوع ہوتا ہے تو آفتیں اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں یہ باعتبار عادت الٰہیہ کے ہے۔ لیکن قحط سالی و شادابی۔ ویرانی و خوش حالی اور دیگر حوادث کو ستاروں کی حرکات سے وابستہ کرنا جب تک شریعت سے ثابت نہ ہو کسی طرح جائز نہیں ہے بلکہ سختی سے منع فرمادیا گیا ہے۔ اس میں بے شمار مصلحتیں ہیں۔

باب ۵ ○ حقیقت روح

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہی ہے۔
(بنی اسرائیل ۸۵)

بادی النظر میں جسم میں مختلف قسم کے اخلاط سے قلب کے اندر جو لطیف اَبخرات پیدا ہوتے ہیں اُسی کا نام روح ہے۔

انہیں ابخرات کی مناسب تکوین سے زندگی وابستہ ہے اور انہیں کی پراگندگی سے موت واقع ہوتی ہے۔ جسم کے اندر یہ روح ایسے ہوتی ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی یا کوئلے کے اندر آگ۔ گویا مذکورہ روح، حقیقی روح کی سواری ہے۔ مذکورہ روح "نسمہ" کہلاتی ہے۔ جس پر اس کی استعداد کے بقدر عالم قدس سے روح حقیقی کا نزول ہوتا ہے۔

اس روح حقیقی میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ جب آدمی مرجاتا ہے تو نسمہ (ہوائی روح) تحلیل ہوجاتی ہے لیکن اس سے روح حقیقی کا ربط اور تعلق باقی رہ جاتا ہے (بالکل فنا نہیں ہوتی) بلکہ دوسری ہیئت اختیار کرلیتی ہے۔ پھر اس میں روح الٰہی حس مشترک کے ذریعہ ایک قوت پیدا کردیتی ہے اور عالم مثال کی اعانت سے لباسِ نورانی یا ظلمانی کے لئے مستعد ہوجاتی ہے۔ یہیں سے عالم برزخ کے عجائبات ظاہر ہونے شروع ہوجاتے ہیں۔ پھر جب صور پھونکا جائے گا تو قیامت کے دن فیضان

روح الٰہی سے یہ روح لباس جسمانی یا اسی کے مثل پہن لے گی۔ اور وہ تمام امور جن کی خبر صادق المصدوق علیہ افضل الصلواۃ وایمن التحیات نے دی ہے حرف بہ حرف پورے ہوجائیں گے۔ پس اُس وقت آدمی کے دو رُخ ہوں گے۔ ایک روح الٰہی کی طرف اور وہ قوتِ ملکیہ ہے اور دوسرا رُخ جسم کی طرف اور وہ قوتِ بہیمیہ ہے۔

باب ۶ ○ رازِ تکلیف (یعنی کسی بات کا مکلف ہونا)

جس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے اُٹھانے سے انکار کر دیا اُسے حضرتِ انسان نے اٹھالیا وہ بڑا ظالم اور جاہل تھا (القرآن)۔

ظالم ان معنوں میں کہ وہ عدل وانصاف نہ کرے اگرچہ کرسکتا ہو۔ اور جاہل یہ ہے کہ عالم نہ ہو لیکن عالم ہوسکتا ہے۔ اس امانت کے اٹھانے کے نتیجہ میں یا تو اس کی پکڑ اور عذاب ہے یا پھر نعمت اور راحت۔ فرشتوں کو دیکھئے تو وہ صرف عالم بالا کی اطاعت میں ہمہ وقت مصروف اور محو رہتے ہیں۔ چوپایوں کو دیکھئے تو وہ ہمہ تن رزائل کی تحصیل میں مشغول رہتے ہیں جس کا مآل جسمانی نفع ہوتا ہے اور بس۔ خدائے قدوس نے انسان کے اندر دو قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ ایک قوتِ ملکیہ اور دوسری قوتِ بہیمیہ۔

بارگاہِ خداوندی سے ہر چیز کو اس کی استعداد کے مطابق بخشش ملتی ہے جب کوئی شخص بہیمی خصلت کا اکتساب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی اعانت کرتا ہے اور جو جذبات ملکوتیہ کی کمائی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں اس کی امداد فرماتا ہے اور اس کے مناسب حال اُس کے لئے آسانیاں پیدا کر دی جاتی ہیں۔ (دیکھئے سورۃ والیل) تکلیف اٹھانا (یعنی مکلف ہونا) نوعِ انسانی کا خاصہ ہے۔ اور انسان اپنی طبیعت اور استعداد کی زبان سے اپنے رب سے سوال کرتا ہے۔ مانگتا ہے۔ جو قوتِ ملکیہ کے مناسب سوال کرتا ہے، اُسے اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔ اور جو قوتِ بہیمیہ کو مانگتا ہے جس کو کہ اس پر حرام کر دیا گیا ہے تو اس حرام کے سوال کی پاداش

میں اُن کو عذاب کا مستحق گردانا جائے گا۔ واللہ اعلم

باب ۷ ○ تقدیر سے تکلیف کا صدور

مخلوق کے اندر اللہ تعالیٰ نے بے شمار نشانیاں اور اُن کے انواع اور اقسام رکھے ہیں۔ انہی خصوصیات کی مناسبت سے اُن کے نام اور اُن میں تاثیر رکھی ہے پس صورت نوعیہ اور قضاء الٰہی کے مطابق اشیاء کا ظہور ہوتا ہے۔ مثلاً یاقوت کی تاثیر یہ ہے کہ اس سے اپنے پاس رکھنے والے کے اندر فرحت اور بہادری پیدا ہوتی ہے یا جیسے ایک خاص قسم کے ہلیلہ کو ہاتھ میں لینے سے دست آنے لگتا ہے۔ غرضکہ نباتات جمادات۔ حیوانات کی ہر نوع کی جداگانہ شکل اور بناوٹ۔ ہر ایک کی اختیاری حرکات طبعی الہامات اور جبلی تدابیر بالکل جداگانہ ہیں۔ ہر ایک کی غذا کی ترکیب۔ مجامعت کا اور پرورش اور تربیت کا طریقہ جداگانہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادیا ہے۔ مثلاً کچھ چوپائے گھاس کھاتے ہیں اور جگالی بھی کرتے ہیں۔ اور گھوڑے، گدھے اور خچر گھاس کھاتے ہیں لیکن جگالی نہیں کرتے۔ شہد کی مکھیوں میں "محسوب" اُن کا سردار ہوتا ہے۔ طوطا کہ تعلیم و تربیت سے انسان کی آواز کی نقل اور حکایت کرلیتا ہے۔

انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے چند خاصیتیں ایسی ودیعت فرمائی ہیں جن کی وجہ سے وہ دیگر حیوانات سے ممیز ہو جاتا ہے مثلاً گفتگو کرنا، سننا، علوم کسبیہ حاصل کرنا۔ مزاج انسانی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی عقل کو اس کے قلب (جذبات) پر غالب ہو اور اس کا قلب نفس پر غالب اور حکمران ہو۔ جب مُرغی انڈے دے کر فارغ ہو جاتی ہے تو وہ اپنی نوع سے اختلاط ترک کر دیتی ہے اور اولاد کی پرورش کے لئے اپنے خالی شکم کو دبائے دبکی بیٹھی رہتی ہے۔ اور کبوتر کے نر اور مادہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے اُنسیت اور محبت اس قدر ڈال دی ہے کہ نر، مادہ کی تقلید اور پیروی کرتا ہے۔ اور مادہ کی طرح نر بھی قے کے ذریعہ دانہ اور پانی بچہ کو پہنچاتا ہے۔ پھر انسان کی تربیت کرنے والے رب نے اس کو علوم کسبیہ حاصل کرنے کا الہام فرمایا۔ کسی کو بادشاہ، کسی کو

محکوم بنایا۔ کسی کو عقلمند، کسی کو غبی بنایا ہے۔ اور یہ کہ اس عالم کا کون خالق اور مدبر ہے۔ اُسی اللہ کے سامنے جھکنا ہے اور جو نہیں جھکتے اُن پر عذاب واجب ہو چکا ہے۔

کیا درخت کی جڑیں اپنے نمو، پھول، کلی، خوشبو کے لئے ہمیشہ اپنے تربیت اور تدبیر کرنے والے رب قدوس سے دست طلب پھیلائے ہوئے نہیں ہیں؟ آپ ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہ اور بات ہے کہ انسان تمام دیگر حیوانات سے جن مخصوص امور میں ممتاز ہے وہ امور بے حد و حساب ہیں۔ لیکن ان سب کا دارومدار دو خصلتوں پر ہے

① ایک یہ کہ انسان کے اندر قوتِ عقلیہ بہت زیادہ ہے اور اس میں بھی دو شعبے ہیں:۔

(الف) بشری نظام یعنی معاش اور وسائل معاش۔

(ب) غیبی نظام۔ وحی۔ الہام وغیرہ۔

② دوسری خصلت یہ کہ انسان کے اندر قوت عملیہ زیادہ ہے اس کے بھی دو شعبے ہیں:۔

(الف) اعمال وافعال، اختیار، ارادہ۔ شریعت نے ان کو قابلِ مواخذہ قرار دیا ہے

(ب) دوسرا شعبہ حال و مقام کا ہے مثلاً محبت الٰہی۔ توکل علی اللہ وغیرہ۔

افعال اختیاریہ کو شریعت نے پانچ احکام پر تقسیم کیا ہے ① واجب ② مستحب ③ مباح ④ مکروہ ⑤ حرام۔ ان احکام کے نفاذ کے لئے ربِ قدوس انسانوں میں سے ذکی ترین کامل انسان کو منتخب فرماتے ہیں (یعنی انبیاء) ان کی اطاعت سارے انسانوں پر لازم قرار دی گئی ہے جس طرح شہد کی مکھیوں کا سردار "یعسوب" ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے ہر ایک کے حسبِ حال و ضرورت ہر چیز مہیا فرمادی ہے۔ انسان کے اندر بھی سارے اسماء کے علوم سکھا دیئے ہیں جس سے وہ کمالات کے بلند ترین درجہ تک پہنچتا ہے۔ یہ علوم مختلف قسم کے ہیں۔

① ایک توحید و صفات باری تعالیٰ ہے اور واضح ترین ہے مثلاً حیات، سماعت، بصارت، قدرت، ارادہ، کلام، غضب، رحمت، مالک ہونا، غنا وغیرہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی

یہ صفات لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو بارش کے قطروں کی، درختوں کے پتوں کی، حیوانات کے سانسوں کی تعداد کو جانتا ہے۔ اندھیری رات میں چیونٹیوں کے چلنے کو دیکھتا ہے اور اُن وسوسوں کو سُنتا ہے جو مقفل دروازوں کے اندر لحاف کے نیچے پیدا ہوتے ہیں۔

② ایک علم عبادات ہے۔

③ ایک اور علم ارتفاقات ہے یعنی تحصیل منافع کا علم (رزق)۔

④ چوتھا علم مخاصمہ ہے یعنی نفوس سفلیہ کے اندر جو حق کے خلاف شبہات پیدا ہو جاتے ہیں اُن کے دفیعہ اور توڑ کا علم۔

⑤ پانچواں علم یعنی اگلی امتوں پر جو خدائے تعالیٰ کی جانب سے انعامات ہوتے ہیں ان کو یاد دلانے کا علم اور بدکردار لوگوں پر جو کچھ گذرا ہے اُن کا تذکرہ۔ نیز عالمِ برزخ اور حشر و نشر کا بیان۔ حق تبارک و تعالیٰ نے ازل میں نوع انسان کی استعداد کو قوتِ ملکیہ اور قوتِ تدبیر سے ہم آہنگ فرمایا تو تمام علوم غیب الغیب میں متمثل ہو گئے اور یہ علم، ارادہ اور قدرتِ خداوندی کا غیر ہے (یعنی پھر یہ مخلوق بن گئے۔ اور اس کے خزانۂ غیب میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ ناقل)۔

پھر جب فرشتوں کی تخلیق کا وقت آیا تو لفظ "کُن" سے اُن نفوس قدسیہ کو پیدا فرمایا۔ اور اُن کے سینوں میں اُن محدود و محفوظ علوم کا جو غیب الغیب میں موجود تھے پَر تو ڈالا۔ پس اُن فرشتوں نے صورت "روحی" اختیار کرلی۔ اس کے بعد حکمت الٰہیہ نے ایک ایسے مقدس انسان کو وجود بخشا جو وحی الٰہی کی استعداد سے مرصع تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے اُن کو ذریعہ گردانا۔ اور اُن پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اپنے بندوں پر اس کی اطاعت واجب گردانی۔ واضح رہے کہ خود ان نفوس (یعنی مخلوق) نے بارگاہِ حق میں "ملاءِ اعلیٰ" کے فیضان کا سوال نہیں کیا۔ بلکہ یہ استعداد اور قابلیت نوع کا تقاضا تھا۔ اور اسی طرح نئے زمانہ کے مطابق ہر ایک مخصوص شریعت کا سوال بھی احوال نوع انسانی کی طرف سے تھا۔ فللہ الحجۃ البالغہ۔

یہ جاننے کے بعد اب کسی کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں رہتا کہ یہ کیوں ہے۔ اور کیا ہے؟ اب اگر کہا جائے کہ انسان پر نماز کہاں سے واجب ہوئی؟ اور کہاں سے اس پر رسول کی اطاعت فرض ہوئی؟ زنا کاری اور چوری (بے پردگی، بے حیائی، سود، شراب، جوا وغیرہ) کہاں سے حرام ہوئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امور اس پر اسی طرح واجب اور حرام ہوئے، جس طرح چوپایوں پر گھاس کا کھانا واجب اور گوشت کا کھانا حرام ہوا (یعنی فطرت کے اور احکام کے خلاف ہوئے۔ ناقل)۔ اور جس طرح شہد کی مکھیوں پر اُن کے سردار "یعسوب" کی اتباع واجب ہوئی۔ البتہ فرق صرف یہ ہے کہ حیوانات کے اندر یہ علوم بطور الہام اور بطور جبلّت واجب ہیں اور انسان کے اندر اُن کی تحصیل کسب و نظر، غور و فکر، وحی و القا، یا تقلید کے ذریعہ ہے۔

باب ۸ ○ تکلیف جزا اور سزا کے باعث ہوتی ہے

نیک و بد کی جزاء اور سزا ضرور ہے۔ اُس کی جبلی و فطری تقاضہ کی وجہ سے یا پھر ملاء اعلیٰ سے نورانی اور ظلماتی فیصلوں سے تیسری شریعت کی پابندی کرنے یا نہ کرنے کی وجہ سے۔

باب ۹ ○ لوگ پیدائش میں مختلف ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے اخلاق اور ان کے اعمال و کمال کے درجے اور مرتبے مختلف ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ہے کہ جب سنو کہ کوئی پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو تم اس کی تصدیق کر لینا لیکن جب تم یہ سنو کہ کسی کی طبیعت اور خلقت بدل گئی ہے تو ہرگز تصدیق نہ کرنا۔ کیونکہ وہ اپنی جبلت ہی کی طرف جائے گا۔ نیز فرمایا انسان مختلف طبقات میں پیدا کئے گئے ہیں۔ قوتِ ملکیہ میں بھی ملاء اعلیٰ اور ملاء سافل کی مناسبت ہے اور قوت بہیمیہ میں بھی قوی اور ضعیف کی مناسبت ہے۔

قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ اور اُن کے مختلف مدارج (عالیہ اور سافلہ یا شدید اور کمزور) کے جمع ہو جانے کے نتیجہ میں ہر ایک کے لئے جداگانہ احکام ہیں اور اللہ تعالےٰ جس شخص کو ان احکام کی معرفت عطا فرماتا ہے وہ بے شمار تشویشات اور پریشانیوں سے نجات پالیتا ہے۔ "ریاضتِ شاقہ" کی ضرورت حسبِ مدارج پڑتی ہے۔ مثلاً جو شخص جس کی قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ باہم مصالحت کرلیتی ہے تو وہ دینی اور دنیوی ہر قسم کے امور میں سیادت اور قیادت کرتا ہے۔ اس قوت کے حامل انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور اُن کے وارث جن پر اُن کے درجات کے مطابق ان پر قوت ملکیہ کے روزن کھل جاتے ہیں اور "کشف واسرار" اور "قبولیت دُعا" کے عجائبات دیکھنے لگتے ہیں۔ یہ وہ اصول ہیں جو میرے رب نے مجھے عطا کئے ہیں جن سے سلوک اور معرفت کے مدارج مشرح ہوتے ہیں۔

باب ۱۰ ○ خطرات قلب کے اسباب جو اعمال کے لئے آمادہ کرتے ہیں

سب سے بڑا اور اہم سبب انسانی جبلّت ہے اور دوسرا طبعی مزاج ہے مثلاً بھوکا آدمی کھانا تلاش کرتا ہے۔ پیاسا پانی۔ نوجوان آدمی عورت کی خواہش کرتا ہے وغیرہ جب یہ خواہش زیادہ ہوتی ہے تو روزہ اور شب بیداری سے نفس کی اصلاح کرتے ہیں۔ بڑھاپے اور مرض کی وجہ سے خوف الٰہی غالب آجاتا ہے۔ ایک اور سبب انسانی عادات اور مالوفات ہیں۔ لوح نفس پر ماحول کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے ایک سبب یہ ہے کہ انسان کا "نفس ناطقہ" قوتِ بہیمیہ سے نجات پاکر ملاء اعلیٰ سے نورانی صورتیں اخذ کرلیتا ہے۔ بعض خسیس یا بخیل نفوس شیاطین سے متاثر ہو جاتے ہیں خواب میں اشیاء کی صورتیں متمثل ہو جاتی ہیں

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں:۔

① حدیث نفس یعنی خیالات ووساوس۔

(۲) تخویفِ شیطان۔ یعنی شیطان کی طرف سے خوف زدہ ہونا۔
(۳) اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت اور خوش خبری۔

باب ۱۱ ○ اعمال کی نفس سے وابستگی

قیامت کے دن ہر انسان کو اس کا اعمال نامہ پیش کیا جائے گا۔ جیسی نفس ناطقہ کی تربیت کی جاتی ہے ویسے ہی اعمال واخلاق ظہور میں آتے ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ مخنث کی تخلیق رکیک اور خسیس مزاج پر ہوتی ہے۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ اگر وہ اس خسیس مزاج پر جوان ہوگا تو ضروری ہے کہ وہ عورتوں کی سی عادات اختیار کرے گا، عورتوں کا سا لباس پہنے گا، عورتوں کی رسمیں اور عادتیں اپنے اندر پیدا کرے گا اور اُنہیں کی سی چیزوں کا شوقین ہوگا۔ اسی طرح طبیب پہچانتا ہے کہ فلاں لڑکا اپنے خلقی مزاج پر جوان ہوگا تو یا تو وہ قوی و توانا ہوگا یا ضعیف و ناتواں۔ جو بات یا فعل کثرت سے کیا جاتا ہے نفس اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ قلب ایک صاف سفید اور دوسرا سیاہ داغدار ہو جاتا ہے، یہ صرف خواہش نفس کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے نفس اپنی ابتدائی تخلیق میں بالکل "ہیولانی" ہوتا ہے۔ پھر وہ ارتقائی حالات میں گذرتا ہوا اس آیت کا مصداق بن جاتا ہے۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ[1] بلاشبہ نیکیاں بُرائیوں کو دُور کر دیتی ہیں۔

اور فرمایا

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ساقط اور نابود ہو جائے گا۔ (الزمر - ۶۵)

ہر چیز دنیا میں آنے سے قبل عالمِ مثال میں متشکل ہو جاتی ہے۔ ہر چیز جو اول سے آخر تک وجود میں آتی رہے گی سب لوحِ محفوظ میں موجود ہے لیکن یہ آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ یہ لوح لکڑی یا کاغذ کی نہیں ہے یہ تو ایسا ہے جیسے حافظِ قرآن کا

---

[1] سورۃ ہود - ۱۱۴۔

دماغ۔ یا نفس انسانی اپنے خیر و شر کو یاد کرتا ہے اور وہ محفوظ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

باب ۱۲ ○ ملکات نفسانیہ سے اعمال کا تعلق

داعیۂ عمل ہی نفس کو اس کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے۔ اور اسی کی موافقت سے انبساط اور مخالفت سے انقباض ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی خُلق کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہے تو ان لوگوں کا دھیان کرے جنہوں نے پوری قوت کے ساتھ اس قسم کے افعال انجام دیئے ہوں، خود بھی پوری قوت سے کوشش کرے۔

بعض نفوس قوی ہوتے ہیں بعض ضعیف اسی کے بقدر اعمال کے علامات نیکی اور بدی کی شکل میں ملاء اعلیٰ میں مستقر ہوتے ہیں اور پھر وہاں سے شرائع الٰہی کے ذریعہ ظاہر ہوتے ہیں۔ حاصلِ کلام یہ کہ اس قسم کے اعمال و افعال عجیب و غریب اثر رکھتے ہیں۔ اور اُن عزائم اور اوراد و وظائف اور دعاؤں کی تاثیر رکھتے ہیں جن کی "ہیئتیں" اور "صورتیں" سلف صالحین سے مروی ہیں۔

باب ۱۳ ○ جزا و سزا کے اسباب

جزاء و سزا کے اسباب بے شمار ہیں۔ نفس انسانی قوت ملکیہ کے ذریعہ بھلائی سے خوشی اور بُرائی سے حسرت و رنج خواب یا بیداری میں محسوس کر لیتا ہے اور اسی مناسبت سے واقعات متمثل ہوتے ہیں۔ اور خطیر القدس[1] اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حسب حال دعا یا بد دعا کرتے ہیں۔ بسا اوقات ملاء اعلیٰ کی ناراضگی سے بے ہوشی یا مرض کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ خدائے قدوس نے انسانوں کو بیکار نہیں چھوڑا۔ ان پر مواخذہ کا سخت ضابطہ قائم فرمایا ہے۔ چونکہ اس حقیقت کا سمجھنا دقیق ہے۔ اس لئے ہم نے اس حقیقت کو "ملائکہ" کی دعاؤں کے عنوان کے ماتحت پیش کیا ہے۔ مرنے کے بعد قوت ملکیہ کے روزن کھلتے ہیں اُس وقت عذاب یا نعمت محسوس ہوگی۔ (پہلا بحث ختم ہوئی)

---

[1] صالح روحیں جب اپنے ملکوتی اعمال میں متحد ہو جاتی ہیں تو خطیرۃ القدس کہلاتی ہیں۔

مبحث دوم

جزا و سزا موت کے بعد کی زندگی میں۔

باب ۱ ○ دنیا میں اعمال کی جزا و سزا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"اور جو کچھ تم کو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ تو بہت گناہ معاف کر دیتا ہے۔"

پس اس قسم کی تکالیف سے بندہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جیساکہ لوہار کی بھٹی سے سرخ لوہا۔ جب ایک انسان اپنی قوت بہیمیہ کو مختلف قسم کی ریاضتوں کی مداومت سے مغلوب کر لیتا ہے اور عالم قدس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اس پر قوت ملکیہ کے روزن کھل جاتے ہیں اور انوار و تجلیات اُس پر چمکنے لگتی ہیں۔ خواب میں محرق (ٹھنڈک) قلق اور اضطراب کی علامت ہوتی ہے۔ اور صفری سے کرب دبے چینی ہوتی ہے۔ قوتِ ملکیہ جس انسان کی غالب ہوتی ہے اس کے اندر اُنس و محبت اور انشراح قلب کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

حق تبارک و تعالیٰ کسی گنہگار کو دنیا میں عذاب دیئے بغیر نہیں چھوڑتا لیکن یہ عذاب گناہ کے اسباب کی رعایت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اعمال صالحہ کی وجہ سے انعام دیا جاتا ہے اور اعمال فاجرہ کی وجہ سے عذاب۔ جب کسی انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور وہ صبر کرتا ہے تو اس کے اعمال اس کے مصائب و تکالیف کو دفع کر دیتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مؤمن کی مثال اس نرم درخت کی سی ہے جو ہوا کے جھونکے سے اِدھر سے اُدھر جھک جاتا ہے ہوا کبھی اس کو

زمین پر پٹک دیتی ہے کبھی سیدھا کر دیتی ہے یہاں تک کہ اس کو موت آجاتی ہے۔ اور منافق کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سخت تناور درخت کہ اس کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا یہاں تک کہ وہ ایک ہی مرتبہ میں اُکھڑ کر دور جا گرتا ہے۔ نیز فرمایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کو کوئی مصیبت یا ایذا پہنچے اور اُس سے اس کے گناہ نہ جھڑ جاتے ہوں۔ جس طرح کہ درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ اور پھر یہ کہ بہت سے ممالک پر شیطان کی اطاعت غالب ہوتی ہے اور اُن کے باشندے سرتاپا نفوس بہیمیہ کے حامل ہوتے ہیں باوجود اس کے اُن ممالک پر سے جزاء اعمال ایک مدت مقررہ تک روک دی جاتی ہے۔ اس کے بعد آخر کار اُن کو نہایت سختی سے پکڑ لیا جاتا ہے (جیسا کہ جنگ عظیم میں سب نے دیکھ لیا تھا۔ اُنہیں کے ایٹم بم اور اسلحہ سے اُنہیں کو تباہ و برباد کر دیا اور ابھی تک حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور امن و عافیت مفقود ہو چکی ہے)۔ دیکھئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مجرموں کا انجام کیسے بیان فرمایا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ○ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○	اور نہیں بھیجا ہم نے بیچ کسی بستی کے کوئی نبی، مگر پکڑا ہم نے اُس بستی کے لوگوں کو ساتھ فقر کے اور مرض کے تاکہ وہ عاجزی کریں پھر بدل ڈالی ہم نے جگہ برائی کے بھلائی یہاں تک کہ زیادہ ہوئے اور کہنے لگے تحقیق لگی تھی باپوں ہمارے کو سختی اور راحت پس پکڑا ہم نے ان کو ناگہاں اور وہ نہیں جانتے تھے۔
وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (الاعراف۔ ۹۴ تا ۹۶)	اور اگر لوگ اِن بستیوں کے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے البتہ کھولتے ہم اوپر ان کے برکتیں آسمان سے اور زمین سے ولیکن جھٹلایا انہوں نے پس پکڑا ہم نے ان کو ساتھ اس چیز کے کہ تھے وہ کماتے۔

اور فرمایا:۔
سَنَفۡرُغُ لَكُمۡ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ ۚ عنقریب فارغ ہوں گے ہم واسطے تمہارے
(الرحمٰن ۔ ۳۱) اے جن وانس (جزاء وسزا کے لئے)۔

جزاء اور سزا کے عمل کا ظہور کبھی تو بسط اور کشادگی یا انقباض اور اضطراب لاتا ہے اور کبھی اس سے موذی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی مجازات عمل کا ظہور انسان کے مال اور اہل و عیال میں ہوتا ہے۔ بھلائی کا الہام جزاء سے اور بدکاری کا الہام سزا سے ہوتا ہے۔

ہمارے مذکورہ بیان کو جو شخص اچھی طرح سمجھ لے گا وہ بعض احادیث میں جو باہم تعارض دیکھتا ہے اُس کے اشکال سے نجات پالے گا۔ مثلاً حدیث "نیکی زیادتی رزق کا موجب ہے۔ اور فسق و فجور کمی رزق کا موجب ہے"۔

اور دوسری حدیث میں اس کے خلاف مضمون موجود ہے۔ مثلاً "بدکاروں کو دنیا میں دنیوی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں اور مصیبت زدہ اکثر وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہوتا ہے"۔

باب ۲ ○ حقیقت موت

عناصر کے باہم اختلاط سے مختلف قسم کے اطوار پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کی کثرت وقلت کے اعتبار سے ایک خاص مزاج پیدا ہوتا ہے۔ اور اس مزاج سے مختلف مرکبات بنتے ہیں۔ دو عناصر کے جوڑ سے مرکب ثنائی، تین سے مرکب ثلاثی اور چار عناصر سے مرکب رباعی بنتے ہیں۔ ثنائی کی مثال جیسے بھاپ (پانی اور آگ) غبار (مٹی اور ہوا وغیرہ) یا ثلاثی سے وہ ہیں جیسے خمیر شدہ مٹی (آگ، پانی اور مٹی) یا پانی پر جمی ہوئی سبزی یعنی کائی (پانی، مٹی اور ہوا) اور رباعی جیسے انسان اور جانور وغیرہ (آگ، مٹی، پانی اور ہوا)۔ ان مرکب اشیاء کے مخصوص خواص ہیں۔ جن کو "کائنات الجو" کہا جاتا ہے۔ ان کی چار صورتیں ہوتی ہیں ① معدنی ② نامی ③ حیوانی اور ④

انسانی۔ ہر صورت کے لئے ایک خاص مادہ ہوتا ہے مثلاً اگر انسان کا مجسمہ موم کا بنانا ہے تو موم کے بغیر نہ بنے گا پس جو شخص کہتا ہے کہ "نفسِ ناطقہ" موت کے وقت "مادہ" کو بالکلیہ ترک کر دیتا ہے، بالکل غلط کہتا ہے۔ البتہ چونکہ "نفس ناطقہ" (انسان) کے دو مادے ہیں۔ ایک مادہ بالذات ہے اور وہ نسمہ (روح ہوائی ہے جس کی پچھلے اوراق میں تصریح کر دی گئی ہے) ہے۔ اور دوسرا مادہ عارضی ہے اور وہ جسم ارضی ہے۔ پس جب انسان مرجاتا ہے تو مادہ ارضی فنا ہو جاتا ہے لیکن وہ نفس ناطقہ اپنے دوسرے مادہ یعنی نسمہ (روح ہوائی) میں حلول کئے ہوئے رہتا ہے۔ جیسے ایک کاتب کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تب بھی اس کے اندر کتابت کا "ملکہ" موجود رہتا ہے۔ انسان اپنے داعیۂ قلب کی وجہ سے اعمال کرتا ہے۔

قوتِ ملکیہ میں اور قوت بہیمیہ میں اختلاط ہو جائے تو قوت بہیمیہ کا کچھ نہ کچھ اثر ہو کر رہتا ہے۔ لیکن اگر قوت بہیمیہ زیادہ ہو جائے تو پھر وہ نجاستوں سے ملوث ہو جاتی ہے تو خطیر القدس اور ملاء اعلیٰ اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ وہ پاکیزہ اعمال عجز و انکساری کے ساتھ انجام دیتا رہے تاکہ وہ نرم خو بن جائے اور ملاء اعلیٰ کی توجہات کا حامل ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

باب ۳ ○ عالمِ برزخ میں لوگوں کے مختلف حالات

عالم برزخ میں متعدد طبقے ہیں۔ ایک اہل "یقظہ" یعنی بیدار قلب انسانوں کا طبقہ ہے۔ جن کو نفرت انگیز امور سے تکلیف ہوتی ہے اور خوشگوار اعمال سے راحت۔ ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جیسے طبعی نیند میں خواب دیکھتے ہیں۔ اُن امور کو جو حالت بیداری میں اُن کے ذہنوں میں محفوظ رہے ہیں۔ چنانچہ بعض صفراوی مزاج آدمی خواب میں دیکھتا ہے کہ خشک بیابان میں ہے۔ بادِ سموم نہایت تند و تیز چل رہی ہے۔ ہر چہار طرف سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور وہ بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن راستہ نہیں ملتا۔ آگ اس کو جھلسے دیتی ہے (جیسی تکلیف اس میں وہ محسوس

کرتا ہے ویسے ہی تکلیف عالم برزخ کے لئے سمجھ لیجئے) علیٰ ہذاالقیاس ایک بلغمی آدمی سرد رات میں طوفان میں گھرا ہوا ہے۔ راستہ نہیں ملتا۔ جو تکلیف اس کو اس وقت ہوتی ہے وہی عالم برزخ میں سمجھ لیجئے کہ وہ انسان جس پر قوت سبعیۃ (درندوں) غالب ہوتی ہے دیکھتا ہے کہ اس کو کوئی درندہ زخمی کر رہا ہے۔ ایک بخیل کو سانپ اور بچھو کاٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ہر ایک انسان اسی طرح کا جو تجربہ کرتا رہتا ہے اسی کو عالم خواب میں دیکھتا ہے۔ جب خواب کو عالم خارجی سمجھا جا سکتا ہے تو عالم برزخ کا نام عالم خارجی رکھنا اور بھی قرین انصاف ہے۔ اسی عالم برزخ میں پہلے دو فرشتے قبر میں سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟

اور ایک قسم کے وہ لوگ ہیں جن کی قوت "بہیمیہ" اور "ملکیہ" دونوں ضعیف ہوتی ہیں اور طبعی اسباب کی بنا پر اُن کا الحاق "ملائکہ سافلہ" یعنی زمین کے فرشتوں سے ہو جاتا ہے۔ مثلاً بعض لوگ مردوں کی شکل میں پیدا کئے جاتے ہیں لیکن اُن کے مزاج میں زنانہ پن ہوتا ہے اور جب وہ جوان ہو جاتے ہیں تو عورتوں کا لباس اور وضع قطع اختیار کر لیتے ہیں اُن پر شہوت لوطیہ اور افعال زنانہ کا غلبہ ہو جاتا ہے اور وہ وہی کرنے لگتے ہیں جو عورتیں کیا کرتی ہیں۔ عورتوں کا سا نام رکھتے ہیں۔ لیکن جب وہ مر جاتا ہے تو تمام تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں پھر اُن کا اصلی مزاج عود کر آتا ہے اور اُن کی حالت عالمِ مثال میں قوت نسمیہ ہوائیہ سے مخلوط ہو جاتی ہے اور جو راہِ حق میں قتل کر دئے جاتے ہیں اُن کو رزق بھی دیا جاتا ہے وہ زندہ ہیں۔

ان کے مقابلہ میں ایک دوسرا گروہ ہے جو اپنی جبلت کی رو سے شیاطین سے قریب ہوتا ہے۔ رزیل اور فاسد افکار و خیالات سے اُن کا تعلق ہوتا ہے لعنت الٰہی ان کو گھیر لیتی ہے۔ مرنے کے بعد ظلمانی لباس ان کو پہنا دیا جاتا ہے۔

ایک اور قسم کے لوگ ہیں جو ہمیشہ جسم کے تصرفات میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ "نفس" اور "جسم" ایک ہی شئے ہے۔ یا یہ یقین ہوتا ہے کہ روح ایک عارضی شئے ہے

اس قسم کے لوگ جب مرجاتے ہیں ایک قلیل سا خیالی نقطہ جھلک جاتا ہے جس سے ان کے سامنے کچھ شکلیں متمثل ہوجاتی ہیں اور جو اعمال ملکیہ میں ید طولیٰ پیدا کر لیتے ہیں اُن کے اعمال خوبصورت فرشتوں کی شکل میں دکھائی دیتے ہیں جن کے ہاتھوں میں حریر و ریشم اور کلام میں لطافت اور مٹھاس ہوتی ہے اُن کے لئے جنت کے دروازے کھول دئیے جاتے ہیں۔ ورنہ اس کے برعکس ہوتا ہے جس طرح کہ غصہ کا ظہور درندوں کی شکل میں اور بزدلی کا ظہور خرگوش کی شکل میں ہوتا ہے۔

عالم برزخ میں بعض "نفوس ملکیہ" کو مؤکل بنادیا جاتا ہے کہ عذاب والوں کو تکلیف پہنچاتے رہیں اور انعام والے نیک نفوس کو اکرام و انعام سے نوازیں۔

واضح رہے کہ "عالم قبر" اسی "عالم دنیا" کا بقایا ہے۔ جس پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ جو کچھ اس کے متعلق ہم کو علم حاصل ہوتا ہے اسی حجاب سے مترشح ہوتا ہے۔ بخلاف حوادث حشریہ کے کہ وہ ظاہر ہوجائیں گے اور فنا ہوجائیں گے۔ لیکن ہر ہر فرد اور ہر ہر جزئی کے احکام انسانی صورت میں باقی رہیں گے۔ واللہ اعلم۔

باب ۴ ○ واقعات حشر کے اسرار و رموز

ارواحِ بشریہ کے لئے ایک ایسا مقام ہے جسے خطیرۃ القدس کہتے ہیں جہاں روح اعظم سے ملاقات ہوتی ہے۔ نفوس بشریہ کے متعلق دو قسم کے احکامات ہیں ایک خصوصیت شخصیہ فردیہ کی بنا پر ہوتے ہیں جو فنا ہوجاتے ہیں (ساقط ہوجاتے ہیں) دوسرے غلبۂ نوع کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں وہ باقی رہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے (اور ان کی پرورش القاء اور الہام کے ذریعہ اللہ پاک فرماتے ہیں جیسے جانور، پرند۔ افراد کی سعادت اسی میں ہے کہ نوع کے احکام وافر موجود ہوں اور اُن کی خلاف ورزی نہ کرے۔ اسی اعتبار سے شقاوت اور سعادت اُن میں مختلف ہوتی ہے۔ جب تک افراد اپنی نوع کے عطیہ پر باقی ہیں اُنہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ لیکن جب افراد کی فطرت اسباب خارجیہ کی بنا پر متغیر

ہو جاتی ہے تو آلام ناگزیر ہو جاتے ہیں جیسے کوئی عضو خارجی مادہ کی وجہ سے متورم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پھر اُس کے ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔

خطیرۃ القدس کی طرف ارواحِ بشریہ دو طریقے سے جذب ہوتی ہیں ایک ہمت سے اور دوسرے بصیرت سے۔ اور تشبیہ اور علامات سے۔ جو نجاست بہیمیہ سے اپنے کو پاک کرلے وہ خطیرۃ القدس تک پہنچ سکتا ہے۔ نیک بندوں کی روحیں روح اعظم کے پاس مجتمع ہوتی ہیں۔ جذب کے دوسرے طریقہ کے لئے جاننا چاہیئے کہ جسموں کا حشر کے دن جمع کیا جانا اور انہیں اجسام میں دوبارہ لوٹ کر آنا کوئی نئی زندگی نہیں ہوگی بلکہ یہ پہلی نشأۃ (زندگی کا) کا تتمہ ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو پھر یہ حشر کے دن وہ لوگ نہ ہوں گے جو دنیا میں تھے بلکہ یہ کوئی اور ہوں گے اور اعمال نیک و بد کی جزا اور سزا یہ لوگ نہیں پائیں گے کیونکہ وہ اور تھے اور یہ اور ہوں گے۔ لیکن یہ ایسا نہیں ہوگا۔

بیشتر باتیں جو انسان کے خارج میں ہوتی ہیں وہ بمنزلہ خواب کے ہیں جن کو علامات سے معلوم کیا جاتا ہے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو پیالے پیش کئے گئے ایک شراب کا دوسرا دودھ کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ یہ تشبیہ تھی کہ اُمت میں صالح بندہ کی فطرت میں دودھ اختیار کرنا اور شہوت یعنی شراب کو رد کر دینا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ ایک کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک الگ جگہ بیٹھے ہیں جس کی تعبیر یہی تھی کہ وہ حضرات ایک جگہ دفن ہوں گے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ الگ دفن ہوں گے۔ پس بیشتر واقعات حشر اسی قبیل سے ہیں۔

حشر میں نفوس بشری جب دوبارہ اٹھائے جائیں گے تو اُن کو ان کے نیک و بد اعمال کے اعتبار سے جزاء و سزا دی جائے گی۔ پُل صراط وغیرہ سارے مراحل پر اسی

طرح معاملہ کیا جائے گا اور جنتی کی ساری خواہشات پوری کی جائیں گی۔ جنت میں سلطان تجلیات کے ظہور کی تمثیل پر غور کرو اور پھر جو کچھ اس کے بعد ہونے والا ہے اس سے میں خاموش رہتا ہوں حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کرتے ہوئے۔

مبحث سوم

تدابیر نافعہ

باب ا ○ تدابیر معاشرت

انسان اپنی بود و باش کے لئے اپنے ابنائے جنس کا ہمنوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ضروریات کو بہم پہنچانے کے لئے خصوصی الہامات طبعیہ سے نوازا ہے جس طرح شہد کی مکھیوں اور چڑیوں کو نوازا ہے۔ جانور جو کچھ کرتے ہیں اپنے داعیہ طبعی کی بناء پر کرتے ہیں مگر انسان کسی رائے کلی اور منصوبے کے تحت کرتا ہے اور ظرافت، لطافت اور نفاست پیدا کر کے لذتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اور خوبصورت بیوی، لذیذ غذا، لباس فاخرہ، بلند و بالا ایوان اور کوٹھیوں کا خواہش مند ہوتا ہے۔

کچھ لوگ طرح طرح کی تحقیقات اور تدابیر میں لگے رہتے ہیں۔ ایجادات کرتے ہیں۔ جبکہ بعض لوگوں کو افلاس گھیر لیتا ہے، فاقہ میں گذارا ہوتا ہے پھر وہ زراعت پر اور آب رسانی پر محنت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر شعبۂ حیات کے لوگ اپنی احتیاج اللہ تعالیٰ کی الہامی ربوبیت سے پوری کرتے ہیں۔ پھر وہ قریہ، قصبہ اور شہر کے تمام باشندے مل جل کر جماعت ترتیب دیتے ہیں جن سے قومیں بنتی جاتی ہیں۔ پھر اختلاف مزاج اختلاف عقل و ادراک کی بناء پر اختلاف تدابیر معاشرت رونما ہوتے ہیں۔ پھر ضروریات زندگی کی کثرت نے باہمی معاملات میں بخل، حرص، حسد، سستی اور تنازعہ کے جراثیم پھیلا دیئے اور ناپاک خواہشات غالب آگئیں تو لوگوں نے مجبور ہو کر اپنے لئے ایک حاکم منتخب کر لیا جو نظم و ضبط قائم کر سکے۔ پھر جب بہت سی جماعتیں بن گئیں (یعنی

قوموں میں بٹ گئیں، تو آپس میں جنگ وجدال شروع ہوئی اور بے حساب زر ومال وقوت ضائع ہونے لگی تو صالح اُمتوں نے توازن قائم کیا (اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جاری کیا)۔

باب ۲ ○ تدابیر اول

اس کی پہلی چیز زبان ہے۔ اس کے تمام ہیئت، افعال، آواز، معانی پھر لغات میں۔ اظہار مدعا اور زندگی کے تمام عنوانات کا اظہار اسی سے کیا جاتا ہے۔ اسی کے ذریعہ آدمی اپنی سرداری کا سکہ جما سکتا ہے۔ قوانین کے ذریعہ باہمی نزاعات کا فیصلہ کرتا ہے ظالموں اور سرکشوں پر قابو پاتا ہے۔ غرضکہ ہر شعبۂ حیات میں امتیاز حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ عظیم احسان ہے۔ اُس نے قرآن حکیم میں ارتفاق اور تدابیر کے تمام الہامی شعبوں کو واضح کر دیا ہے۔

باب ۳ ○ فن آداب معیشت

ارتفاق اول کی تدبیروں کے تجربہ کے بعد وہ ہیئات اختیار کی جائیں جو نقصان سے بعید اور نفع سے قریب تر ہوں اور لوگوں کے درمیان حسن صحبت اور حسن معاملہ اس معیار پر رکھا جائے جو اصلاح عمومی سے وابستہ ہوں۔

معاش اور معاشرت کے اہم ترین مسائل یہ ہیں:

کھانا، پینا، چلنا، پھرنا، بیٹھنا، اُٹھنا۔ کھلانا (دستر خوان بچھانا)۔ پیشاب، پاخانہ جماع، لباس، مسکن، مکان، نظافت، زینت، آرائش، باہمی گفتگو، امراض و آفات میں ادویہ اور تعویذوں کا استعمال، حوادث اجتماعیہ کے پیش آنے سے پہلے پیش بینی اور پیش بندی۔ بچہ کے تولد ہونے، نکاح، عید، مسافر، مصائب کے وقت آہ وفریاد بیمار پرسی، تدفین وتکفین وغیرہ۔ اسی طرح حلال اور حرام غذا۔ آداب معیشت۔ آداب طعام۔ طیش وغصہ پر قابو۔ مسنون طریقہ سے پانی پینا۔ نجاستوں سے پاک رہنا۔ مُنہ کی

بدبو کے لئے مسواک۔ زیر ناف اور بغل کے بال۔ صفائی ستھرائی وغیرہ۔ خوش وضع۔ خوش قطع۔ بے حیائی اور بے پردگی۔ ہر دو شرم گاہوں کو کھلا رکھنا بے شرمی ہے پورا پورا لباس وہ ہے جو تمام جسم کو چھپائے۔ ستر عورت کی حد مقرر ہے۔ خوش گفتار۔ بردبار اور پُرکشش ہو۔ اس قسم کے آدمی درحقیقت لوگوں میں فصاحت و بلاغت کی ترازو ہوتے ہیں۔ اسی اعتبار سے شہروں اور آبادیوں میں قواعد و آداب معیشت میں مختلف راہیں لوگ اختیار کر لیتے ہیں۔ مزاج، اطوار اور عادات کے اختلاف سے مختلف معاشرت بن جاتی ہے۔

باب ۴ ○ تدبیر منزل (خاندانی نظام)

ایک خاندان کی تشکیل میں چار اجزاء شامل ہوتے ہیں۔ (۱) نکاح (۲) اولاد (۳) ملکیت (۴) باہمی صحبت اور معاشرت۔ مباشرت کی ضرورت نے مرد اور عورت میں باہمی ربط و صحبت کے تعلقات پیدا کئے جن سے اولاد ہوئی تو ان کی پرورش و پرداخت کی بھی ضرورت پیش آئی اس سلسلہ میں عورت بالطبع مرد کے بہ نسبت زیادہ اہل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مشقتیں برداشت کرنے سے عموماً جان چراتی ہے۔ شرم و حیا کا مادہ اس میں وافر ہوتا ہے۔ بمقابلہ مرد کے عورت میں اطاعت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ مرد کا حال بالکل اس کے برعکس ہے۔ مرد میں عقل و فہم کا مادہ بہ نسبت عورت کے زیادہ ہوا کرتا ہے۔ ننگ و ناموس کی حفاظت کی پوری طاقت رکھتا ہے۔ محنت و مشقت کے میدان میں بے خطر دلیری دکھاتا ہے۔ خودنمائی و خودداری۔ نخوت و خودستائی تسلط و اقتدار۔ احتساب و مناقشہ اور نکتہ رسی، نکتہ سنجی وغیرہ اوصاف کا پوری طرح حامل ہوتا ہے۔

غرض کہ ان امور بالا کی بناء پر عورت کی زندگی مرد کے بغیر اور مرد کی زندگی عورت کے بغیر ناممکن ہے۔ چونکہ مرد عورت کی طرف راغب ہوتا ہے اور عورت اپنے خاندان والوں میں معزز ہوا کرتی ہے اس لئے نکاح، منگنی، مہر وغیرہ اُن ہی کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔ سلامتی مزاج کا یہ بھی اقتضاء ہے کہ عورت کی رغبت اُس مرد کی طرف کم ہو جو

ذوی الارحام ہو یا ایسی ہو جیسے ایک درخت کی دو شاخیں ہوتی ہیں۔ چونکہ مباشرت کے ذکر سے شرم وحیا مانع ہوتی ہے اس لئے ولیمہ کے ذریعہ اعلان نکاح کیا جاتا ہے اور خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ باہمی تعاون (اور ہمنوائی) کے بغیر ازدواجی زندگی خوشگوار نہیں ہو سکتی جس کے لئے ضروری ہے کہ عورت پر مرد کی اطاعت ورفاقت لازم قرار دی جائے اور نکاح کو دائمی سمجھا جائے۔

طلاق مبغوض ترین مباحات اور حلال قسم میں سے ہے۔ اور بعد طلاق یا شوہر کی وفات کے بعد عدت دلوں میں نکاح کی عظمت اور اہمیت کا تصور دیتا ہے۔ اور نسب میں بھی اشتباہ باقی نہیں رکھتا۔

اولاد کی تربیت توجہ اور محبت اور والدین کی خدمت اور حسنِ سلوک لازمی سنت قرار پائی۔ انسانوں میں بالطبع سردار اور غلام ہوتے ہیں اور اُن کی معاش بھی ایک دوسرے کے بغیر ناممکن ہوتی ہے۔

مظلوم کی دادرسی بھی اور مصیبت زدہ کی امداد بھی انسانی معاشرہ کا جزو اعظم ہے۔ قربانی اور ایثار کے بغیر کسی انسانی معاشرہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ خاندانی نظام کے اہم مسائل یہ ہیں:

(۱) وہ اسباب جوازدواجی تعلقات اور اس کے ترک کرنے کے لئے ضروری ہیں۔
(۲) شوہر بیوی کے حقوق۔ فرائض۔ بی بی کا فواحش اور ننگ وعار سے بچنا اور عزت و ناموس کی نگرانی۔
(۳) اہلیہ کے فرائض، پارسائی، خاوند کی اطاعت اور خانہ داری کی مصلحتوں میں پوری طاقت صرف کرنا۔
(۴) میاں بی بی کی باہمی نفرت وکشیدگی کی اصلاح کس طرح کی جائے۔
(۵) طلاق کا طریقہ اور اس کی ضرورت۔
(۶) شوہر کی وفات کے بعد عورت سوگ کس طرح منائے۔
(۷) اولاد کی پرورش اور تربیت۔

⑧ والدین کے ساتھ احسان وسلوک وخدمت۔
⑨ غلاموں کا نظام اور اُن کے ساتھ احسان۔
⑩ غلام اپنے آقا کی خدمت کس طرح کرے۔
⑪ غلاموں کی آزادی کا طریقہ۔
⑫ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ کس طرح صلہ رحمی کرنا چاہیئے۔
⑬ شہر کے فقراء، مساکین اور غرباء کے ساتھ ہمدردی اور مشکلات ومصائب کو کس طرح دفع کریں۔
⑭ قبیلے اور خاندان کے نقیب ونگران کا کس طرح احترام کیا جائے۔
⑮ نقیب اپنے خاندان کی نگرانی کس طرح کرے۔
⑯ ورثہ میں میراث کس طرح تقسیم کی جائے۔
⑰ حسب ونسب کی حفاظت کس طرح کی جائے۔

کوئی قوم ایسی نہ ملے گی جو ان امور کی پابندی کرنے کی کوشش نہ کرتی ہو۔ (جو قوم جس قدر ان اصولوں سے روگردانی کرتی ہے وہ اسی قدر معاشرہ کو تباہ کرنے کی ذمہ دار ہے)

باب ۵ ○ فنِ معاملات

احتیاج کے پورا کرنے کے لئے انفرادی حیثیت ناکافی ہوتی ہے۔ کسی کے پاس غلّہ کھانے سے فاضل ہے تو کسی کے پاس پانی۔ لہٰذا تبادلہ کے ذریعہ انسانی ضروریات پوری کرنے کا رواج پڑا۔ اس کے بعد سونا چاندی چونکہ دیر پا ہوتے ہیں اس لئے ان کو لین دین کا ذریعہ بنایا گیا جو تمام اقوام عالم میں مروج ہے اور یہی زر نقد قرار پایا۔ اور ذراعت، صنعت وحرفت، تجارت اور مزدوری۔ ہر قسم کے پیشے اور معاملات وجود میں آئے۔ اور قرض، ہبہ، ہدیہ، صدقہ وخیرات، زکوٰۃ، اجارہ سب ہی میں اسی زرمبادلہ کو استعمال کیا جاتا ہے اور اسی کے تحققات کے لئے تحریر، دستاویزات، رہن، گواہی اور شہادت کی ضرورت پڑی۔ پس کوئی قوم ایسی نہیں جو یہ نہ جانتی ہو کہ عدل وانصاف

کیا ہے اور ظلم وزیادتی کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ۶۔ شہری اور عمرانی سیاست

چونکہ شہر میں مختلف قسم کی جماعتیں اور مختلف جذبات کے لوگ زیادہ ہوتے ہیں اور ہر ایک مختلف الرائے ہوتے ہیں اور بعض ظلم وتعدی کے خوگر ہوتے ہیں اس لئے ایک ایسے قائد کی ضرورت ہوتی ہے جو سب کو منظم و مستحکم، محفوظ و مامون رکھ سکے اور معاشرہ کے تمام تخریب کار، اوباش، قاتل، ڈاکو، رہزن، فتنہ پرور، زانی، بدمعاش، شراب نوش لواطت، ہم جنسی اور تمام غیر فطری افعال کو اور قمار بازی، سود، رشوت ستانی، دھوکہ دہی ناپ تول میں خیانت، نفع اندوزی غرضکہ تمام برائیوں سے معاشرہ کو پاک رکھ سکے اور عدالتوں کے ذریعہ عدل وانصاف مہیا کر سکے۔ تعمیرات اور تعلیم اور ملکی دفاع کے تمام امور اندرون اور بیرون خلفشار سے مکمل تحفظ کا انتظام کرنے۔ ڈاک کا نظام اور ذرائع ابلاغ ٹیکس اور خراج کو بطریق احسن رعایا کی بہبود پر مرکوز ہو۔

باب ۷ سیرت بادشاہان

امیر/بادشاہ بڑے اونچے اخلاق والا ہو۔ شجاع ہو، دشمن پر حاوی ہو، رعایا پر بردبار حلیم اور عقلمند ہو، صاحب تدبیر ہو اس کی شرافت مسلّم ہو۔ دور اور قریب ہر جگہ متمکن ہو کر حکمرانی کرنے کا ملکہ رکھتا ہو۔ مذاہب اور ادیان کے اختلاف میں توازن رکھتے ہوئے صحیح راہ پر چلا سکے۔ وہ یقین رکھتا ہو کہ محبت کی زنجیریں لوہے کی زنجیروں سے زیادہ مضبوط ہوا کرتی ہیں۔ اپنی اطاعت کو باقی رکھنے کے لئے نافرمان عناصر کی سرزنش اچھی طرح کرتا ہو۔ اور جس کو میدان جنگ میں، یا تحصیل خراج میں، یا انتظام سلطنت میں حسن خدمت اور کارکردگی دیکھے اس کے انعام واکرام میں اضافہ کرتا ہو۔ کسی طرح کا ظلم اور زیادتی کرنے والا نہ ہو۔ بیگار نہ لے وہ صحیح اور زود فیصلہ کرنے والا ہو اور فسادات کو پوری قوت سے کچل سکے۔

باب ۸ ○ سیاست معاونین وانصار

بادشاہ کی معاونت کرنے والے مشیر اور معاون کا امانت دار ہونا ضروری ہے ایسے شخص کو معاون یا مشیر نہ بنائے جس کو معزول کرنا دشوار ہو۔ رشتہ داروں کو بھی معاون نہ بنائے اور مفاد پرست کو بھی۔ اور معاون عسکری تنظیم پر خصوصی توجہ دینے والا ہو۔ اسلحہ اور لاؤ لشکر کو پوری طرح آراستہ اور چوکنا رکھ سکے۔ سپہ سالار فوج کی بھی ملکی دفاع کے لئے اسی طرح پوری ذمہ داری ہے۔ اور قاضی کا تعاون بھی ناگزیر ہوتا ہے کہ عدل وانصاف کا تقاضہ پورا کرسکے۔ اسی طرح ناظم شہر، عامل جو محصولات کا ذمہ دار ہوتا ہے اور بادشاہ کے امور خانہ داری کا منصب و وکیل وغیرہ کے بغیر حکومت کرنے کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

باب ۹ ○ گورنر مقرر کرنا

مملکت کے دور دراز علاقوں میں جب شر اور تخریب کاری، بغض، عداوت، لالچ اور طرح طرح کے فتنے سر اٹھاتے ہیں ان حالات میں بادشاہ کے لئے اپنا خلیفہ (وزیر) مقرر کرنا لازمی ہوتا ہے۔ خلیفہ کے پاس فوج، اسلحہ جنگ کی فراوانی ہونی چاہئے تاکہ دوسرے ملک کے تسلط سے حفاظت اور درندہ خو لوگوں کی سرکشی سے ان کی سرکوبی کرتا رہے۔ اور بغاوت کو بالکل کچل دے۔ بادشاہ خود بھی بہادر ہو۔ اچھی سیرت کا مالک ہو اس سے دوسرے بادشاہ فرمانبردار ہوجاتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جس سے سکون اور عافیت حاصل ہوتی ہے۔ خلیفہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے زیادہ سخت طریقہ اختیار نہ کرے اور لوگوں کی حسب مراتب قدردانی کرے۔ اگر سرکش کسی حال میں قابو نہ آئیں تو ان پر جزیہ، خراج یا ٹیکس اتنا زیادہ لگائے کہ وہ گردن اونچی نہ کرسکیں بادشاہ اسی لئے ملک کے گوشہ گوشہ میں اپنے خفیہ کارندے مقرر کرتا ہے۔

باب ۱۰ ○ نظام معاشرہ وتمدن کے اصول

یہ اصول ازل سے قیامت تک کے لئے کارفرما ہیں۔ باوجود اختلاف مزاج۔ اختلاف ملک۔ اختلاف ذہن تمام لوگ اس سے متفق ہیں مثلاً انسان کے مرنے کے بعد اُس کی تجہیز وتکفین پر تمام دنیا کا اتفاق ہے۔ بعض دفن کرتے ہیں، بعض جلا دیتے ہیں۔ یا مثلاً نکاح کی تشہیر پر سب کا اتفاق ہے۔ زنا، چوری، غارتگری، فسق وفجور کو سب ہی بُرا اور قابل سزا سمجھتے ہیں پھر بھی اُن کی ہوائے نفسانی اُن کو اندھا کر دیتی ہے۔ لیکن عورت اور مرد اگر دونوں صحیح المزاج ہوں تو صحیح اولاد پیدا ہوتی ہے، گھر آباد ہوتے ہیں۔ باہمی معاملات کے لئے اعلیٰ اخلاق پیدا ہوتے ہیں جس سے باقی تمام تدابیر نافعہ معاش درجہ بدرجہ معرض وجود میں آتے ہیں۔

باب ۱۱ ○ رسومات مروجہ

حکماء نے ان رسومات کو الہامی طور پر اختیار کیا ہے۔ مثلاً فلاں رسم کے ترک کرنے سے اس کو فلاں سزا ملی یا کوئی فساد رونما ہو گیا یا ارباب بصیرت اس رسم کے ترک اور اعراض پر ملامت کرتے ہیں جس سے اُن رسوم کو اور بھی استحکام حاصل ہو جاتا ہے۔ اب اگر کوئی طریقہ رسوم کا التزام نہیں کرتا تو اس کی حیثیت چوپایوں کی سی رہ جاتی ہے مثلاً ڈاکہ غصب، زنا، لواطت، زنانہ پن، سود خوری، بے ایمانی، لباس اور تقریبوں میں فضول خرچی یا تفریح اور تماشوں میں انہماک، ناچ گانے، عریانی، فحاشی، جوا، شراب، غرضکہ فسق وفجور میں حاکم ومحکوم سب ہی بڑھ چڑھ کر اُس کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ مفسدوں سے سختی کے ساتھ مقابلہ کرنا تمام نیکیوں سے افضل ترین نیکی ہوتی ہے ان کے لئے ملاءِ اعلیٰ سے دعائیں ملتی ہیں اور مفسدوں کو بد دعائیں۔

مبحث چہارم

سعادت کے بیان میں

باب ۱ ○ حقیقت سعادت

انسان کی سعادت اس کے کمالات میں مضمر ہے۔ کمالات اس کی صفات کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ اگر صفات خوبصورتی، آرائش و ذیبائش کا نام ہے تو وہ پھولوں ڈالیوں اور درختوں اور دیگر مناظر قدرت میں بھی ہے۔ نباتات میں مشترک ہے۔ یا غصہ کینہ، مباشرت کی طاقت اور کھانے پینے کی کثرت میں ہے تو یہ چوپایوں میں بھی مشترک ہے یہ وصف تو گدھے میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ لہٰذا انسانی سعادت مخصوص ہے مثلاً مہذب اخلاق میں، صالحہ نظام حیات میں، اعلیٰ صنائع کی ایجاد میں، جاہ و حشمت کے حصول اور صائب الرائے ہونے میں ہے۔ اخلاق کا ظہور تو معاملات پڑنے اور باہمی مزاحمتوں کے وقت ہی ہوتا ہے اور دنیاوی زندگی کے یہ کمالات یہیں دنیا میں ختم ہوجاتے ہیں۔ اگر کوئی ناقص انسان اس حالت میں مرگیا وہ سعادت سے محروم رہ گیا۔ پس سعادت کے حصول کی راہ ایک اور صرف ایک ہی ہے کہ قوت ملکیہ اتنی قوی ہو کہ قوت بہیمیہ کامل طور پر اس کی مطیع رہنے کی خوگر بن جائے۔ عالم ملکوت سے مشابہت اور عالم جبروت کی طرف رغبت قوت ملکیہ کا خاصہ ہے۔

عبادتیں اور ریاضتیں، اخلاق مطلوبہ منزل مقصود کے حاصل کرنے کے ذرائع ہوا کرتے ہیں اور انہیں کے ذریعہ انسان سعادت حقیقی تک پہنچ سکتا ہے۔ انسان کا منتہائے نظر تہذیب نفس اور تزکیہ باطن ہے جس سے انسان ملاء اعلیٰ سے مشابہ ہوجاتا ہے اور وہ اس طرح قوت ملکیہ میں جذب ہوجاتے ہیں جس طرح لوہا مقناطیس کے اندر۔ یہی وہ خلق وصفات ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو تخلیق کیا ہے۔ پھر تو دنیا کے فائز المرام سلاطین اور حکماء ان کے ہاتھ اور قدم چومتے ہیں۔ باوجود اختلاف

مذاہب کے اور دور دراز فاصلوں کے اپنی فطری مناسبت یعنی قوت ملکیہ کی وحدت پر جمع اور قائم رہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

باب ۲ ○ سعادت کے بارے میں لوگ مختلف ہیں

جس طرح شجاعت کی وصف لوگوں میں مختلف ہوتی ہے کوئی بالکل بہادر نہیں ہوتا جیسے مخنث یا ضعیف القلب۔ کوئی درمیانہ درجے کا بہادر ہوتا ہے۔ کوئی قوی کہ روکنے سے بھی نہیں روکا جاسکتا۔ اسی طرح سعادت کی صفت اور اخلاق ہے۔ بعضوں میں یہ بالکل ہی مفقود ہوتی ہے۔ ان پر کفر کی مہر لگا دی جاتی ہے جیسے خداوند قدوس کا ارشاد ہے:۔

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ○ (البقرۃ - ۱۸) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں پس وہ نہیں پھر آتے۔

بعض ریاضات اور عبادات سے اس صفت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور انبیاء کرام کی دعوت کے طریقوں کو اختیار کرنے کے محتاج ہوتے ہیں۔ باقی وہ جن کو اللہ تعالیٰ سعید بنا کر مبعوث فرماتے ہیں اور وہ طبقہ انبیاء کرام کا ہوتا ہے جن کی اتباع سے تمام راستے طے ہو جاتے ہیں اور دین و دنیا کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔

باب ۳ ○ تحصیل سعادت کے طریقے

تحصیل سعادت کے دو طریقے ہیں۔ ایک مجذوب کا جو طبیعت بہیمیہ کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکتے ہیں اور زمان و مکان سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ لوگوں سے اختلاط ترک کر دیتے ہیں۔ دوسرا طریقہ سالک کا ہے جو قوت بہیمیہ کی اصلاح کرتے ہیں اور اس کے لئے آسان ترین طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

اِس کام کے لئے اللہ رب العزت نے انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا اور

یہی حضرات دین و دنیا کی ریاست اور منصب امامت کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کا ہی طریقہ بندوں کے نفس کی کجروی کی اصلاح اور آخرت میں پیش آنے والے آلام کے دفعیہ کے لئے کافی ہوتا ہے۔ باقی رہا تجرد کے احکام تو انسان کو اپنی قبر و حشر میں پیش آئیں گے۔ وہ احکام اس طرح ظاہر ہوں گے جن کا علم اس کو فطری طور پر نہ ہوگا۔

باب ۴ ۔ سعادت حاصل کرنے کے اصول

چار خصلتوں سے سعادت حاصل کی جا سکتی ہے:۔

(۱) اوّل طہارت۔ نجاست سے انقباض پیدا ہوتا ہے، سُستی، تنگی، بیزاری ہوتی ہے۔ شیطانی وسوسے گھیر لیتے ہیں۔ طہارت سے یہ کیفیات دور ہوجاتی ہیں اور سُرور اور انبساط پیدا ہوتا ہے۔ الہامات اور عمدہ عمدہ خواب اور انوارات دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔

(۲) دوسری خصلت اخبات اللہ تعالیٰ ہے یعنی انسان خداوند قدوس کے سامنے بندگی، عاجزی اور نیازمندی کے ساتھ پیش ہوجاتا ہے۔ حضور باری میں الحاق ہوجاتا ہے۔

(۳) تیسری خصلت "سماحت" ہے۔ انسان دنیاوی اُلجھنوں میں پھنسا ہوا صاف ستھرا نکل آتا ہے تو وہاں اُسے نہایت خوش گوار زندگی حاصل ہوجاتی ہے۔ سماحت اور اس کے ضد اوصاف کے بے شمار نام ہیں۔ مثلاً مال کے بارے میں سخاوت ہے اور اس کی ضد حرص ہے۔ شرمگاہ اور شکم کے بارے میں ہے تو عفت ہے اس کی ضد بے حیائی۔ اگر آسودگی اور دنیا کی مشقتوں کے بارے میں ہے تو سماحت کے معنوں میں اُسے صبر کہتے ہیں اور اس کی ضد کو جزع و فزع کہتے ہیں۔ اور اگر ممنوعات شرعیہ کے بارے میں ہے تو اُسے تقویٰ کہتے ہیں اور اس کی ضد کو فسق و فجور۔

(۴) چوتھی خصلت "عدالت" ہے اس سے سارا نظام استوار ہوتا چلا جاتا ہے اگر روح

اس حال میں جدا ہوتی ہے کہ انسان کے اندر عدل کا وصف موجود ہے تو اُسے انتہائی فرحت و مسرت حاصل ہوتی ہے ورنہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو اقامت دین کے لئے مبعوث فرمایا وہ لوگوں کو گمراہی سے نکال کر خصلت عدل پر قائم فرماتے ہیں۔ جو ان کی اتباع کرتے ہیں ان کے لئے سعادت اور رحمت ہے اور جو رد کرتے ہیں وہ ملعون ہوجاتے ہیں۔ بہرحال ان چار خصلتوں (طہارت، بندگی، الجھنوں سے پاک ہونے والے اور عدالت) سے جو مرکب بنتا ہے۔ اُسی کا نام "فطرت" ہے۔ فطرت کے کئی اسباب ہیں بعض علمی، بعض عملی اور اس میں حجابات بھی ہوتے ہیں جو مقاصد فطرت سے روکتے ہیں اور اُن کی تدبیریں ہیں جو حجابات توڑتی ہیں۔ آئندہ سطور میں اسی کو واضح طور پہ بیان کیا جارہا ہے۔

باب ۵ ○ خصلتوں کی تحصیل کے طریقے

ان خصلتوں کے حاصل کرنے کی دو تدبیریں ہیں علمی اور دوسری عملی۔ جماع کی خواہش کتنی شدید و قوی ہو خطرات کے وقت ٹھنڈی پڑجاتی ہے۔ جب انسان کی فطرت میں یہ علم راسخ ہوجاتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے۔ کل کائنات اس کی گرفت میں ہے۔ ہر جگہ اور ہر حال میں موجود ہے۔ وہی جزا، سزا کا مالک ہے۔ غفور رحیم ہے۔ یہ عقیدہ اس کو اللہ تعالیٰ سے قریب تر کردیتا ہے۔ جب وہ اس سعادت کو ترک کردیتا ہے تو انبیاء کرام اس کو راہ راست پر لاتے ہیں جو اُن کی اتباع کرلیتے ہیں ان کو انعامات کی خوش خبری اور جو اُن کی تعلیمات کو رد کردیتے ہیں ان کو مکرر تنبیہ اور یاددہانی کے بعد سزائیں بتائی گئی ہیں۔ ان تین امور یعنی تذکیر بآیات اللہ، تذکیر بایام اللہ اور تذکیر نذار (ڈرانا) اور تبشیر کے ساتھ احکام واجب و حرام اور دوسرا کفار و منکرین کے ساتھ مقابلہ اور حجت۔ یہی پانچ اصول قرآن پاک کے اصولی ستون ہیں۔

عملی تدبیر یہ ہے کہ مطلوبہ سعادت کو یاددہانی اور مقصد کے حصول کے ذرائع کو بیدار کریں مثلاً اگر کوئی غصہ کرنا چاہتا ہے (یا خود بخود آتا ہے) تو پہلے وہ گالی گلوچ اور

شرم اور عار کی باتوں کو یاد کرتا ہے۔ یا جو عورت بین کرتی ہے وہ مرحوم کی یادوں کو تازہ کر کے غم کو بیدار کرتی ہے یا جیسے مباشرت کے لئے پہلے اس کے لوازمات کو شروع کرتا ہے اسی طرح ان فضائل اربعہ میں سے ہر ایک کے لئے ایسے اسباب ہیں جن کے ذریعہ ان فضائل کو حاصل کیا جاتا ہے۔ مثلاً ناپاکی کے اسباب یہ ہیں۔ حالت سفلی سے قلب بھرا رہتا ہے۔ بول براز کی حاجت۔ ریاح کا اخراج۔ معدہ کے خراب اثرات۔ جسم کا میل ناک میں رطوبت کا جمع ہو جانا۔ زیر ناف اور بغل میں بال۔ غلاظت سے کپڑے کا نجس ہونا۔ سفلی حرکات و افعال پر دلچسپی لینا۔

① طہارت کے لئے غسل کرے، وضو کرے، اچھے کپڑے پہنے۔ خوشبو لگائی جائے وغیرہ

② اللہ کے لئے اِخبات (یعنی انکساری) اور نیاز مندی کے اسباب یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت ہر وقت دھیان میں رکھے۔ اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرے۔ پھر تو نفس پورے طور پر انکساری کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

③ سماحت کے اسباب مثلاً انسان سخاوت و کرم کا خوگر بنے اور خطاکار کے قصور کو معاف کرے درگذر کرے۔ مصیبت کے وقت صبر و تحمل کو شیوہ بنالے۔

④ عدالت کے اسباب یہ ہیں کہ سنّت راشدہ کی محافظت کرے۔ واللہ اعلم۔

باب ۶ ○ ظہور فطرت کی رکاوٹیں

تین قسم کی رکاوٹیں ہیں۔ حجاب طبیعت، حجاب رسم اور حجاب سوء فہم۔

① حجاب طبیعت۔ انسان کا قلب حالات کا مرکب ہوتا ہے کبھی حزن و غم، کبھی نشاط و فرحت، کبھی غیظ و غضب، کبھی خوف و ہراس وغیرہ۔ انہیں حالات میں اس کا نفس متغیر و متبدل ہوتا رہتا ہے اور بعض تو اسی دلدل میں پھنسے رہ جاتے ہیں۔ کسی قسم کی لعنت و ملامت۔ یا رسم و رواج یا عقل کی پابندیاں اُن پر کوئی اثر نہیں کرتیں اسی کو حجاب نفس کہا جاتا ہے۔

② حجاب رسم۔ وہ انسان جسے کمالِ عقل حاصل ہو جاتا ہے وہ بصیرت کی آنکھ

کھول کر اپنی قوم وملت کی نفع بخش تدابیر، تمدن، اخلاق وصنائع وغیرہ کی تحصیل وترقی میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ اسی کو "حجاب رسم" یعنی دنیا کہتے ہیں۔

(۳) حجاب سوء فہم۔ بعض لوگ مرنے تک انہیں حالات میں گم رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ عقلمند اور حساس ہوتے ہیں وہ شریعت اور تقلید دین کے ذریعہ یہ یقین حاصل کر لیتے ہیں کہ ان کا ایک رب ہے جو قادر مطلق ہے اور اپنے تمام اعمال کو اسی کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ان میں ایک تو خالص توحید پر جمے رہتے ہیں لیکن بعض یا تو اللہ تعالیٰ میں مخلوق کی صفات کو قائم کر لیتے ہیں۔ یا غائب کو حاضر پر قیاس کر لیتے ہیں جس کو تشبیہ کہتے ہیں۔ یا خالص شرک میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ ارباب فہم وبصیرت بعض اوقات احادیث جبروت، عالم جبروت، عالم ملکوت سے تدابیر غیبی کی جو صدائیں بلند ہوتی ہیں ان کی طرف کبھی کان بھی نہیں لگاتے۔ واللہ اعلم۔

باب ۷ ○ حجابات مذکورہ کے ازالہ کے طریقے

حجابات طبیعت کے ازالہ کی دو تدبیریں ہیں۔

ایک یہ کہ اس کو حکماً روک دیا جائے یا ترغیب دیکر آمادہ کیا جائے یعنی ریاضت اور عبادت کے ذریعہ مثلاً روزہ۔ ذکر وفکر وشب بیداری کے ذریعہ۔ بعض جہلاء اپنا عضو تناسل کاٹ دیتے ہیں یا ہاتھ پاؤں خشک کر ڈالتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ درمیانی راہ اختیار کی جائے۔ (حدیث شریف میں ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا)۔

دوسری تدبیر یہ ہے کہ صرف زبانی سختی کافی نہیں ہے۔ سزا، جرمانے اور کوڑے کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً زنا وغیرہ۔ حجاب رسم، ذکر وفکر کے ذریعہ یا پھر طاعات اور عبادات کے ذریعہ رسم ورواج کے حجابات ٹوٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کی معرفت ہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ لوگوں سے اُن کے فہم کے مطابق خطاب کیا جائے مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے لیکن اس کا وجود ہمارے وجود جیسا نہیں ہے وہ ہر جگہ موجود وحاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم جیسا نہیں ہے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ہے۔ اپنے اندر مشغول کرنے والی

غیراللہ اشیاء کا ازالہ ایسی ریاضات سے کرے کہ بلند تجلیات پیدا ہو جائیں خواہ بقدر امکان اعتکاف کرنے سے ہو۔ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نقش و نگار والے پردہ کو چاک کر دیا تھا یا ریشمی کپڑے کو دُور کر دیا تھا جس میں بیل بوٹے تھے۔

مبحث پنجم

مقدمہ

باب ا ○ نیکی و بدی کی حقیقت

پچھلے صفحات میں ہم نے جزاء و سزا کے دلائل پیش کر دیئے۔ پھر ارتفاق (خاندانی معاشرہ) کا ذکر کیا۔ پھر ہم نے حقیقت سعادت اور اس کے اکتساب کے طریقے بتلا دیئے اب نیکی و بدی کی حقیقت ملاحظہ ہو

بر (نیکی) وہ عمل ہے جو مرضیات خداوندی میں فنا ہو کر انجام دیا جائے۔ اس کی جزاء (بدلہ) دنیا اور آخرت میں مل کر رہتا ہے اور ایسے اعمال سے حجابات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

اثم (بدی) وہ عمل ہے جو شیطان کی اطاعت میں اس کی مرضی کے لئے کیا جائے جس کی سزا دنیا اور آخرت میں مل کر رہتی ہے اور حجابات بڑھتے جاتے ہیں۔ بہر حال نیکی اور بدی کے اصول و قوانین ہیں جو بذریعہ الہام انسانوں پر بھی القاء کئے جاتے ہیں اور یہ تمام ملل و ادیان کے اندر کچھ مختلف صورتوں میں موقع و محل کے اعتبار سے ہر جگہ اسی قانون کے تحت کار فرما ہوتے ہیں۔ اگر کوئی نافرمانی یا خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کو عضو زائد کی طرح باقی رکھنے سے اس کا علیحدہ کر دینا ہی بہتر ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ان قوانین کو مستحکم فرما کر دنیا جہان پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ ہم ان قوانین کی تشریح کرتے ہیں جن کو تمام اقوام عالم نے اختیار کیا ہے وہ اللہ والے سلاطین اور صاحب الرائے لوگ تھے۔ عرب تھے، عجم تھے، یہود تھے، مجوس تھے اور ہنود تھے۔ قوت بہیمیہ جب قوت ملکیہ کی مطیع ہو جاتی ہے تو یہ سنن و قوانین کیسے

پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے فوائد آگے بیان ہوں گے۔

باب ۲ ○ توحید کا بیان

نیکی کا سرچشمہ توحید ہے۔ جس نے کسی قسم کا شرک نہیں کیا اس پر جنت واجب ہے۔
توحید کے چار درجے ہیں:

① واجب الوجود، اس کے سوا کوئی نہیں۔
② ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔
③ جو کچھ کائنات میں ہے اس کا مدبرِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔
④ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

توحید کے آخری دو درجوں کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ ان میں تین بڑے فرقے ہیں:

① ایک نجومی جو ستاروں کو اپنی حاجات کے لئے شریک سمجھتے ہیں اور ان کے نام پر معبد بنالیا ہے۔
② دوسرا گروہ مشرکین کا ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ کے مقربین بندے بھی الوہیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور اُن کے بت تراش لئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو رد کر دیا۔
③ تیسرا گروہ نصاریٰ کا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ اس لئے کہ ان کے مرتبہ کو گرانا بہت بے ادبی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس عقیدے کی تردید فرمادی۔

باب ۳ ○ حقیقت شرک

عبادت۔ تذلل اور خاکساری کو کہتے ہیں۔ سجدہ ہی اعلیٰ قسم کی تعظیم و عبادت ہے فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اُن کے بھائیوں نے سجدہ کیا۔ سجدۂ عبادت تو اور بھی بڑی تعظیم ہے۔ تو ضروری ہوا کہ نیت سے ہی فرق کیا جائے۔

ایک علم غیب ہے۔ الہام وکشف (وحی) کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اور دوسرا علم ذاتی ہے جو خود عالم کی ذات کا اقتضاء ہے اور وہ کسی غیر سے حاصل نہیں ہوتا نہ اس کے لئے تحصیل واکتساب کی ضرورت ہوتی ہے۔ امر تکوینی اس کی خصوصیت ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ بعض اوقات انسان کسی دوسرے انسان یا فرشتے وغیرہ سے وہ آثار صادر ہوتے دیکھ لیتا ہے تو اسی کو خدا کا شریک گرداننے لگتا ہے اور یہ لوگوں میں موروثی چیز رہی ہے (یعنی جو باپ دادا کو کرتے دیکھا اسی کو اختیار کر لیا) اور ہر نبی ان کو شرک کی حقیقت سے آگاہ کرتا رہا ہے۔

پھر جب حاملین دین کا عہد ختم ہوگیا تو ان کے جانشین کچھ ایسے نا اہل ثابت ہوئے کہ انہوں نے نمازیں چھوڑ دیں اور شہوات کے پیچھے پڑ گئے اور کشف وکرامات کو اساس بنا لیا اور اللہ کی طرف اصلاً کسی قسم کا التفات نہیں کرتے۔ بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کی شفاعت قبول کرتا ہے اور انہیں مختار کل بنا دیتا ہے۔ مشتبہ امور کو قائم مقام اصل کے گردانتا ہے۔ حالانکہ تشبیہ دینا عین شرک وکفر ہے۔ جیسے بتوں کے سامنے سجدہ کرنا، ان کے لئے جانور ذبح کرنا، اُن کے نام کی قسم کھانا وغیرہ۔

میں (حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک ایسی قوم کو دیکھا کہ ایک چھوٹی سی مکھی کو سجدہ کر رہی تھی، مجھے انکشاف ہوا کہ وہ مکھی کو معبود نہیں گردانتے بلکہ قبلہ مانتے ہیں (یعنی معبود کی عبادت کے لئے مکھی کو سجدہ کرنا ایک شعار بنا لیا) چنانچہ اس دن سے میرا قلب توحید اور شرک کی حقیقت سے آگاہ ہوگیا کہ عبادت اور تدبیر میں کیا ربط اور تعلق ہے (یعنی تدبیر کو معبود بنا کر شرک میں مبتلا ہوگیا)۔ اس کی معرفت پوری طرح حاصل ہوگئی۔ واللہ اعلم۔

باب ۴ ○ اقسام شرک

مشرکین حج کا تلبیہ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ

تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ (ہم تیری بارگاہ میں حاضر ہیں، ہم تیرے حضور میں حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ ہاں وہ تیرا شریک ہے جس کا تو مالک ہے اور اس کی ملکیت کا بھی تو مالک ہے)۔

① پس پہلی قسم یہ ہے کہ لوگ بتوں اور ستاروں کے سامنے سجدہ کیا کرتے تھے اس لئے غیر اللہ کے آگے سجدہ کرنے کی ممانعت اُتری۔ سجدہ میں شریک اور تدبیر کرنے والا دونوں باہم لازم وملزوم ہیں۔ ورنہ تخلیق و تدبیر میں لوگ الگ سمجھنے لگتے تو پھر توحید کہاں باقی رہتی۔

② دوسری قسم یہ ہے کہ مشرکین اپنی احتیاجات غیر اللہ کے سامنے پیش کرتے اور اُن سے منت مانتے اور اعانت چاہتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے لازم کردیا کہ وہ صرف اللہ ہی سے اپنی حاجت چاہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر واجب کیا کہ نمازوں میں:۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ (الفاتحہ۔۴) — تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

پڑھا کریں۔ اور اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:۔

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ○ — پس مت پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو۔

(الجن۔۱۸)

دُعا کے معنے عبادت کے نہیں ہیں بلکہ دعا کے معنی طلب اعانت کے ہیں۔

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ (الانعام۔۴۱) — بلکہ اسی کو پکاروگے تم پس کھول دے گا جو کچھ کہ بلاتے ہو طرف اس کی۔

③ تیسری قسم شرک کی یہ ہے کہ لوگ خدا کی بیٹیاں اور بیٹے کہا کرتے تھے جس کو سختی سے روکا گیا ہے۔

④ چوتھی قسم شرک کی یہ ہے کہ:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ — ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو اپنا پروردگار بنالیا۔

(التوبۃ۔۳۱)

ان کے علماء ومشائخ ان کے لئے جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیتے تھے اور صریحاً حکم الٰہیہ کے خلاف کرتے تھے یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم میں ردوبدل مختلف پیغمبروں کی شریعت کے لئے فرما دیا ہو۔

۵ پانچویں قسم شرک کی یہ ہے کہ مشرک اپنے بتوں اور ستاروں کے نام پر جانور ذبح کر کے تقرب حاصل کرتے ہیں۔

۶ چھٹی قسم شرک کی یہ ہے کہ مشرکین اونٹنی اور بکری کے کان چیر کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور غیر اللہ کے نام کی قسم کھاتے ہیں۔

۷ ساتویں قسم شرک کی یہ ہے کہ غیر اللہ کا حج یا زیارت کی جائے۔

۸ آٹھویں قسم شرک کی یہ ہے کہ اپنے لڑکوں کے نام بتوں کے غلام کی ترتیب پر رکھتے ہیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان مشرکانہ ناموں کو تبدیل کر دیا اور عبداللہ عبدالرحمن رکھا۔

باب ۵ ۔ صفات الٰہیہ پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان لانا سب سے بڑی نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ حلول سے بالاتر عقل کی رسائی نا ممکن۔ اس کی صفات کے لئے صرف تشبیہات کے معنی (نہ کہ اصل) مراد لئے جا سکتے ہیں جیسے اس کے ہاتھ کشادہ ہیں سے مراد سخاوت لی جاتی ہے۔ وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ لیکن چکھتا ہے اور چھوتا ہے کی صفت سے نفی کی جائے گی خصوصاً لم یلد ولم یولد جس میں کافر الجھے رہتے ہیں۔ سلف صالحین اس بحث سے گریز کرتے تھے مگر بعد میں مسلمانوں کا ایک گروہ اس کے متعلق بحث کرنے پر اُتر آیا کہ کون سی صفات میں تاویل جائز ہے اور کون سی صفات میں نہیں۔ حقیقت یہ ہے اور اسی پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی شئے نہیں ہے وہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ہے۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی بحث سے منع فرمایا ہے۔ یہ بحث بھی لاحاصل ہے کہ ازروئے شریعت کون سی شئے اور صفت سے ذات الٰہی کو متصف مان سکتے ہیں اور کون سی شئے

اور صفت ایسی ہے جس سے متصف نہیں مان سکتے۔ اگران پر غور وخوض کی اجازت دیدی جائے تو وہ خود بھی گمراہ ہوجائیں گے اور مخلوق خدا کو بھی گمراہ کردیں گے۔ بعض صفت ایسی حیثیت رکھتی ہے کہ اس کو دوسرے معنی کے مقابلہ میں ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً حَیّ (زندہ)۔ علم سے علیم اسی طرح یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ایسا ارادہ کیا۔ یا قادر۔ قدرت والا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ بعض وقت اپنے بندوں پر علوم کا فیضان فرماتا ہے اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کو متکلم کہتے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ	آدمی کی شان یہ نہیں ہے کہ اللہ اس سے ہم کلام
اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ	ہو، ہاں وحی سے یا پردہ کی آڑ میں وہ کلام
اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ	کرتا ہے۔ یا کسی پیغمبر کو بھیج دیتا ہے تاکہ اللہ
مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝	کے اذن سے جو وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے۔
(الشوریٰ۔ ۵۱)	بے شک وہ بڑا بلند اور بڑا حکمت والا ہے۔

خطیرۃ القدس (ملاء اعلیٰ) میں ایک ایسا نظام ہے کہ جب کوئی بشر اس نظام کا اتباع کرتا ہے تو وہ تاریکیوں سے نکال کر نور الٰہی کی وسیع کشادگیوں میں پہنچا دیا جاتا ہے اور وہ بڑے بڑے انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ فرشتے اُس سے حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ اور جو بشر اس کے خلاف کرتا ہے تو وہ عذاب الیم میں مبتلا کیا جاتا ہے اسی نظام کے تحت دعائیں قبول یا رد کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد جب لوگ اس جہان سے منتقل ہو کر آخرت کی طرف جائیں گے اپنی آنکھوں سے تجلی و انوار کے ذریعہ (اللہ تعالےٰ کو چودھویں کے چاند کی طرح دیکھیں گے۔ واللہ اعلم۔

باب ۶ ○ ایمان بالقدر

جو بشر تقدیر پر ایمان کامل رکھتا ہے، اس سے اس شخص کے اندر تدبیر وجدانی ازلی کا انکشاف ہوتا ہے۔ اگرچہ کامل انکشاف (روئت) آخرت ہی میں ہوگا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص قدر وقضا کی بھلائی اور برائی پر ایمان نہیں رکھتا

میں اس سے بری ہوں"۔ اور فرمایا "کسی کا ایمان درست نہیں جب تک کہ وہ تقدیر و قضا کی بھلائی اور برائی پر ایمان نہیں رکھتا۔ اور خوب یقین نہیں رکھتا کہ جو کچھ اس کو پہنچا اس میں خطا کو دخل نہیں۔ جو اس نے بگاڑ دیا اس میں درستگی کو دخل نہیں"۔

اللہ تعالیٰ کا ازلی اور ذاتی علم تمام موجود و حاضر اور آئندہ حوادث پر محیط ہے۔ جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب تقدیر ہی اصل چیز ہے تو عمل کے کیا معنی؟ لازم ہونے والی تو تقدیر ہے۔ اس تقدیر و قضاء سے نہ کوئی بھاگا اور نہ بھاگ سکتا ہے اور نہ ہی اس سے بچنے کے لئے کوئی حیلہ مفید ہو سکتا ہے۔ (جو عمل کرے گا وہ بھی اپنی تقدیر سے کرے گا اور جو عمل نہ کرے گا وہ بھی اس کی تقدیر ہی تو ہو گی۔ عمل نہ کرنا بھی تو ایک عمل ہی ہوا۔ اسی لئے انسان کو تکلیف اور مشقت و محنت و عمل کا مکلف بنایا ہے اسی پر جزاء اور سزا مقدر کی گئی ہے۔ اور وہ مشیت الٰہی ہے۔ از ناقل رضی)۔

اس تقدیر کی پانچ قسمیں ہیں :۔

① ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں اپنے ارادہ سے ایک ہی مرتبہ میں وجود عالم کے تمام حوادث و واقعات کی صورت کی تخصیص اور تعیین فرما دی۔

② دوسری قسم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل لکھ دیں مثلاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت متحقق ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن متعین ہو گیا۔ اور ابو لہب کے لئے یہ متعین ہو گیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے انکار کرے گا اور آخرت میں اس پر آگ کے شعلے برسیں گے۔ چنانچہ حوادث اور موجودات کا ظہور اسی طرح ہوتا ہے جس طرح عرش کے اندر (لوح محفوظ میں) موجود ہے۔

③ تیسری قسم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو عالم مثال میں ان کی اولاد کی صورتیں بھی پیدا کیں اور ان کی سعادت اور شقاوت وابستہ کر دی اور ان کو احکام الٰہیہ سے مکلف قرار دیا گیا۔ اور معرفت الٰہی عطا کی گئی خدا کے

سامنے انکساری عجز و نیاز (عبادت و بندگی) کے طریقے بتائے چنانچہ یہی وہ اصل مخفی میثاق ہے جو انسانوں کی اصل فطرت میں موجود ہے اور اسی کی وجہ سے اس سے مواخذہ ہوتا ہے اور ہوگا۔ اگرچہ لوگ اس اصل واقعہ کو فراموش کر گئے ہیں۔ لیکن تمام نفوس جو زمین پر پیدا کئے گئے ہیں وہ اُنہی صورتوں کا عکس ہیں۔ جو اس دن (روز ازل) پیدا کی گئی تھیں۔

④ چوتھی قسم کی تقدیر یہ ہے۔ جس طرح کھجور زمین میں بویا جاتا ہے اور پھل دار درخت بنتا ہے اسی طرح مادر رحم میں جنین کے اندر روح پھونکی جاتی ہے اور مخصوص تدبیروں سے اس کی نشو و نما ہوتی ہے اسی وقت فرشتے پر منکشف ہو جاتا ہے کہ اس بچہ کی عمر کیا ہو گی، رزق کس قدر اور کیسا ہو گا؟ کس قسم کا عمل کرے گا وغیرہ۔

⑤ پانچویں قسم کی تقدیر یہ ہے کہ انسانوں پر جو حوادث آتے ہیں وہ خطیرۃ القدس سے اُس چیز کی صورت مثالی زمین کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے (حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے) چند آدمیوں کو جب آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔ اسی وقت میں نے ایک مثالی نورانی نقطہ خطیرۃ القدس سے زمین پر نازل ہوتا ہوا دیکھا تو اُن جھگڑا کرنے والوں میں لطف و محبت کی برکتیں پیدا ہو گئیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کی نشانیوں میں سے ایک تھی۔

اسی طرح ایک مرتبہ میرا (حضرت شاہ صاحبؒ کا) بڑا بیٹا بیمار ہو گیا تو ظہر کی نماز میں دیکھا کہ خطیرۃ القدس سے اس کی موت اُتری اور رات میں وہ انتقال کر گیا۔ پس زمین پر ظاہر ہونے سے قبل اللہ تعالیٰ اُن حوادث کی تخلیق فرما دیتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ثابت شدہ شئے محو یا معدوم، یا معدوم کو موجود کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ — اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے

يُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (الرعد - ٣٩) اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ ایک مصیبت تخلیق فرما کر نازل فرماتا ہے تو مصیبت زدہ اپنی دعا اوپر بھیجتا ہے تو وہ دعا مصیبت کو دفع کر دیتی ہے اسی طرح موت کو بھی مسترد کر دیتی ہے۔ عقل کی بات یہ ہے کہ وہ مخلوق شئے جو اوپر سے اترتی ہے۔ اسباب عادیہ میں سے ایک سبب کی حیثیت رکھتی ہے جس طرح کہ کھانا پینا زندگی کا سبب ہے۔ زہر اور تلوار موت کا سبب ہے۔ بکثرت احادیث اس امر پہ دلالت کر رہی ہیں کہ ایک عالم ایسا بھی موجود ہے جہاں زمین پر نازل ہونے سے پہلے اُن اشیاء کی تخلیق ہو جاتی ہے۔ اور معانی اس میں منتقل ہوتے ہیں۔ مثلاً رحم عرش کے ساتھ معلق ہے۔ فتنے اس طرح نازل ہوتے ہیں جیسے قطروں کی بوچھاڑ۔ جنت اور دوزخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائی گئی۔ آدم علیہ السلام کی تمام ذریات پیدا کر دی گئیں۔ عقل پیدا کر دی گئی۔ وغیرہ۔

حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ منتر (تعویذ) دوا اور پرہیز تقدیر الٰہی سے بچا سکتے ہیں آپ نے فرمایا یہ بھی تقدیر الٰہی سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وارد ہے کہ اگر تم اونٹنیوں کو سبزہ زاروں میں چراؤ تو کیا یہ تقدیر الٰہی نہیں ہے؟ ہاں بندوں کو اپنے افعال کا ضرور اختیار دیا گیا ہے۔ لیکن انسانوں کے قلوب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہیں جس طرح چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ۷ ○ عبادت کرنا بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہ اپنے ارادہ سے بندوں کو جزا دے گا

جو پختہ عقیدہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور کسی کو اس کا شریک نہیں کرتا اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اس سے پروردگار کی طرف سے عبادت کا کوئی مطالبہ اور نہ اس

سے مواخذہ ہوگا تو ایسا ہی شخص دہریہ ہے۔ اگر وہ عبادت بھی کرے تو اس کے قلب میں اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اس کی یہ عادت عادتی امور کی طرح ایک عادتی امر ہوگا اور بس۔ انبیاء اور ورثۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معارف و علوم میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مقامات جبروت میں ایک مقام ہے جہاں ہر امر و فعل کا قصد و ارادہ پایا جاتا ہے اور اسی کے مطابق فیصلہ صادر ہوتا ہے۔ کچھ لوگ جو اپنے کو حکماء کہتے ہیں اس کو نہیں مانتے، وہ اس مقام کی جو تجلی اعظم اور ملاء اعلیٰ کے درمیان شعاعوں کی طرح موجود ہیں اُس سے محجوب ہیں۔ جب کوئی شخص استعداد خاص اور قابلیت مخصوصہ کے ذریعہ باری تعالیٰ خالق صورت سے کسی مخصوص صورت کا طالب ہوتا ہے اور دعا کرتا ہے اور وہ قبول ہو جاتی ہے تو اسی کے مطابق نئے واقعہ کا ظہور ہوتا ہے۔

شاید تم یہاں یہ کہو کہ یہ تو اس امر سے بے خبری ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ حاشا للہ ایسا نہیں ہے۔ شرائع الٰہیہ نے جس جہالت و بے خبری کی نفی کی ہے وہ تو ایمان بالقدر کو ثابت کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے "جو چیز تم کو پہنچی اس میں چوک ہونے والی نہیں تھی اور جس چیز کو تمہارے متعلق چوک کی گئی وہ تمہیں ملنے والی نہیں تھی"۔

فعل اور ترک فعل کے اعتبار سے یقیناً یہ علم حق ہے۔ مثلاً تم چوپایوں میں نر کو "نرینہ" کام اور مادہ کو "مادینہ" کام کرتے دیکھتے ہو اور کہو کہ یہ افعال اُن سے جبراً اور اضطراراً صادر ہو رہے ہیں تو یہ غلط ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ یہ فعل بلا کسی علت و سبب کے صادر ہو رہا ہے تو یقیناً یہ بھی ایک جھوٹ ہے۔ اور اگر تم یہ کہو کہ نر و مادہ کی ذات و طبیعت میں جو ارادہ متمثل ہے ان میں کوئی مستقل جوش و ہیجان نہیں تو یہ بھی خلاف واقعہ ہے۔ حق اور یقینی بات اس کے بین بین ہے جو فعل مقصود ہے اُس کے اسباب و علل ہی اُس کو واجب بنا دیتے ہیں۔ لیکن اس اختیار کی شان یہ ہے کہ تم پھر کہو کہ میں اپنی ذات کے اندر یہ امر پاتا ہوں کہ کسی کام

کا کرنا یا نہ کرنا اپنے نزدیک مساوی پاتا تھا لیکن میں نے اس فعل کا کرنا اختیار کیا اور یہی میرا اختیار اس فعل و امر کا سبب ہے تو تم اپنے اس قول میں صادق ہو۔ یہی شرائع الٰہیہ نے خبر دی ہے۔ پس اسی اختیار یعنی فعل کے کرنے یا نہ کرنے کی بناء پر جزا و سزا مرتب ہوتی ہے۔

شریعت کے لئے بندوں کو مکلف گردا ننا ایسا ہے گویا کوئی آقا اپنے خادموں کو کسی خدمت پر مامور کرتا ہے جو اس کو انجام دیتے ہیں۔ آقا اُن سے راضی ہوتا ہے۔ اور جو خادم کوتاہی کرتا ہے اس سے ناراض ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کی معرفت تین مقدمات پر منتج ہوتی ہے:۔

① اوّل۔ اللہ تعالیٰ منعم حقیقی ہے اور عبادت اس کے انعامات کا شکریہ ہے۔

② دوم۔ جو ان احکام سے گریز کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو دنیا میں سخت ترین سزا دیتا ہے۔

③ سوم یہ کہ اطاعت گذار اور گنہگار بندوں کو آخرت میں ان کے نیک و بد اعمال کی جزا اور سزا دے گا۔

قرآن حکیم درحقیقت انہی تین قسم کے علوم کی تشریح ہے انسان کا فطری میلان یہ ہے کہ وہ اپنے منعم حقیقی کی عبادت کرے۔ یہ فطری میلان روح انسانی کے اندر ایک ایسا لطیفۂ نورانی موجود ہے جس کا طبعی میلان اللہ عزوجل کی طرف ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ کس قسم کا طبعی میلان ہے؟ اسی کو وجدانی محبت کہتے ہیں۔ دلائل اور براہین سے اُسے حاصل نہیں کیا جاسکتا جیسے ایک بھوکا پیاسا اپنے وجدان ہی کے ذریعہ اپنی بھوک پیاس معلوم کرسکتا ہے۔ دلائل اور براہین کے ذریعہ نہیں۔

لطائف سفلی کا انسان پر ایسا اثر ہوتا ہے جیسے بے حس کرنے والی کوئی چیز استعمال کرلی ہو اُس کا ازالہ اختیاری موت یا زبردست مجاہدہ کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اگر ازالہ نہ کیا تو مرنے کے بعد بدبخت ہوگا اور عالمِ برزخ میں بھی وحشت و پریشانی سے لبریز رہے گا جیسے صفراوی مزاج کا آدمی خواب میں آگ اور شعلے دیکھتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ عبادت اللہ تعالیٰ کا بندوں پر لازمی حق ہے اسی سے اور تمام حقوق متعین ہوتے ہیں مثلاً قرآن حکیم کا حق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق والدین کا حق، رشتہ داروں کا حق۔ یہ تمام حقوق نفس کے حقوق ہیں لیکن اُن سے جن سے معاملہ پیش آتا ہے، تحقیق شرط ہے۔

باب ۸ ○ شعائرالٰہیہ کی تعظیم واحترام

شعائرالٰہیہ کی تعظیم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ یعنی عبادت کی کوتاہی ذات خداوندی کے متعلق کوتاہی ہے۔ عادات عبادت اس قدر راسخ ہو جائے کہ کوتاہی کروں گا تو میرا سخت مواخذہ ہوگا ظاہر ہے کہ جو احکام بندہ کے لئے واجب قرار دیئے گئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نفع و فائدہ کے لئے نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند و بالاتر ہے۔ تشریعی امور میں فرد نہیں بلکہ ساری امت پیش نظر ہوتی ہے و للہ الحجۃ البالغۃ بڑے بڑے شعائرالٰہیہ چار ہیں:۔

① قرآن کریم ② کعبۃ اللہ ③ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ④ نماز

① قرآن کریم کی تعظیم یہ ہے کہ جب یہ پڑھا جائے تو لوگ اُسے سنیں اور خاموش رہیں اور اوامر کی تعمیل کریں اور بغیر وضو اور طہارت کے اس کو نہ چھوئیں۔

② کعبۃ اللہ کی تعظیم یہ ہے کہ پاک وصاف حالت میں طواف کیا جائے اور اس کی طرف منہ کیا جائے۔ پیشاب پاخانہ کرتے وقت اس طرف منہ اور پیٹھ نہ کی جائے۔ (حتیٰ کہ اس طرف تھوکا نہ جائے)۔

③ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم یہ ہے کہ آپ کی اطاعت کو فرض و واجب قرار دیا جائے۔

④ نماز اس طرح شعائرالٰہی ہے کہ خشوع وخضوع سے حمد وثناء کے ساتھ مسنون طریقہ پر ادا کی جائے۔ کیونکہ ہم نماز میں اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوتے ہیں۔

باب ۹ ○ اسرار وضو و غسل

طہارت سے ملائکہ سے قرب اور شیاطین سے بُعد ہو جایا کرتا ہے عذاب قبر بھی دور ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ نیت بھی ہو اور روحانی اذکار اور اوراد تو معرفت کے لئے بہت مفید ہیں۔

باب ۱۰ ○ اسرار نماز

جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کے لئے ہدایت کا فیصلہ فرماتا ہے اس پر مقدس تجلیات و انوار نازل ہونے لگتے ہیں۔ اور وہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت پر کلمۂ شہادت کو دل سے تصدیق کرتا ہے۔ پھر مخبر صادق علیہ السلام اس کو نماز کی تاکید فرماتے ہیں تو وہ شخص اپنے پروردگار کے حضور میں مناجات، استدعا اور التجا لے کر کھڑا ہو جاتا ہے کبھی رکوع کرتا ہے۔ کبھی اپنی پیشانی اور ناک کو زمین پر رگڑتا ہے نماز ام الاعمال ہے۔ عوام اور خواص ہر ایک کے لئے مفید ترین عمل ہے۔ نماز مؤمن کی معراج ہے۔ نماز گناہوں کا کفارہ اور رواجی برائیوں سے بچنے کے لئے بے حد نفع بخش ہے۔ جس نے نماز ترک کی وہ کافر ہوا۔

باب ۱۱ ○ اسرار زکوٰۃ

کسی مسکین کو جب کوئی حاجت پیش آجاتی ہے تو رضائے الٰہی اس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے گڑگڑانے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے بندے کے قلب میں الہام فرماتا ہے کہ وہ اس کی حاجت روائی کر دے۔ یہی معاملہ ایک مرتبہ میرے ساتھ پیش آیا۔ ایک شخص کا خدائے قدوس کے جود و سخا کا دروازہ کھٹکھٹانا اور میرے قلب کو الہام کے ذریعہ منتخب کرنا اور اس کی حاجت روائی کے کرنے پر اجر و ثواب کا ظہور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اسی طرح جہاد میں کوئی اپنا

مال خرچ کرتا ہے تو رحمت الٰہی اُس پر چھا جاتی ہے۔ یہی حال قحط سالی کے زمانے میں ہوتا ہے۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب اچھی طرح واضح فرما دیا ہے کہ جو مویشیوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے وہ چوپائے قیامت کے دن اس کو اپنے قدموں تلے روندیں گے سونا چاندی کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کو جہنم کی آگ سے پیشانیوں اور بدن پر داغ دئیے جائیں گے۔ بہت سے لوگ موت کے منہ سے اپنے مال کے بدلے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کر دیتے ہیں، بچ جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قضار کو دعا کے سوا کوئی چیز مسترد نہیں کر سکتی اور عمر میں کوئی چیز زیادتی نہیں کر سکتی سوائے نیکی کے۔ مال کو راہِ خدا میں صدقہ کرنے سے گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے مگر توبہ شرط ہے۔ خاندان اور قبیلے میں حسنِ اخلاق کے ذریعے خوب کھانا کھلانا اور بکثرت سلام کرنا بہترین ہمدردی ہے مال میں برکت ہوتی ہے۔ زکوٰۃ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ واللہ اعلم

باب ۱۲ ○ اسرار صوم

روزہ بھوک پیاس، ترک جماع، ترک مباشرۃ، زبان، قلب اور دیگر اعضائے جسم کو قابو میں رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم السلام نے نفسانی مرض کا یہی علاج بتایا ہے۔ نفسانی جوش اور ہیجان ٹوٹ جاتا ہے اور طبیعت عقل کی اطاعت گزار ہو جاتی ہے۔ گناہ کے کفارے کے روزے مسلسل رکھنے سے گناہ کا پھر ارتکاب کرنا محال ہو جاتا ہے۔ عورت کی طرف میلان سے بچنے کے لئے روزہ شہوت کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ روزے سے قوت ملکیہ پیدا ہوتی ہے اور روزہ روح کو صیقل کرتا ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزے کے ایام میں شیاطین زنجیروں سے جکڑ

دیئے جاتے ہیں۔ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ جب انسان اپنے دنیاوی مشاغل میں بہت زیادہ ملوث ہو جاتا ہے تو اس کے لئے اعتکاف اور اس میں شب قدر کی تلاش بڑی سعادت ہے اور وہ فرشتوں کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔

باب ۱۳ ○ اسرارِ حج

حج کی اصل دنیا کی ہر قوم میں موجود رہی ہے۔ ایک مخصوص زمانے میں ایک مخصوص جگہ پر جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانی فرمائی ہے۔ وہاں ایک مخصوص طریقے پر طواف اور عبادات کرنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یادگار ہے یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں نفس اور دل پر بارگاہ خداوندی کے مقربین کا رنگ اور اثرات غالب آجاتے ہیں اور میں نے (شاہ ولی اللہ صاحب) اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے اور دیکھی ہیں۔ دور دراز باشندوں میں باہم تعلق اور یگانگت پیدا ہو جاتی ہے۔ حج محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا ہے۔ حج انسان کے تمام پچھلے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے (جیسے ابھی ماں کے شکم سے پیدا ہوا ہے)۔

باب ۱۴ ○ مختلف نیکیوں کے اسرار

① ایک نیکی تو ذکر الٰہی ہے۔ یہ تمام اعمال سے افضل ہے۔ قساوت قلبی کے دفیعہ کے لئے مجرب ہے۔

② ایک نیکی دعا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "دعا عبادت کا مغز ہے" راز و نیاز کا ذریعہ ہے۔

③ ایک اور نیکی تلاوت قرآن پاک ہے۔ حدیث میں ہے ہر شے کی ایک صیقل ہے قلب کی صیقل قرآن حکیم کی تلاوت ہے۔

④ ایک اور نیکی اقرباء اور پڑوسیوں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک ہے۔

⑤ ایک اور نیکی جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سرکشوں سے۔ ظالم سلاطین سے۔
⑥ ایک نیکی مصائب اور آلام پر راضی برضا رہنا ہے جو گناہوں کا کفارہ ہے جس سے ثواب و تقرب حاصل ہوتا ہے۔

باب ۱۵ ○ گناہوں کے مدارج

① اول درجہ کا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے پروردگار کو جانتا ہی نہیں جہالت ہے یا جانتا تو ہے لیکن اپنے خالق و پروردگار کو مخلوق کی صفات سے متصف مانتا ہے تو یہ شرک ہے اور اللہ کے غیر میں مشغول ہے وہ زندگی کو صرف یہی زندگی سمجھتا ہے اور بس۔ وہ اگر اسی میں مرجائے تو اس کے لئے ہمیشہ کی رسوائی ہے۔
② دوسرے درجہ کا گناہ تکبر ہے اس سے انسان انتہائی ایذا میں مبتلا ہوجاتا ہے وہ ملت کے تمام احکام سے متنفر ہوجاتا ہے۔
③ تیسرے درجے کے گناہ زمین پر خطرناک ترین فساد اور خرابیوں کا باعث ہوتے ہیں اور اس پر لعنت ہوتی ہے۔
④ چوتھے درجے کا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے نبی کی تکذیب کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی لئے مبعوث فرمایا ہے کہ وہ انسانوں کو ضلالت اور گمراہی سے نکالیں۔
⑤ پانچویں درجے کا گناہ یہ ہے کہ بندہ جائز اور حلال کو بھی اپنے اوپر حرام کرلیتا ہے اس لئے اس کی باز پرس ہوگی۔ حدیث قدسی ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں جیسا کہ وہ مجھ سے رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "رہبانیت کو اُن لوگوں نے خود اپنے لئے ایجاد کرلیا تھا" اس لئے اُن پر بھی لازم کردیا گیا کہ وہ خدا کی رضامندی رہبانیت ہی میں تلاش کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم خود اپنے اوپر سختی نہ کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر سختی کردے گا۔ اور فرمایا گناہ وہ ہے جو تمہارے سینہ میں کھٹکے۔ اور گناہ کا ایک

درجہ یہ بھی ہے کہ کسی مجتہد کے اجتہاد پر جو نافرمانی کرتا ہے وہ اس کا پیرو ہے۔

باب ۱۶ ○ گناہوں کے مفاسد

کبیرہ گناہ وہ ہوتا ہے جس سے نیکی ترک کر کے بُرائی اختیار کی جاتی ہے۔ دنیا میں شرعی حدود اور آخرت میں عذاب قبر و عذاب حشر کو واجب کر دیتا ہے۔

صغیرہ گناہ وہ ہوتا ہے کہ آدمی نیکی تو کرتا ہے لیکن تدبیر منزل کو خراب کر کے کرتا ہے (یعنی شرعی اصول سے ہٹ کر) مثلاً اپنا سارا مال خرچ کر کے سخاوت کا ثواب حاصل کرنا چاہے لیکن اپنے اہل و عیال کو در بدر ہاتھ پھیلانے پر مجبور کرے۔

وہ گناہ جو شریعت کے مقابلہ میں رسم و رواج کو ترجیح دے کر کئے جاتے ہیں وہ شریعت سے عداوت اور سرکشی ہے اور وہ شخص مردود ہے۔

جو یہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوں گے اس کے دلائل موجود ہیں۔ لیکن میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں کہ حکمتِ الٰہیہ ہرگز ایسی نہیں کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کے ساتھ وہ ایسا معاملہ کرے جو کافر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ خارق عادت اور عادتِ مستمرہ کے موافق اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں کہ ایک مدت دراز تک اُسے عذاب میں رکھیں یا خلاف عادت معاف فرما دیں۔ واللہ اعلم

باب ۱۷ ○ گناہ جو نفس انسانی سے تعلق رکھتے ہیں

انسان کی شدید ترین شقاوت یہ ہے کہ وہ "دہریہ" ہو جائے یعنی علوم فطریہ کا مخالف ہو جائے۔ اور اصل فطرت ہے انسان کا اپنے مبدأ جل جلالہٗ اور خالق کی جانب ذاتی میلان اور نہایت درجہ اس کی تعظیم کرنے کی خواہش ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ	اور اس وقت کو یاد کر کہ تیرے رب نے
مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ	بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا

عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ج (الاعراف۔۱۷۲) اور اُن کو گواہ کیا ان کی جانوں پر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام انسانوں کی پیدائش فطرت اسلام پر ہوتی ہے۔ دہریہ جب مرجاتا ہے تو اس کے حجابات اس کے پروردگار تک نہیں پہنچنے دیتے اور وہ عذاب الیم میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی کافر کا معاملہ ہے۔ کافر اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف تکبّر کرتا ہے۔ شان سے مراد اللہ تعالیٰ کا نظام کائنات ہے۔ ملاء اعلیٰ سے جو وحی و الہامات ہر دن ایک نئی نرالی شان میں نازل ہوتی رہتی ہے۔ کافر کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر پردے پڑجاتے ہیں اور مہر لگادی جاتی ہے۔

انہیں میں سے وہ ہیں جو کبائر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ نیکیوں کی لذت سے آشنا ہوتے ہوئے بھی اپنے نفس کے قفس میں پھڑپھڑاتے رہتے ہیں۔ اس سے کم درجہ کے گناہ بھی ہیں کہ آدمی تمام اوامرِ الٰہی کو بجالاتا ہے لیکن واجب طریقوں کے بموجب نہیں کرتا جس کی وجہ سے وہ مثل زخمی پرندکی طرح ہو جاتا ہے جو قفس سے نکلنے میں اپنے بال و پر بھی اُکھڑوا ڈالتا ہے۔ حدیث پُل صراط میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کچھ لوگ پُل صراط سے کٹ کٹ کر جہنم میں گریں گے۔ کچھ جہنم میں گرنے کے بعد نجات پائیں گے اور کچھ جہنم کی آگ کی لپیٹ پاکر نجات پالیں گے۔ واللہ اعلم۔

باب ۱۸ ○ وہ گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے

بعض حیوانات کی پیدائش زمین سے کیڑوں کی شکل میں ہوتی ہے اور اُن کو صرف غذا کا الہام کیا جاتا ہے۔ زندگی کے رہنے سہنے کی تدبیرِ منزل کے الہام کی ان کو ضرورت نہیں ہوتی۔ بعض حیوانات نر و مادہ میں تناسل و توالد کا اور تدبیرِ منزل کا بھی الہام کیا جاتا ہے آشیانہ بنانا، بچوں کی پرورش کرنا۔ انسانوں کو تدبیرِ منزل، خانہ آبادی، تدابیرِ معاش و معاشرت کے علاوہ تدابیرِ عمرانی اور مدن کا بھی اللہ پاک کی طرف سے الہام کیا جاتا ہے جس سے تعمیری اور تخریبی خصلتوں اور عادتوں

کا ملکی، عمرانی اور شہری نظام زندگی پر اثر پڑتا ہے وہ تین قسم کے ہوتے ہیں اول وہی شہوانی دوم سبعی یعنی درندگی سوم غلط روی اور بد معاملگی سے پیدا شدہ اعمال لہٰذا معاشرت کی خوشگواری کا دارومدار باہمی تعاون پر موقوف ہے اس لئے انسانوں کو یہ الہام کیا گیا کہ اپنی منکوحہ بیوی کو مختص کرے اور کسی دوسرے کی زوج پر دست درازی نہ کرے۔ یہی چیز زنا کے حرام ہونے کی اصلی وجہ ہے۔ دوسرا گناہ غیر کی عورت کے علاوہ ہم جنسی کی لعنت ہے۔ لواطت کا عذاب ہے یہ فعل توالد و تناسل کے سلسلہ کو منقطع کر دیتے ہیں یعنی نظام الٰہی کو درہم برہم کر دیتے ہیں بتائیے کتنا بڑا عظیم گناہ ہوا۔

اسی طرح شراب نوشی کا گناہ ہے۔ اسی طرح حسد، بغض، کینہ وغیرہ اور اس سے پیدا ہونے والے افعال قتل و غارتگری کا گناہ ہے اسی میں کسی کو زہر دینا اور سحر و جادو کرنا بھی شامل ہے۔ جائز کمائی کے ذرائع کو چھوڑ کر ناجائز کمائی مثلاً چوری، غصب، ڈکیتی وغیرہ تمدنی زندگی کو تباہ کر دیتی ہیں۔ جب حکومتیں اُن کو سزا دینے لگتی ہیں تو ایسے جرائم پیشہ لوگ جھوٹے دعوے اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ ناپ تول میں خیانت اور بے ایمانیاں کرنے والے، جوا کھیلنے والے، سود در سود کھانے والے معاشرے کا استحصال کرتے ہیں۔ اسی طرح عشر و ٹیکس کی زیادتی تو ڈکیتی اور رہزنی سے بھی زیادہ بندوں کے حقوق کو سلب کرنے والا گناہ ہے۔ پھر ملاء اعلیٰ سے ایسے لوگوں پر ایذا اور سزا کا فیصلہ اترتا ہے۔

مبحث ششم

سیاست ملیہ

باب ۱ ○ ملتیں قائم کرنے والے رہنماؤں کی ضرورت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اے پیغمبر بیشک تم ڈرانے والے ہو" ہر قوم کے لئے

ایک رہنما ہوا کرتا ہے۔ عقلِ سلیم گناہوں کی مضرتوں سے واقف ہوتی ہے مگر بھی بہیمیہ کے عقل پر پردے پڑ جاتے ہیں اس لئے ان کو ایک ایسے عالم کی ضرورت ہوتی ہے جو انہیں سنت راشدہ کے احکام پر چلائے اور فاسق و فاجر کو پوری قوت سے مغلوب کر دے۔ اور جو لوگ اپنے کو کامل سمجھنے لگتے ہیں اور جہل مرکب بن جاتے ہیں اُن کی بھی اصلاح کر دے۔ ایسے مصلح اور رہنما کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ماقبل کی مثال پیش کرتا ہو۔ عظیم ترین صفات کا حامل ہو اور معصوم بے خطا ہستی ہو۔ ایسی ہستی کو پہچاننے اور ماننے کے لئے ذوق سلیم اور وجدان کی ضرورت ہوتی ہے اور بس اس کے سمجھنے کے لئے برہان و دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ایک شخص سے لفظ پانی یا زمین کہا جاتا ہے تو اسے پانی یا زمین کو پہچاننے کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی یہ علم جبلی اور طبعی ملکہ سے حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ مصلح خود ثابت کر دکھاتا ہے جو کچھ وہ کہتا یا کرتا ہے مثلاً اُس سے معجزات کا ظہور ہوتا ہے اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ فرشتوں سے اس کا خاص تعلق ہوتا ہے اور لوگوں کو یقین کرنا پڑتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بہتان یا کذب نہیں باندھتا۔ اور گناہ کی نجاست سے وہ کبھی ملوث نہیں ہو سکتا۔ پھر اُس سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ لوگ اپنے ماں باپ، مال و متاع سے بھی زیادہ اس کو محبوب رکھتے ہیں اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر عبادات میں مشغول رہتے ہیں۔

باب ۲ ○ حقیقتِ نبوّت اور اس کے خواص

انسانوں میں سب سے اعلیٰ طبقہ "مفہم" کا ہوتا ہے۔ سُنّت راشدہ، طریق ہدایت، عبادات، معاملات، عدل وانصاف، تدبیر کلّی اور نظامِ اصولی کا مجموعۂ محاسن ہوتا ہے۔ اُسے کسی کی ذراسی تکلیف بھی گوارا نہیں ہوتی۔ عالمِ غیب سے اُس کی مدد کی جاتی ہے۔ مفہمین کی بہت سی قسمیں ہیں :۔

① اوّل۔ وہ مفہم جن کو تذکیۂ باطن کے لئے حق تعالیٰ کی جانب سے تلقین کی جاتی

ہے اُنہیں کامل مفہم" کہتے ہیں۔

۲ دوم۔ وہ مفہم جن کو تدبیر منزل اور انتظامی امور کا القا۔ کیا جاتا ہے اُنہیں "حکیم" کہا جاتا ہے۔

۳ سوم۔ جو سیاست اور نظام عدل و انصاف قائم کرتے ہیں انہیں خلیفہ کہتے ہیں۔

۴ چہارم۔ اور جنہیں ملاء اعلیٰ کی حضوری حاصل رہتی ہے اُنہیں "مؤید بروح القدس" کہتے ہیں۔

۵ پنجم۔ اور وہ جن کی صحبت سے نصیحت، عبرت، سکون، انوارات اور ہدایات ملتی ہیں اُنہیں "ہادی اور مزکی" کہتے ہیں۔

۶ ششم۔ اور جو علوم و قوانین کے احیاء کی کوشش کرتے ہیں اُنہیں "امام" کہا جاتا ہے۔

۷ ہفتم۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی لعنت اور عذاب سے ڈرانے والے ہوتے ہیں اُنہیں "منذر" کہتے ہیں۔

اور جو لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر اُن کے سروں اور قلوب اور اُن کی تمام طاقتوں کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرا دیتے ہیں اُنہیں نبی اور پیغمبر کہا جاتا ہے پھر یہ اپنی قوم کو "کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ" کا مصداق بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پیغمبر کی اطاعت تمام لوگوں پر فرض کر دی جاتی ہے۔ انسانوں کی نافرمانیوں اور مفاسد پردازی کے اعتبار سے وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو مبعوث فرماتے رہے تھے تا آنکہ نبوّت کا سلسلہ سیّد المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرما دیا اور معجزات کے ذریعہ نبوّت کو ثابت فرمایا۔

عصمت انبیاء۔ عصمت کے تین اسباب ہیں۔

۱ اوّل یہ کہ خواہشاتِ بد سے پاک و صاف اور نبی پاکیزہ فطرت پر پیدا کئے جاتے ہیں۔

۲ دوم یہ کہ اچھے اور بُرے کاموں کو بذریعہ وحی اُن کو بتا دیا جاتا ہے۔

(۴) سوم یہ کہ خود اللہ تعالیٰ اُن کی شہوات کو روک لیتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام ذات خداوندی کے بارے میں غور و فکر کرنے سے منع فرما دیتے ہیں اور مخلوق میں انعامات الٰہی پر غور و فکر کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور لوگوں کے فہم کے مطابق گفتگو فرماتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السّلام تجلیات، مشاہدات دلائل و براہین اور قیاسات کے ذریعہ پروردگار کی معرفت حاصل کرنے کے لئے عوام کو مکلف نہیں گردانتے۔ انبیاء کرام علیہ السّلام تو لوگوں کو تہذیب نفس اور ملّت کی ریاست کے سوا دوسرے دنیاوی علوم میں مشغول نہیں فرماتے اور نہ ہی تعرض کرتے ہیں۔ اگر تھوڑا بہت تذکرہ فرماتے ہیں تو بطور خدائی نعمتوں کی یاد دہانی اور تاریخی واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی غرض سے۔ مثلاً چاند کے مہینوں کے بارے میں کہ اس سے حج کا وقت معلوم ہوتا ہے وغیرہ۔ جو لوگ ان علوم و فنون سے الفت رکھتے ہیں تو انہیں آپ دیکھیں گے کہ وہ اپنے آپ کو اس کی وجہ سے فاسق اور خراب کر چکے ہوتے ہیں اور انبیاء و مرسلین کے کلام کو غیر محمل اور غیر معنی مراد پر محمول کر دیتے ہیں جو کہ سراسر غلط ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ۴ ○ تمام مذاہب اور ادیان کی اصل ایک ہے طریقے مختلف ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

"خدا نے تم کو دین کا وہی راستہ بتایا ہے جس کی نوح کو وصیت کی تھی اور جو وحی ہم نے تجھ پر نازل کی ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی اس کی وصیت کی تھی وہ یہی بات تھی کہ دین حق کو ٹھیک رکھیو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالیو۔" اس پر حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تم کو اور نوح علیہ السّلام کو ایک ہی دین کی وصیت کی تھی۔" اور فرمایا کہ:۔

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً — اور یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ

وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ○ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ○ (المؤمنون ۵۳،۵۲)

ہے اور یہ کہ میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرتے رہو۔ سو ان لوگوں نے اپنے دین میں اپنا طریقہ الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کر لیا ہر گروہ کے پاس جو دین ہے وہ اُسی سے خوش ہے۔

تمام انبیاء کرام کا اتفاق ہے کہ اللہ ایک ہے اُس کی عبادت کی جائے اسی سے مدد طلب کی جائے۔ قیامت حق ہے۔ مرنے کے بعد زندہ کیا جانا حق ہے۔ جنّت و دوزخ حق ہے۔ نیکی اور بدی کے اقسام پر بھی متفق ہیں۔ شریعت کے چند احکام میں تھوڑا فرق ہے مثلاً شریعت موسوی میں قبلہ بیت المقدس تھا اسلام میں قبلہ کعبۃ اللہ ہو گیا۔ یہود میں زانی کے لئے رجم ہے اسلام میں رجم اور کوڑے کی سزا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں قصاص تھا ہماری شریعت میں قصاص اور خون بہا دونوں ہیں۔ وغیرہ۔

جو شخص نفوس انسانی کی حالتوں اور ہیئتوں سے ناواقف ہے وہ گویا اندھا ہے اُسے ایک ایسے عارف حق کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی ہستی کو روشن کر دے اور جو سرکشی کریں انہیں مقرر کردہ سزا بھی دے۔ انسان کو جو تکلیف، ریاضت، صبر اور آزمائش اُٹھانی پڑتی ہے گویا ایک مریض ہے جس کے مرض کو صرف طبیب ہی سمجھ سکتا ہے وہ مرض کی تشخیص کرتا ہے۔ دوا تجویز کرتا ہے صحیح مقدار مقرر کرتا ہے اور پرہیز کرواتا ہے تاکہ مریض کو شفا ہو جائے۔ یا اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک بادشاہ اپنی رعایا کو کس طرح قابو میں رکھتا ہے یا ایک معلّم اپنے طالب علم بچّوں کو یا ایک آقا اپنے غلاموں کو۔ مریض، رعایا، طالب علم یا غلام سمجھیں یا نہ سمجھیں اُن کو انہیں طریق کار سے اصل مقصود تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح احکامِ الٰہیہ کی تکلیف و ریاضت کو بذریعہ پیغمبر اور وحی سمجھو۔ واللہ اعلم۔

باب ۴ ○ وہ اسباب جن کی وجہ سے مختلف زبانوں میں مختلف قوموں کے لئے مختلف شرائع نازل ہوا کرتے ہیں

حضرت یعقوب علیہ السّلام نے اپنی مَنّت کی وجہ سے اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ لیکن قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اُسے حلال قرار دیا۔ اسی طرح سے تراویح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعائر دین کی شکل اختیار نہ کرنے دیا کہ کہیں یہ فرض نہ کر دی جائے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے مکّہ کو حرم قرار دیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کے ساتھ مدینہ منورہ کو بھی حرم قرار دیا اور اس کے مُد اور صاع میں برکت کی دُعا کی اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی شخص کے لئے ہر سال حج فرض نہیں فرمایا۔ شریعت کے مقدار اور اندازے کے حکم میں بھی بندوں کے حالات اعداد اور اطوار کا لحاظ کیا جاتا ہے غور کیجئے کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کا مزاج حد درجہ سخت تھا اس لئے ان کو ہمیشہ روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اور چونکہ اِس امّت کا مزاج بہت ضعیف ہے اس لئے ان کو ہمیشہ روزہ رکھنے کی ممانعت کر دی گئی اسی طرح مختلف شریعتوں میں نسخ کا عمل جائز قرار دیا گیا ہے۔ جیسے ایک طبیب مریض کا حال مزاج بوڑھا جوان گرمی سردی ہوا کا لحاظ رکھتے ہوئے علاج میں تغیّر و تبدل کرتا رہتا ہے اسی طرح امّتوں کی شریعتوں میں ردّ و بدل کیا جاتا تھا مثلاً یہودیوں کے ہاں ہفتہ کو یوم سبت اور ہمارے ہاں جمعہ مخصوص عبادت کے لئے رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنی حالت تبدیل نہ کرے۔ شریعت میں تغیر عورت اور مرد کے لحاظ سے بھی قابل فہم ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عقل مند اور ہوش مند آدمی کی عقل خراب کرنے میں تم ناقص العقل اور ناقص دین عورتوں سے زیادہ کسی کو نہیں پاؤ گے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے نقصان دین کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ

حالت حیض میں نہ نماز پڑھ سکتی ہیں اور نہ روزہ رکھ سکتی ہیں۔ اسی طرح لوگوں میں تخلیقی اور طبعی فرق کی وجہ سے احکام میں بھی فرق ہو جاتا ہے مثلاً ایک نابینا رنگ نہیں بتا سکتا (اور ایک بہرہ آواز نہیں سن سکتا)۔

بہرحال جہاں جن شکلوں اور صورتوں سے لوگ مانوس ہوتے ہیں اسی لحاظ سے ان کے احکامات بتائے جاتے ہیں۔ ان ہی وجوہ سے ہمشیرہ کی بیٹیاں ہماری شریعت میں حرام کی گئی ہیں یہودیوں کے ہاں حرام نہیں تھیں۔

نفع اور نقصان پہنچانا نیت کا فرق پیدا کرتا ہے مثلاً کسی اجنبی عورت سے ہم بستری کی تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف سرکشی لکھی جائے گی اگرچہ وہ عورت فی الواقع اسی کی بیوی کیوں نہ ہو اور اگر وہ اجنبی عورت کے ساتھ اپنی بیوی سمجھ کر ہم بستری کی تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معذور سمجھا جائے گا۔ ایک یتیم کو عربی ادب سکھانے کی غرض سے طمانچہ مارا اچھا کیا۔ لیکن خوامخواہ ایذا رسانی کی غرض سے مارا تو گناہ کیا۔ ایک نبی کی ملت جب کجی میں مبتلا ہو جاتی ہے تو دوسرے نبی کو شریعت دے کر اس کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا جاتا ہے۔ جو شخص خدائے کریم کے درِ کرم کو کھٹکھٹاتا ہے اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جو نبی کی دعوت پر لبیک کہتا ہے اس کے لئے ہدایت کا دروازہ کھل جاتا ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے اس پر عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے۔

باب ۵ ○ شریعت کے طریقوں پر مواخذہ کے اسباب

ایک شخص کسی وقت کی نماز ترک کر دیتا ہے لیکن اس کا قلب عجز و انکساری سے معمور ہے۔ دوسری طرف ایک شخص نماز تو ادا کرتا ہے لیکن اس کے قلب میں عجز و انکساری مفقود ہے۔ بدین جہت یہ "سنّت راشدہ" اور طریق ہدایت کے اندر رخنہ ڈالنے سے گناہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ تمام اہلِ مِلل کا اتفاق ہے کہ یہی مناہج اور شرائع ثواب و عذاب کے موجب ہوتے ہیں لیکن عموماً عام حاملین دین مواقع، صورتوں

اور قالبوں پر ہی اکتفاء کر لیا کرتے ہیں۔ صدقہ کو صدقہ دینے والے (ہاتھ) کا میل کہا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلاح عالم کا کام القا کیا گیا ہے اور خصوصی شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہے۔ اور دعوت کے ساتھ ساتھ پوری ہمت سے دعائیں بھی کیں اور احکامات کے ترک اور اختیار کو پوری عزیمت سے رائج فرمایا۔ غرض کہ بندہ کے ہر فعل پر شریعت کا حکم لگایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام اعمال پیش کئے جائیں گے۔ نیکوں کے لئے فرشتوں کی پُر تاثیر دعائیں ہوتی رہتی ہیں اور نافرمانوں کے لئے بد دعائیں۔ واللہ اعلم۔

باب ۶ ○ حکمتوں اور علتوں کے اسرار و حِکَم

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کن اعمال سے راضی ہوتا ہے اور کس سے ناراض۔ اِسی کو حکم شرعی کہتے ہیں ان احکام کی پانچ قسمیں ہیں:۔

① واجب ② مستحب ③ مباح ④ مکروہ ⑤ حرام۔

لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کسی چیز کا مکلف گرداننا محال اور ناممکن ہے سوائے ایمان کے۔ ان احکام میں ضروری ہے کہ ایسی حالت کا اعتبار کیا جائے کہ مکلف شخص کی لازمی صفت بھی اس میں شامل ہو اسی صفت کی وجہ سے وہ شخص قابلِ خطاب شارع ہو سکے گا۔ ورنہ دقت ہوگی۔ مثلاً اگر بالغ ہے تو نماز و روزہ فرض ہوگا۔ مال بقدر نصاب میں زکوٰۃ اور بقدر استطاعت حج فرض ہوتا ہے۔ اسی طرح علت کا راز ہے صحت کے لئے علت دوا نہیں ہے بلکہ حقیقی علت اخلاط کا پختہ کرنا ہے مثلاً شراب نوشی میں بہت سی خرابیاں ہیں لیکن علت وہی قرار دی جائے گی جو اُن سے زیادہ واضح ہو (اللہ کی ناراضگی اور احسان و نیکی سے بُعد) یا مثلاً نماز میں قصر سفر کی حالت میں اور روزہ میں بھی افطار۔ اور مرض میں علت ہوگی کسی اور موقعہ پر علت نہیں ہوگی۔ قرنِ اولیٰ عرب کا سادہ و سہل دور ختم ہو گیا اور اب

اس قدر افراط اور تفریط سے کام لیا جارہا ہے کہ خالص سلیم عربی ذوق سراسر خراب وفاسد ہوکر رہ گیا ہے۔

باب ۷ ○ فرائض، ارکان، آداب وغیرہ کی تعیین کی مصلحتیں

اُمت کی سیاست اور مہذب بنانے کے لئے واجب ہے کہ طاعات اور عبادات کی کم سے کم ایک ایسی حد مقرر کردی جائے جو آسانی سے بلا تکلف ہر شخص ادا کرسکے مثلاً نماز پنج وقتہ اور روزہ معہ اس کے ارکان کے اور شرائط کے (وضو وغیرہ) یا نکاح میں ایجاب وقبول، ولی کی موجودگی زنا سے بچانے کے لئے۔ اسی طرح دشواری اور تکلیف سے بچانے کے لئے مسواک فرض نہیں کی گئی یا مثلاً حیا وشرم امور اسلام کے اہم شعبے ہیں لیکن ارکان کے درجہ میں نہیں گردانے گئے ہیں۔ یا مثلاً صحت مند اور طاقت ور آدمی کو نماز میں قیام کرنا رکن گردانا گیا لیکن کمزور وبیمار کے لئے بیٹھنے کو قیام کا قائم مقام گردانا گیا ہے۔ جو شخص جس صفت کو اپنانا چاہے وہ اسی کے ماحول میں اپنے کو رنگ لے اور اُسے جذب کرے مثلاً اگر کوئی شخص عمدہ اخلاق پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے کو محنت شاقہ کا خوگر بنا لیتا ہے۔ کیچڑ اور دَلدَل میں گھس جاتا ہے، تیز دھوپ اور تاریک راتوں میں پھرنے سے جھجکتا نہیں۔

جو عجز وانکساری کی مشق کرتا ہے وہ ادب واحترام کی نگرانی کرتا ہے جب وہ قضائے حاجت کو جاتا ہے تو نہایت شرم وحیا سے سر جھکا کر بیٹھتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو ہاتھ پاؤں سمیٹ کر یکسوئی اختیار کرلیتا ہے۔ عدالت اور اعتدال کے لئے ہر چیز کا حق ادا کرتا ہے چنانچہ وہ کھانے پینے اور اچھے کاموں کے لئے داہنا ہاتھ اور داہنی جانب مقرر کرلیتا ہے۔

نیز فرمایا شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے پس جو شیطان کے طبعی مزاج سے ملوث ہوتے ہیں وہ اُسی کی خصلت اور بُری صفات پر چل پڑتے ہیں مثلاً کوئی شخص اپنے عضو تناسل کو ہاتھ میں تھام لے اور کودنے ناچنے لگے یا اپنی مقعد میں

انگلی ڈالے۔ یا اپنی داڑھی رینٹ (رال) اور تھوک سے لتھیڑلے۔ یا ناک کان کٹوادے یا وہ منہ کالا کرلے یا وہ الٹا لباس پہنے کہ قمیص کا بالائی حصہ نیچے کرلے اور نیچے والا اوپر یا کسی چوپائے پر اس طرح سوار ہو کہ اپنا مُنہ اس کی دُم کی طرف کرلے۔ یا یہ کہ ایک پاؤں میں موزہ پہن لے اور دوسرے کو برہنہ رکھے۔ یہ ایسی مکروہ و منکر شکلیں ہیں کہ ہر انسان لعنت و ملامت کرنے لگتا ہے۔ اور خود میں نے بعض واقعات اور موقعوں پر شیاطین کو اس قسم کی حرکتیں کرتے دیکھا ہے۔ (اور یہ مکروہ انداز سے اپنے ہاتھ پیر سے تھرکتے ہیں اور بازو مٹکانے میں کیا ہے ؟)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شیطانی حرکتوں سے بچنے کا حکم فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ "قضاء حاجت کے موقعوں پر جن اور شیاطین موجود ہوتے ہیں"۔ فرشتوں کی صفت پر کچھ افعال ایسے ہیں جو فرض کفایہ کا درجہ رکھتے ہیں مثلاً جہاد، بیمار پرسی تعزیت وغیرہ۔

باب ۸ ○ اسرار اوقات

اُمت کی سیاست کی تکمیل کی خاطر طاعات وعبادت میں سہولت کے لئے اوقات متعین کردیئے گئے ہیں مثلاً رات کے آخری تہائی حصہ میں اور نصف شعبان کی رات میں پروردگار آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ بندوں کے اعمال یکشنبہ اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ بعض اوقات کی فضیلت اور دعاؤں کی قبولیت ملاءِ اعلیٰ کی جانب سے انبیاء کرام علیہم السّلام کے قلوب پر نقش کئے جاتے ہیں پھر وہ امت کو اس ساعت و وقت کی محافظت کا حکم دیتے ہیں مثلاً سال میں شب قدر جو کہ رمضان المبارک میں ہے۔ ہفتہ کے لحاظ سے جمعہ کا دن یا روزانہ کے اعتبار سے وقت طلوع آفتاب، زوال آفتاب، فجر، نصف شب سے سحر تک۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نصف شب کی (بھی) دعا مقبول ہے۔

قرآن مجید میں بہت سی نصوص میں ہے کہ شام ہو، صبح ہو، دوپہر ہو، سہ پہر ہو

اللہ کی تسبیح و تقدیس کیا کرو یہ صیقل ہے۔ خود میں (شاہ ولی اللہ صاحب) نے ان اوقات میں بڑے بڑے امور کا مشاہدہ کیا ہے۔ رجوع الی اللہ کا بہترین وقت وہ بھی ہوتا ہے جب کوئی پریشانی لاحق ہو، بھوک پیاس کی شدت ہو، یا خوب شکم سیری ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد باتیں کرنے، قصہ کہانیوں اور شعر خوانی وغیرہ سے ممانعت فرمائی ہے۔ تہجد کا ارادہ کرنے والا اور ذکر و وظائف میں محو رہنے والا قوت بہیمیہ سے محفوظ رہتا ہے۔ انہیں خرید و فروخت بھی اللہ سے غافل نہیں کرتی۔ تمام دنیا میں رات و دن کی تقسیم ساعتوں میں کی گئی ہے۔ چوتھائی دن تین ساعتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ رات دن کی ساعتوں میں تقسیم سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمائی۔

عبادت کا ایسا وقت رکھا گیا ہے کہ انعامات الٰہیہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے مثلاً یوم عاشورہ کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر فتح حاصل ہوئی اور انہوں نے شکرانہ میں روزہ رکھا اور اسی طرح رمضان المبارک میں قرآن کریم نازل ہوا اسی طرح عید الاضحیٰ کی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد تازہ کراتی ہے اور عید الفطر روزوں کی خوشی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

باب ۹ ○ اسرار اعداد و مقدار

شریعت نے بعض چیزوں کی مخصوص تعداد اور مقدار متعین کر دی ہے اس میں بہت سی مصلحتیں مضمر ہیں مثلاً وتر یعنی طاق عدد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ وتر ہیں اور طاق (عدد) کو پسند کرتا ہے۔ اے اہل قرآن تم وتر نماز پڑھا کرو۔ ایکائی (وحدت) ہی سے سارے عدد بنتے ہیں (اسی سے کثرت ہے)۔

میرے والد صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ حیات، علم اور ارادہ روشن دائروں کی شکل میں میرے سامنے ظاہر ہوئے۔ پھر فرمایا جب کبھی کوئی بسیط شئے سطح میں دائرہ ہوتی ہے تو جسم میں کرہ بن جاتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت

کے نیک اعمال میں سے ایک یہ ہے کہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا جائے اور بُرے اعمال میں وہ ہے کہ مسجد میں لعاب دہن (تھوک) ڈالے اور اُسے دفن نہ کرے یا جس نے قرآن کی کوئی سورت یا آیت بھلا دی اُس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ نیز فرمایا تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائے گا اور نہ اُن کو پاک کرے گا۔ ایک بوڑھا زانی۔ دوسرا جھوٹا بادشاہ تیسرا مغرور عامل۔ اور فرمایا جماعت کی نماز ستائیس۲۷ درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ اس سے تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور امت مستعد ہو جاتی ہے۔ غرض کہ ناپ تول ہو۔ زکوٰۃ اور وراثت کا معاملہ ہو ہر جگہ تعداد اور مقدار اچھی طرح شریعت نے واضح کر دیا ہے۔ شریعت نے ایک اوسط گھرانے کے لئے غلہ کی مقدار پانچ وسق، ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے، مقرر کی ہے اور پانی کی مقدار قُلتین جو کہ معمولی برتن میں اتنا پانی نہیں آسکتا۔

باب ۱۰ ○ اسرار قضاء اور رخصت

ضروری ہے کہ لوگوں کے اندر احکام کی تعمیل کی پوری پوری محبت اور شوق پیدا کر دیا جائے۔ اُن احکام کے اسرار اور حکمت کو سمجھنا اور بیان کرنا یہ علماء راسخین کا کام ہے۔ شوق پیدا ہوتا ہے اس عمل کو مداومت کے ساتھ کرتے رہنے سے اور نیک عمل سے روگردانی پر ملامت اور سزا ضروری ہوتی ہے اور قضا شدہ اعمال کی ادائیگی یا حسب حال رخصت اور معافی بھی کرنی پڑتی ہے تاکہ عمل کا تسلسل قائم رہے۔ دشواری یا مجبوری کے وقت رخصت دی جاتی ہے مثلاً نماز میں مجبوری کی وجہ سے ہر طرح کی اجازت ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ ہر اعمال میں رخصت دے دی جائے پھر تو اصل طاعت اور عبادت ہی یکسر متروک کر دی جائے گی۔ حالانکہ اسی محنت اور مشقت سے ہی شریعت کی اطاعت اور اتباع ہے نماز قصر صرف مسافر کے لئے مشروع ہے لیکن زراعت کرنے والے۔ محنت مزدوری کرنے والوں کے لئے نماز قصر مشروع نہیں کی گئی ہے کیونکہ عبادت کا اہم مقصد یہ ہے کہ قلب کے اندر حکم الٰہی کی اطاعت

پیدا کی جائے۔ بچّہ، سویا ہوا آدمی اور مجنون مرفوع القلم ہیں۔

باب ۱۱ ○ تدابیرِ نافعہ، اصلاحِ رسوم، فلسفۂ عمران

زندگی کے نظام اور تدابیر کے لئے لوگ کسی ایسے زبردست حکیم و مدبر کے محتاج ہوتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے پوری صلاحیت اور مہارت عطا فرمائی ہو اُن کو روح القدس کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ وہ فاسد اور خراب رسوم کی بیخ کنی بھی کرتے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں دفوف، مزامیر اور لہو لعب کے سامان مٹانے کے لئے مبعوث ہوا ہوں (اور فاسق باغی اُن کو زندہ کرنے پر تُلے ہیں)۔

نیز فرمایا میں مکارم اخلاق، عمدہ عادات و اطوار کی تکمیل و اتمام کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان آبادیاں چھوڑ کر پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلے اس لئے فرمایا "میں رہبانیّت لے کر مبعوث نہیں ہوا ہوں" لہٰذا رسوم اور تدابیر کو حدِ اعتدال تک رکھا جائے یہی شریعت کا تقاضہ ہے۔ خوش حالی اس میں ہے کہ تدابیر نافعہ معاش کو باقی رکھا جائے اور اس کے ساتھ اذکار، اوراد، ادب و اخلاق کو اور عالمِ جبروت کی طرف رغبت کو فرض قرار دیا جائے اور جو امور "مصالحہ کلیہ" پر منطبق نہ ہوتے ہوں اُن کو تبدیل کر دیا جائے تاکہ انسان دنیا کی لذتوں ہی میں نہ مستغرق ہو جائے۔ چنانچہ سود خوری کو اور پھل پکنے سے پہلے فصل کو فروخت کرنے کو حرام قرار دیا۔ خون بہا دس اونٹ کی جگہ سو اونٹ مقرر کر دیا گیا۔ مال غنیمت میں چوتھائی کے بجائے پانچواں حصہ سردار کا مقرر فرمایا وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب اس لئے کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کے آپس کے جھگڑے اور خونریزی ختم ہو جائے امراء اور سلاطین کے تکبّر اور لاف زنی کو ملیا میٹ کر دیا گیا اور کمر توڑ محاصل اور ٹیکس اور بے گار لینے والوں سے نجات دلائی گئی رؤسا اور امراء اور ان سے متعلق عوام نے بھی اُنہیں سلاطین کی تقلید میں وہی رسوم اور روش اختیار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کی اور ملائکہ مقربین کی ناراضگی ظاہر ہوئی۔

باب ۱۲ ○ بعض احکام سے بعض احکام کا پیدا ہونا

گناہوں سے پاک جو معاشرہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تعلیم فرما دیا اور اس کے ماتحت احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چند اصولوں پر تدوین شدہ موجود ہے۔

① پہلا اصول :- پاکیزہ معاشرہ کے متعلق یہ ہے کہ توالد و تناسل کے مقصود حقیقی میں (کہ جس سے آبادی کی اکائی یعنی خاندان وجود میں آتا ہے) کسی قسم کی تبدیلی اور تغیر نہ کیا جائے۔ ان قوتوں اور صلاحیتوں کو بے محل خرچ ہونے سے روک دیا جائے مثلاً خصی اور لواطت وغیرہ کو شریعت نے سختی سے روک دیا ہے اور "عزل" کو بھی مکروہ فرمایا ہے۔

افراد انسانی کا مادہ اگر احکام نوع کے موافق اپنی صحیح جگہ حاصل کر لیتا ہے تو اولاد کی پیدائش صحیح معلوم و معروف و مشہور ہیئت اور شکل پر ہوتی ہے اور وہ سیدھے قامت والا اور صاف ستھرا (گٹھا ہوا) جسم والا ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنے تمام دوسرے نوعی احکام میں بھی پورا اور کامل بنتا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا ان تقاضوں کی خلاف ورزی کرنا تخریب کاری کرنا اور اپنے بدن اور ہیئت میں تبدیلی پیدا کرنا "مصلحت کلیہ" کے سراسر خلاف ہے مثلاً خصی کرنا وغیرہ (یا عورتوں کا بال کٹوانا، جامہ سے باہر ہونا۔ اچھے خاصے بھلے چہرہ اور بدن کو داغدار کرنا یا جاذبِ نظر بنانے کے لئے مصنوعی طریقہ سے فریب کوشی کرنا وغیرہ)۔

اسی طرح اور طریقہ سے تدابیر نافعۂ معاشرہ میں خلل ڈالنا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ جھوٹی قسم کھانا یہ سب ملاء اعلیٰ کی خفگی کا موجب ہیں۔

② دوسرا اصول :- یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر حکم شرعی جب نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علت و سبب معلوم کر کے قیاس اور اجتہاد کے ذریعہ اس کی ادائیگی کے طریقے مقرر فرمائے۔ مثلاً صبح شام اور سونے کے اوقات میں

اذکار مقرر فرمائے اور نماز کے طریقے مقرر فرمائے۔ اسی پر تمام احکامات قیاس کر لیجئے۔

③ تیسرا اصول:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فہم و بصیرت کے مطابق (جو وحی کا ہی درجہ رکھتی ہے) آیات قرآنی کی تفصیل و تشریح فرما دی۔ مثلاً صفا اور مروہ کی سعی کو وہ صفا سے شروع کی جائے یا مثلاً

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ (حٰمٓ السجدۃ ۳۷)

نہ سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو بلکہ سجدہ کرو اللہ کو جس نے پیدا کیا ان کو۔

یا دوسری آیت:۔

فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (الانعام۔۷۶)

جب (ستارہ) ڈوب گیا تو (ابراہیمؑ نے) کہا نہیں پسند کرتا میں ڈوبنے والوں کو۔

ان دونوں آیتوں سے "نماز کسوف" اور "نماز خسوف" کا حکم صادر فرمایا۔ اسی طرح وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ الآیۃ سے معلوم ہوا کہ استقبال قبلہ کی فرضیت جو کہ نماز میں ہے ساقط ہو سکتی ہے۔ اور تاریک رات میں تحری کے بعد غلطی سے پڑھی گئی نماز درست قرار دی اور سواری پر شہر سے باہر نماز نفل کا حکم معلوم ہو گیا وغیرہ۔

④ چوتھا اصول:۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات قضاء اور حدود کے متعلق قاضی کے فیصلہ کی پیروی لازم قرار دی گئی۔ صدقہ اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی طریقے بتائے گئے۔ اور جب عورتوں کو مردوں سے ستر کا حکم دیا گیا تو مردوں کو حکم دیا کہ عورتوں سے اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔

⑤ پانچواں اصول:۔ یہ ہے کہ نیکی کے اعمال کے وقت کسی دوسرے عمل کو جو اس کی ضد ہو ممنوع قرار دیا مثلاً نماز جمعہ کے وقت بیع و شراء اور کسب و پیشوں میں مشغولیت کو منع فرما دیا۔

⑥ چھٹا اصول:۔ یہ ہے کہ ممنوع احکامات کی خلاف ورزی کا پوری قوت سے سد باب کر دیا گیا مثلاً بت پرستی اور مصوری، شراب نوشی، شراب کشی، لوگ شرابی کے دسترخوان پر نہ جائیں اور فتنہ کے اوقات میں اسلحہ اور ہتھیار کی فروختگی قطعاً منع

کردی جائے۔ دوافروشوں کو پابند کیا جائے کہ زہریلی دوا صرف اتنی مقدار میں ملائیں کہ آدمی مرنہ سکے۔ فتنہ پرداز اور خیانت کرنے والوں سے ہتھیار اور سواریاں چھین لی جائیں اور ان حالات میں مساجد کو آباد کرکے نماز کے ذریعہ اصلاح احوال کی جائے اور رمضان المبارک کے استقبال کے لئے شعبان کے چاند کو یاد رکھیں اور جب دیکھا گیا کہ تیر اندازی میں بڑی مشقت ہے اس لئے کمانیں اور تیر اور ترکش بنا کر اس کی تجارت کرنے کا حکم دیا گیا۔

⑦ ساتواں اصول :۔ فرمانبرداروں کی شان بڑھائی جائے اور مجرموں کی تحقیر کی جائے۔ مثلاً قاری قرآن، امام مساجد کی توقیر کی جائے اور تہمت لگانے والوں اور بدعتی، فاسق و فاجر کے ساتھ سلام کلام میں پہل سے منع کیا گیا ہے اور مجاہد کا اکرام کیا جائے۔

⑧ آٹھواں اصول :۔ جو حکم دیا جائے یا جس سے ممانعت کی جائے تو مامور کو چاہئے کہ اپنے امیر کی پوری اطاعت کرے۔ جو قرض و مہر ادا کرنے میں اپنے قصد کو دل میں چھپائے رکھے اس کے لئے سخت سزا ہے۔

⑨ نواں اصول :۔ بُری باتوں سے اجتناب اور احتیاط ضروری ہے مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی نیند سے بیدار ہو تو بغیر ہاتھ دھوئے برتن میں اپنا ہاتھ نہ ڈالے کیونکہ معلوم نہیں اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا۔

حاصلِ کلام :۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو عبادات اور اجتماعی تدابیر نافعہ معاشرت کے احکام بتلائے اور اسی نہج اور طریقے سے بتلائے کہ ان احکام سے بھی دوسرے بڑے بڑے مفید احکام نکلتے ہیں۔

باب ۱۳ ○ مبہم مسائل کا انضباط۔ مشکل کا امتیاز اور کلیات سے جزئیات کا استنباط

قرآنی آیات کی تشریح اور توضیح صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث

سے ممکن ہے۔ مثلاً سرقہ جس کے لئے "قطع ید" کا حکم ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ غیر کا مال لے لینے کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔

① سرقہ (چوری) ② رہزنی ③ اچکا پن ④ خیانت ⑤ غصب ⑥ لقطہ (گمشدہ چیز کا پا لینا) ⑦ بے پروائی۔ ایسی صورتوں میں ضرورت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوری کو دوسری چیزوں سے علیحدہ ممتاز فرما دیتے تھے۔ سرقہ یعنی کوئی چیز خفیہ طور پر لے لی گئی ہو تو قابلِ مواخذہ مقدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین درہم مقرر فرما دی اور فرمایا کہ خائن۔ غارتگر اور اچکے مجرم کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اسی طرح درختوں پر لٹکے ہوئے پھلوں کی چوری پر اور ایسی چیزوں پر جو پہاڑ میں محفوظ ہوں، ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ان چیزوں میں چونکہ حفاظت نہیں جبکہ سرقہ میں حفاظت شرط ہے۔

اسی طرح شریعت نے ہر قسم کی ہر ممالک اور ہر نوع کے اختلاف سے خوشحالی اور عیش پرستی کی خرابیوں کو حسبِ حال بیان کر دیا ہے اور حلال یا حرام گردانا ہے مثلاً حریر و ریشم اور سونے چاندی کے ظروف کی حرمت اسی قبیل سے ہے۔

اسی طرح نقد کو نقد سے بدلنے کے بارے میں یا غلّہ کو غلّہ سے بڑھا کر بیچنا حرام کیا گیا۔ اس سے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ حیوان کے بدلے میں حیوان فروخت کرنا کیوں مکروہ ہے۔

اسی طرح نکاح اور زنا میں فرق اور امتیاز ہے اگرچہ ظاہر صورت میں دونوں باہم مشابہ اور مشترک ہیں کہ دونوں میں خواہش نفس دور ہوتی ہے۔ یا مثلاً نماز میں قومہ کے ذریعہ رکوع اور سجدہ میں امتیاز کر دیا۔ نماز میں استقبال قبلہ اور تکبیر کو نیت کے لئے علامت گردانا۔ یا مثلاً رمضان المبارک کی پہلی تاریخ متعین کرنے کے لئے باد و باراں میں شعبان کے تیس دن مکمل کر لئے جائیں۔ اسی طرح نماز قصر کے لئے سفر کا فاصلہ متعین کر دیا گیا۔ یا مثلاً جو چیز فروخت کی جائے پھر (اپنی ملکیت یا تصرف کی) کوئی شرط نہ رکھی جائے۔ جس شخص میں ضبط نفس کی قوت نہ ہو

اسے روزہ کی حالت میں بوسہ کی اجازت نہیں ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم میں سے کون شخص اپنی شرمگاہ اور اپنے نفس پر ایسا قابو رکھتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قابو رکھتے تھے۔ چنانچہ اسی بنار پہ آپ کا نفس قدسی کسی خاص نیک کام کا مقتضی ہوتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا کرنا واجب کر دیا جاتا ہے جیسے نماز تہجد، چاشت وغیرہ۔ واللہ اعلم۔

باب ۱۴ ○ مذہبی سہولتیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۞ (آل عمران ۱۵۹)	بعد اس کے خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ اُن کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے۔

اور فرمایا:۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ۔۱۸۵)	اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے سختی نہیں کرنا چاہتا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو فرمایا "آسانیاں پیدا کرنا دشواریاں پیدا نہ کرنا۔ لوگوں کو خوش رکھنا متنفر نہ کرنا۔ ایک دوسرے کی رعایت کرنا اختلاف نہ کرنا"

ایک مرتبہ فرمایا "تم آسانیاں بڑھانے کو پیدا ہوئے ہو۔ دشواریاں لے کر نہیں بھیجے گئے ہو"

آسانیوں کی تحصیل کی چند صورتیں ہیں:۔

① عبادات اور طاعات میں ایسی شرط کا بوجھ نہ ڈالا جائے کہ شاق ہو اسی شاق کی بنار پر ہر نماز کے لئے مسواک کا حکم نہیں فرمایا۔

۲) مذہبی رسوم مثلاً عید، جمعہ مقرر فرمایا تاکہ یہودی سمجھ لیں کہ ہمارے دین میں بڑی وسعت ہے۔

۳) طاعات اور عبادات میں رغبت دلائی جائے مثلاً مساجد میں خوشبو، صفائی اور جمعہ کا غسل وغیرہ۔

۴) جن کاموں سے لوگوں کو کراہیت ہو اس پر مجبور نہ کیا جائے مثلاً غلام اور گنوار کو امام نہ بنایا جائے۔

۵) اس کے برعکس جس سے لوگوں کو بشاشت ہو اُسے اختیار کیا جائے مثلاً بادشاہ امامت کرے۔ نئی شادی کرے تو باقی بیویوں کی باری کا خاص خیال رکھے۔

۶) تعلیم، تعلّم اور معروف اور منکر کو لازمی بنالیا جائے تاکہ بلا تکلّف احکام کی پیروی کرسکیں۔

۷) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پہلے خود عمل کرتے پھر دوسروں کو عمل کرنے کی تاکید فرماتے اس سے اتباع آسان ہوجاتی تھی۔

۸) ہمیشہ دعا اور التجا کرتے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو مہذب بنادے۔

۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے سکینہ اور اطمینانِ قلب نصیب فرمادیا ہے تاکہ لوگ باوقار اور پرسکون رہیں۔

۱۰) جو شخص خلافِ حق پیشقدمی کرے اُسے ذلیل اور محروم کردیا جائے تاکہ وہ ظلم کرنے سے باز رہیں۔

۱۱) مشقت کے احکام کو بتدریج نافذ کیا جائے پہلے ایمان، جنت و دوزخ کا ذکر آیا پھر حلال و حرام کی آیت نازل ہوئی۔

۱۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مستحب اور عمدہ کاموں کو ترک کردیا تاکہ اُمت میں اختلاف نہ پیدا ہو۔ مثلاً قوم کو کفر سے نکلے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا اس لئے خانہ کعبہ کو توڑ کر حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی اصلی بنا پر تعمیر ملتوی فرمادی۔

⑭ مختلف اعمال کا حکم دیا تو ادائیگی کے لئے لوگوں کے عقلوں کے حوالہ نہیں کیا بلکہ ارکان، شرائط، آداب اور مستحبات سے ان کو منضبط کر دیا۔ مثلاً سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہے لیکن قرأت کی ادائیگی کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا اس لئے کہ قاری الفاظ و حروف کے مخارج کے اُدھیڑ میں اگر لگے رہے تو قرآن مجید کے معنی میں کسی قسم کا غور و فکر نہیں کر سکتے۔ جو حکم دیا وہ ان کی استعداد کے اندر ہے۔

باب ۱۵ ○ اسرار ترہیب و ترغیب

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو ثواب اور گناہ کی تفصیل بتائی مثلاً اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا ثواب ہے اس سے شرمگاہ کی حفاظت کی ترغیب ہے۔ اسی کو تہذیب نفس اور تزکیۂ باطن کہتے ہیں۔ اور شریعت کی زبان میں نیکیوں کا لکھا جانا اور گناہوں کا محو ہو جانا کہتے ہیں مثلاً جس نے دن میں سَو مرتبہ کلمہ[1] پڑھا اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور سو گناہ معاف کئے جائیں گے اور تمام دن شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدکار لوگ اس کو نہیں کر سکتے یا اس عمل سے رزق میں زیادتی اور برکت کا ظہور ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی سلامتی طلب کرتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور لوگوں کو چار اخلاق کا حامل بنایا جائے:۔

① اول صفائی اور پاکی۔
② دوم بارگاہ رب العالمین میں خشوع و خضوع اور عاجزی وانکساری۔
③ سوم تسامح، شرم اور سہل گیری۔ چشم پوشی۔ ضبطِ نفس اور فراخدلی۔
④ چہارم عدل و انصاف قائم کرنے کی کوشش، عربوں سے محبت کرنا ان کا

---

[1] وہ کلمہ یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

لباس، اُن کے اخلاق و عادات کو اپنایا جائے کیونکہ ملت حنیفیہ انہی عادات و اطوار میں مقرر و متعین ہوئی ہے اور اسی سے شریعت مصطفوی کی شان و عظمت بلند و بالا ہوئی ہے۔ حکماء۔ ارباب صناعات اور اطباء وغیرہ اور اہلِ عرب اپنے خطبوں اور محاورات میں اسی طرح کی ترغیب و ترہیب دیتے چلے آئے ہیں۔ مثلاً آبِ زم زم سے سیرابی حاصل کرنا۔ حضرت علی اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے الفت اور محبت رکھنا اور اعلاء کلمۃ الحق کی دعوت دینا۔

دوسرے یہ کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اپنے اعمال کے مناسب حال صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ بعض صورتیں تو دنیا ہی میں خواب کے ذریعہ متمثل ہوجاتی ہیں جیسے مؤذن کا شرمگاہ اور مونہوں پر مہر لگانا گویا روزہ میں سحر کا منتہائے وقت کہ جماع اور کھانے پینے سے روکنا ہوا۔ یا حضرت جبرئیل علیہ السّلام کا حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں آنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ جو شخص علم کو چھپائے گا اس کے منہ پر آگ کی لگام چڑھائی جائے گی اور جو شخص مال سے محبت رکھتا ہے اس کے گلے میں گنجے سانپ کا طوق ڈالا جائے گا۔ اسی طرح جو شخص فقیر کو کپڑا پہنائے گا اُسے جنت کا ریشمی لباس پہنایا جائے گا وغیرہ۔ ترغیب اور ترہیب کی ایک شکل کسی چیز سے تشبیہ دینے کی ہے مثلاً صبح کی نماز سے طلوع آفتاب تک معتکف بیٹھنے والوں کو حج اور عمرہ کے مشابہ ثواب دیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

باب ۱۶ ○ مطلوب کو بکمال حاصل کرنا اور عدم تحصیل کے لحاظ سے اُمت کے مختلف طبقات اور درجات

سورۂ واقعہ میں ہے تین قسم کے لوگ ہوں گے ایک داہنے ہاتھ والے دوسرے بائیں ہاتھ والے اور تیسرے جو آگے ہیں یہی لوگ بارگاہِ خداوندی میں مقرب ہیں ایک جگہ ارشاد ہے بعض اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ رو اور بعض اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے۔

یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ اعلیٰ مرتبہ کے نفوس "مفہمین" کے لوگ ہیں اور اس کے بعد "سابقین" کا درجہ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام ان کی استعداد اور قابلیت کو بیدار کرتے ہیں اور ان کا درجہ مثل مجتہدین فی المذہب کا ہوتا ہے۔

دوسری قسم سابقین ارباب جذب ہیں جو کہ اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں۔ ان کی اللہ تعالیٰ دستگیری فرماتے ہیں۔ علمی اور عملی کمال اُن کو حاصل ہوتا ہے اور اُن سے بڑے بڑے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ارشاد و ہدایت، رہنمائی و رہبری اطلاعات غیبی ان کو حاصل ہوتی رہتی ہے جس طرح کہ صوفیاء کرام کے طریقوں کے اکابرین کو حاصل ہوا کرتی تھیں۔ تمام سابقین تقرب الٰہی سے سرشار ہوتے ہیں۔ ان کی فطرت نہایت قوی ہوتی ہے۔

اِنہیں سابقین میں سے ایک قسم "مفردین" کی ہے جو ہمیشہ عالمِ غیب کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ سابقین میں ایک اور گروہ "صدیقین" کا ہے یہ اطاعت الٰہی میں کمال درجہ رکھتے ہیں۔

ایک اور گروہ "شہداء" کا ہے یہ دعوت و تبلیغ میں کامل ہوتے ہیں۔ اِنہیں سابقین میں سے "راسخین فی العلم" کا گروہ ہے اسی گروہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کتاب اللہ کی فہم و بصیرت عطا کی گئی ہے جو ایک مسلمان کو عطا کی جاتی ہے۔ اِنہیں سابقین میں ایک جماعت "عباد" کی ہے۔ پھر ایک اور جماعت "زاہدوں" کی ہے جن کے نزدیک دنیا دار کی ایسی حقیر حیثیت ہوتی ہے جیسے اونٹ کی مینگنیاں۔ پھر ایک گروہ "خلق عدالت" (عدالت اور انصاف) والوں کا ہے جو انبیاء کے خلیفہ کہے جاتے ہیں۔ پھر ایک گروہ "خُلقِ حسن" یعنی حسنِ اخلاق والوں کا ہے جود و سخا، عجز و فراخدلی اور ظالم سے درگذر کرنا بھی ان کا شیوہ ہوتا ہے۔ پھر ایک گروہ ایسا ہے جو فرشتوں کے مشابہ ہوتے ہیں[۱]۔

---

[۱] یہ کل ۱۲ گروہ سابقین کے ہوئے ① مفہمین ② سابقین / سابقین میں دس گروہ یہ ہیں ① مجتہدین فی المذہب ② ارباب جذب ③ مفردین ④ صدیقین ⑤ شہداء ⑥ راسخین فی العلم ⑦ عباد ⑧ زہاد ⑨ خلق عدالت ⑩ خلق حسن سلوک ⑪ فرشتوں کے مشابہ۔

سابقین کے بعد اسی طرح اصحاب یمین کی جماعت ہے۔ ان میں سے ایک گروہ اصحاب تجاذب کا ہے جن کو ملاء سافل سے جزئی الہامات، جزئی عبادات اور فیضان حاصل ہوتا ہے۔ پھر ایک قسم "اصحاب اصطلاح" ہے جن کی قوت ملکیہ بہت ضعیف ہوتی ہے اور دائمی طور پر اوراد و وظائف کی پابندی کرنے سے اعمال اور ہیئتیں ان کے قلوب میں داخل ہو جاتی ہیں۔ طبعی، فطری، عادتی الجھنوں سے اُنہیں کامل طور پر چھٹکارا حاصل نہیں ہوتا ہے۔ صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں تو ان کی نیت طبعی خارجی دباؤ اور اُمید ثواب سے مخلوط ہوا کرتی ہے۔ نماز پڑھتے ہیں تو رسمی اور کچھ ثواب کی بھی نیت ہوا کرتی ہے۔ زنا اور شراب وغیرہ سے بچتے ہیں تو کچھ خدا کا خوف اور کچھ مخلوق کا یا پھر ان میں طاقت ہی نہیں رہ جاتی۔ لہو و لعب، کھیل کود اور تماشوں میں خرچ کرنے کے لئے مال و دولت ہی میسر نہیں ہے۔ شرم و حیا کو نیکی و خیر نہیں سمجھتے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا کو عمدہ نیکی فرمایا ہے۔ بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو گناہوں پر بالکل عارضی ندامت ہوتی ہے وہ جب کبھی مصائب و آلام میں مبتلا ہوتے ہیں تو یہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔

اصحاب یمین کے بعد ایک اور جماعت ہے جس کا نام اصحاب "اعراف" ہے ان میں سے ایک قسم کے وہ لوگ ہوں گے جو پاکیزہ فطرت کے حامل تو ہوں گے لیکن تمام زندگی کھانے کمانے میں گذار دی ہوگی اور اسلام کی دعوت اُن کو نہ پہنچی ہوگی نہ اُن کو عذاب ہوگا نہ ثواب۔

انہیں اصحاب اعراف میں ایک گروہ بالکل بچوں کی طرح ناقص العقل ہوتے ہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کالی لونڈی سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا اور بس۔

اصحاب اعراف کے بعد منافقین کا درجہ ہے یہ عملی منافق ہوں گے حریص، عورتوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے والے، حاسد، رذیل اخلاق والے۔ انہیں میں شرک خفی کرنے والے ہوتے ہیں۔ انہیں میں وہ لوگ بھی ہیں جو سراسر بدکردار ہوتے ہیں کہ اللہ

اور اللہ کے رسول کی سچی محبت بھی رکھتے ہیں پھر بھی گناہ نہیں چھوڑتے۔ اسی طرح ایک جماعت فاسقوں کی ہے یہ ایسے مریض ہوتے ہیں جیسے مٹی اور جلی ہوئی روٹی کھانے کی عادت والا ہوتا ہے۔

فساق کے بعد کفار کا درجہ ہے۔ عقل رکھنے کے باوجود کلمۂ توحید کہنے سے انکار کرتے ہیں۔ دنیا کے بعد کی زندگی کی طرف قطعاً متوجہ نہیں ہوتے ان پر ابدی لعنت ہوا کرتی ہے۔ منافقین بھی ان میں شامل ہیں۔

باب ۱۷ ○ ایسے دین کی ضرورت جو تمام ادیان و مذاہب کا ناسخ ہو

دنیا کے تمام مذاہب اور ملتِ حق کا پیشوا کامل ترین انسان ہوتا ہے اور وہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ وہ ایسی سنت و شریعت اور احکامات لے کر آتا ہے جن سے مذہب اور ملت کو مستحکم و منظم طریقوں پر استوار کرتا ہے۔ پھر تو لوگ اس کے ایسے عقیدت مند ہو جاتے ہیں کہ اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے جب اس ملت کے اندر باہر سے نئے نئے طریقے اور نئے نئے امور داخل ہو کر ایسا داخلی انتشار پھیلاتے ہیں کہ وہ ملت بالکل تباہ و برباد ہو جاتی ہے جیسے ایک شاہی محل کے کھنڈرات کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ اس محل کا مالک کون تھا۔ پھر اس وقت وہ تمام ملتیں ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتی ہیں اور جنگ وجدال پر اُتر آتی ہیں اس طرح کا عبرت ناک نمونہ دیکھنا ہو تو "کلیلہ دمنہ" کا مطالعہ کیجئے اور اُن واقعات کو دیکھئے جن کو مؤرخین نے ادیان و ملل کی ایام جاہلیت کے بارے میں ان کی اضطرابی کیفیت اور ابتری کو پیش کیا ہے۔

جب ابتری یہاں تک پہنچ جائے تو ایک ایسے امام کی ضرورت قطعی ہو جاتی ہے کہ وہ دنیا کی تمام امتوں، ملتوں اور قوموں کو ایک دین پر متفق اور جمع کر دے اور وہ پوری امت کو سنت راشدہ کے پسندیدہ طریقے پر دعوت و تبلیغ کے ذریعہ اٹھانے والا

بنا دے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ — تم ہو بہتر سب امتوں سے، جو پیدا ہوئے ہیں
تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ — لوگوں میں حکم کرتے ہو پسند بات پر اور منع کرتے ہو ناپسند سے

اور ظاہر ہے کہ مدت دراز تک کے لئے نبی اور پیغمبر کی عمر وفا نہیں کرتی۔ یہود، نصاریٰ اور مسلمانوں میں پہلے معدودے چند ہی ایمان لائے تھے بعد میں جاکر (اس آیت کے مصداق) دوسروں پر اُن کو غلبہ واقتدار حاصل ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعید میں وہ متمدن ممالک جن میں معتدل مزاج لوگ پیدا ہونے کی گنجائش تھی۔ دُنیا کے دو زبردست بادشاہوں کے ماتحت تھے ایک کسریٰ کہ عراق۔ یمن۔ خراسان اور ان کے متصل تمام ممالک اور ماوراء النہر کے اور ہندوستان کے تمام راجہ مہاراجہ اس کے محکوم باج گذار تھے۔

دوسرا قیصر تھا۔ شام، روم اور اس کے نواح کے ممالک اور مصر، مراکش، مغرب افریقہ وغیرہ کے تمام سلاطین اس کے زیر فرمان اور باج گذار تھے۔ ان دونوں بادشاہوں کے دور کی عیش پرستی اور رسوم ان کی زیر فرمان رعایا میں سرایت کر چکی تھی اُمت مسلمہ نے ان کی اصلاح و درستگی کی۔ اور دنیا سے ان دونوں باطل وجابر سلطنتوں کا قلع قمع کر دیا گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے بعد ایک "خلافت عامہ" قائم کر دی گئی جنہوں نے انہیں اطوار، رسوم اور طریقوں کو جاری رکھا اور تبلیغ و دعوت کی وصیت فرمائی اور دین کا اقتدار قائم فرما دیا۔ اس طرح تین گروہ زیر فرمان بن گئے۔ ایک خالص امام (خلیفہ) کے دین کا پکا مطیع ہو گیا۔ دوسرا گروہ مجبوراً ظاہراً مطیع بنا۔ تیسرا جو ذلیل و کافر ہی رہ گیا۔ اس تیسرے گروہ سے نچی گھٹیا قسم کے کام لئے گئے مثلاً کھیتی کی کٹائی، بوائی، زمین کی کھدائی، محنت و مزدوری اور جزیہ ادا کرنا۔

(۱) دنیا کے تمام مذاہب کے شعائر سے اسلام کے شعائر کو بلند و بالا رکھا گیا مثلاً ختنہ، مسجدوں کی تعظیم و حرمت، اذان جمعہ، جماعتیں وغیرہ۔

(۲) دوسرے یہ کہ دیگر غیر اسلامی شعائر کی ترویج کرنے سے روک دیا جائے۔
(۳) تیسرے قصاص، دیت، نکاح اور ریاستوں کا نظام وغیرہ میں کافروں کو مسلمانوں کے برابر نہیں کرنا چاہیئے۔ تاکہ ان کو اسلام کی طرف رغبت ہو۔
(۴) چوتھے یہ کہ نیکی اور بدی کی ظاہر صورتوں کو لازم قرار دے کر سزا دے۔ مصالح و حکم کے ضابطے اور قواعد منضبط کر دیئے جائیں تاکہ ہر شخص اس پر عمل کر سکے اور یہ بتلا دیا جائے کہ اصل مقصود بالذات یہ ظاہری اعمال نہیں ہیں بلکہ اس کی روح اور حقیقت مقصود و مطلوب ہے۔

"امام راشد" کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ تلوار ہی سے غلبہ اور اقتدار حاصل نہ کیا جائے ورنہ لوگوں کے قلوب کا زنگ دور نہیں ہوگا اور ہر وقت ارتداد کا خطرہ باقی رہے گا۔ بلکہ براہین اور دلائل سے ثابت کر دے کہ یہ دین (اسلام) سہل اور صاف ستھرا دین ہے۔ اس کے حسن و خوبی کو دنیا اچھی طرح سمجھ سکتی ہے۔ اس کے طریقے جمہور کے لئے سب سے زیادہ مفید ہیں۔ بہرحال لوگوں کے قلوب سے شکوک و شبہات کا دور کرنا امام راشد کا فرض ہے۔

باب ۱۸ ○ دین کو تحریف سے بچانا

اللہ تعالیٰ نے صاحبِ سیاست کبریٰ (یعنی سید المرسلین، نبی النبیین حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک ایسا زبردست دین (اسلام) دے کر بھیجا جس نے دنیا کے تمام ادیان و مذہب کی تنسیخ کر دی اور اُسے اس قدر محکم اور مضبوط کر دیا کہ اس کے اندر کبھی تحریف کا گذر نہ ہو سکے۔ اور لوگوں کو اسباب تحریف اور اس کے مہلکات سے پوری طرح آگاہ کر دیا۔

تحریف دین کے اسباب میں سے ایک سبب سُستی اور لاپرواہی ہے جس کی وجہ سے لوگ نماز ترک کر دیتے ہیں اور شہوات اور خواہشات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے خلاف

شرع بہت سی رسوم دین میں داخل ہو جاتی ہیں جو بڑھتے بڑھتے ملّت کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں جیسا کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی اُمت کا حال ہوا۔ اسی معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی اور ڈرایا ہے "ہوشیار رہنا! اس کا خوف ہے کہ بعض آدمی اپنی مسند پر بے فکری سے بیٹھ کر لوگوں سے کہیں گے تم صرف اس قرآن کو مضبوطی سے تھامے رہو جو چیز تم اس قرآن میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو چیز حرام پاؤ اُسے حرام سمجھو۔ لیکن اللہ کے رسول نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ بھی ویسے ہی حرام ہیں جیسے اللہ نے حرام فرمائی ہیں"۔

دین سے لاپرواہی اور دُوری کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ لوگ غلط اور باطل تاویلیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ عام طور پر بادشاہوں (سربراہانِ مملکت) کو خوش کرنے کے لئے چند پیسوں کے عوض اپنے دین کو فروخت کر دیتے ہیں اور اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔

ایک سبب دین سے لاپرواہی کا یہ بھی ہے کہ علماء نہی عن المنکر کے فرض کو ترک کر دیتے ہیں جس سے ناجائز امور عام طور پر پھیل جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ "جب بنی اسرائیل اپنے علماء کے روکنے پر گناہوں سے باز نہ آئے تو اُن کے علماء بھی ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے اُن پر لعنت بھجوائی کیونکہ وہ سرکشی میں حد سے بڑھ گئے تھے"۔

اسی طرح تحریف دین کا ایک سبب احکام شریعت میں صحیح نصوص میں غلط تشریح اور اپنی سمجھ اور رائے کو داخل کرنے سے ہوتا ہے اور اکثر لوگ اُسے عبادت میں شمار کرنے لگتے ہیں مثلاً روزہ نفس کو مغلوب کرنے کے لئے شارع نے مشروع کیا اس لئے روزہ کی حالت میں ہم بستری ممنوع قرار دی تو اس سے لوگوں نے سحری کھانے اور روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا حرام قرار دیا۔ زانی کو بجائے رجم کے کوڑے لگانا یا منہ کالا کرنا۔ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس سے کام لیا کہ مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی

سے بنایا۔ چاند سورج کی پرستش قیاس پر مبنی ہے۔

یا پھر تحریف دین یہ بھی ہے کہ ایسی شاق ریاضت اور عبادت کی جائے جس کا شارع علیہ السلام نے حکم نہیں دیا۔ مثلاً ہمیشہ روزہ رکھا جائے، تمام رات نماز پڑھی جائے، نکاح سے گریز کیا جائے یا سُنّتوں کو فرض کے درجہ میں اختیار کیا جائے۔ یہ سب درحقیقت یہود و نصاریٰ کا قدیم ترین مرض مزمنہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عالم کی لغزش اور منافق کا قرآن کے بارے میں جھگڑنا اور گمراہ اماموں کا اختلاف اسلام کو منہدم کر دیتا ہے۔

تحریف دین کا ایک سبب ایسے اجماع کی پیروی کرنا جس کا ثبوت قرآن اور حدیث میں نہ ہو۔

ایک سبب تحریف دین کا یہ ہے کہ نبی کے طریقے کو چھوڑ کر کسی غیر معصوم عالم کی پیروی کی جانے لگے۔ یہود و نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے مشائخ اور رہبان کو اپنا معبود بنا لیا تھا۔ ان کے مشائخ جس کو حرام کہتے وہ لوگ اُسے حرام کر لیتے اور جس کو حلال کہتے اُسے حلال کر لیتے تھے۔

ایک اور سبب تحریف دین کا یہ ہے کہ ہمارے مذہب اسلام میں بنی اسرائیلی روایات، یونانیوں کا فلسفہ، علم نجوم، رمل، زمانۂ جاہلیت کے علوم، بابلیوں کی دعوات اور پارسیوں کی تاریخ داخل کر دی گئیں۔ حالانکہ شارع علیہ السلام نے اس حرکت کو سختی سے منع کر دیا تھا۔

باب ۱۹ ○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور یہود و نصاریٰ کے دین میں اختلاف کے اسباب

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ کوئی نبی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی امت میں بھیجا ہو ایسا نہیں ہوا کہ اس کے اصحاب اور مددگار نہ ہوں اس کے طریقوں پر عمل کرتے ہیں ان اصحاب کے بعد ایسے جانشین پیدا ہوتے ہیں جو نااہل ہوتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں عمل اس

کے خلاف کرتے ہیں۔

جب باطل امور دین میں مل جاتے ہیں تو ایک حصہ شرک جلی اور ظاہری تحریف کا ہوتا ہے اور دوسرا حصہ شرک خفی اور چھپی ہوئی تحریف کا ہوتا ہے پھر پیغمبر جب مبعوث ہوتا ہے تو دین کو تمام ملاوٹوں سے پاک کر دیتا ہے قوی دلائل دے کر شبہات رفع کئے جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو اُن کے پیغمبر کی دلیل وحجت کے ساتھ زندہ رکھتے ہیں اور ہلاک ہونے والوں کو دلیل وحجت کے ساتھ ہلاک فرماتے ہیں۔ دلیل وحجت میں لوگوں کے عادات واخلاق اور مصالح اور معاشرت کی تدبیر نافعہ کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ مواقع اور احتمالات کے مطابق احکامات صادر فرماتے ہیں اور سابقہ شریعت میں اضافہ فرماتے ہیں۔ مثلاً ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ امور اور احکام میں اضافہ بھی کیا اور کمی بھی کی۔ ایسی ترامیم کرنے کے لئے چند قواعد اور طریقے صاحب شریعت نے وضع فرمائے ہیں۔

ایک یہ کہ ملت یہود کے اختیارات ہمیشہ اُن کے راہبوں اور مشائخ کے ہاتھ میں رہے ہیں اور وہ من مانی تبدیلیاں کر ڈالتے تھے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو ان تمام تبدیلیوں کو ان کی اصلی حالت پر لے آئے۔ اور یہودی یہی رٹ لگاتے رہ گئے کہ اسلام نے ان کے دین میں تحریف اور تبدیلیاں کی ہیں۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اولاد اسمٰعیل کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور وہی اصول وتمدن اور شریعت تھی جو بنی اسمٰعیل کی تھی اس لئے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کیا گیا کہ اُمت اس کو آسانی سے سمجھ سکے۔

ایک اور فرق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام روئے زمین کے باشندوں کے لئے عام ہے اور ہر وقت اور ہر زمان کے لئے ہے۔ اور تمام سلاطین کے خزانوں کی کنجیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں دیدی گئیں اور کچھ خاص احکامات بھی دئے گئے مثلاً خراج، غزوات اور تحریف دین کی حفاظت کے طریقے اور اسباب بھی بتا دئے گئے۔ اسلام کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ عرصہ دراز سے پیغمبروں کا آنا بند

تھا تمام سچے مذہب محو ہو چکے تھے اور تعصب و ضد اُن پر غلبہ پا چکی تھی اس لئے پوری قوت سے باطل کی جہالت اور عادات اور اُن کی قوتیں توڑ دی گئیں۔

باب ۲۰ ○ اسبابِ نسخ

پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی آیت نازل ہوئی تو اس کو منسوخ کر کے کعبۃ اللہ کو قبلہ قرار دیا گیا۔ اسی طرح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مشکیزہ میں نبیذ بنانے کی اجازت فرمائی اور تمام برتنوں میں منع فرمادیا لیکن جب جوش و جھاگ سے نشہ کی حقیقت معلوم ہوئی تو ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اس میں مُشتبہ چیز داخل ہونے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کر سکتا اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے اور اللہ کا کلام، اللہ کے کلام کو بھی منسوخ کرتا ہے۔

دوسری قسم تنسیخ کی یہ ہے کہ مصلحت اور ضرورت وقت یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو مکہ کی تمام رشتہ داری کا تعلق ٹوٹ گیا اور مدینہ منورہ میں مہاجر اور انصار کی اخوت قائم ہو گئی۔ پھر حقوق وراثت کو مواخات کے رشتہ کو قرآن نے دائر کر دیا۔ پھر جب اسلام قوی اور مضبوط ہو گیا تو مکہ کے رشتہ دار ان مہاجرین رشتہ داروں سے آملے تو پھر وراثت کا حکم رشتۂ نسب کی طرف رجوع کرآیا۔ تنسیخ کی ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ جیسے ہم سے پہلے لوگوں کے لئے مال غنیمت حلال نہیں تھا لیکن ہمارے لئے حلال کر دیا گیا۔ یہ اس وجہ سے بھی کہ اور انبیاء۔ ایک علاقہ اور ایک قوم کے لئے مبعوث ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سارے عالم اور قوموں کے لئے تشریف لائے اور اُن کے لئے جہاد کا زمانہ غیر محصور، غیر محدود اور غیر متعین ہے لہٰذا جہاد کے ساتھ کاشتکاری وغیرہ دقت طلب تھا اس لئے مال غنیمت کو اُن کے لئے مباح رکھا اور اعداء اسلام پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے "اے پیغمبر! ہم کوئی آیت منسوخ کر دیں یا تمہارے ذہن سے اس کو اتار دیں۔ تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور نازل کرتے ہیں۔"

باب ۲۱ عہد جاہلیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاحات

شریعت کے معنی سمجھنے سے پہلے عرب کے اَن پڑھ لوگوں کے حالات پر غور کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملّت حنیفیہ اسماعیلیہ کی کیسے نورانی طریقوں سے اصلاح فرمائی جس کے لئے قرآن میں آیا مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرَاهِیْمَ اس ملّت میں عمرو بن لحی نے شرک و بت پرستی رائج کر دی تھی۔ اسی نے "سائبہ" یعنی سانڈ کو اور "بحیرہ" یعنی اونٹ یا بکری کے بچّہ کے کان کاٹ کر بتوں کی نذر کے لئے چھوڑی تھیں۔ "بنی اسماعیل" کے اندر دو سرکش گروہ پیدا ہو گئے تھے۔ ایک فسّاق و زنادقہ تھے جنہیں اُس وقت کی شریعت کا تھوڑا بہت احساس باقی رہ گیا تھا جو اللہ تعالیٰ کو بہمہ صفات مانتے تھے لیکن اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے امور کو ملائکہ اور کچھ روحوں کے سپرد کر رکھا ہے اور اُن کو جملہ انتظامی امور میں تصرف حاصل ہے اور اُن کی زندیقی یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنالیا ہے اور یہ شفاعت و سفارش کرتے ہیں اور بڑے بڑے مدارج کے مالک ہیں۔ بشری تقاضوں سے پاک ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی وہ بزرگ انسانوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (زمانۂ جاہلیت کے شاعر نے) "سچ کہا" کہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے لیکن اس کا قلب ایمان والا نہیں ہے۔" وہ کہتا ہے کہ آفتاب رات ختم ہونے کے بعد سُرخ گلابی رنگ لے کر نکلتا ہے۔ آسانی اور نرمی سے یہ طلوع نہیں ہوتا بلکہ اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔ یعنی وہ قدرت الٰہی کے سامنے مقہور و مغلوب ہے۔

غرضکہ ان جاہلوں نے یقینی امور کو اپنے قیاس و خیالات کے ساتھ خلط ملط کر دیا

تھا۔ جب لوگوں نے نزولِ قرآن کا انکار کیا تو آیات قرآنی نے ان کے مقابلہ میں حجت پیش کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کتاب لائے وہ کس نے نازل کی تھی۔

حکماء، علماء عرب مثلاً قیس بن ساعدہ، زید بن عمرو بن نفیل اور عمرو بن لحی وغیرہ تمام کے تمام عالم معاد و آخرت اور توحید اور ملائکہ وغیرہ کے قائل تھے۔ یہ لوگ بخوبی جانتے تھے کہ انسان کا کمال اسی میں ہے کہ وہ اپنے (ایک) پروردگار کی نیازمندی کے ساتھ عبادت کرے۔ عبادت میں پاکی، طہارت، غسل جنابت داخل تھا۔ ختنہ، روزہ، زکوٰۃ وضو، نماز، اعتکاف، حج اور تمام فطری خصائل ان کے یہاں رائج تھے۔ صلہ رحمی۔ صدقہ خیرات، مہمان نوازی عام تھی۔ ان کے اندر تعویذ اور منتر بھی تھے جن میں شرک داخل کر دیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی ان میں کہانت، جوا اور تیروں کے ذریعہ مستقبل کے حالات معلوم کرنا۔ فال اور بد شگونی وغیرہ امراض داخل ہو گئے تھے۔

چنانچہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں اس شان کے ساتھ دیکھیں کہ اُن کے ہاتھوں میں قمار بازی کے تیر موجود ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان دونوں نے قمار کے تیروں سے کبھی اندازہ نہیں لگایا۔ عمرو بن لحی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً تین ۳۰۰ سو برس قبل پیدا ہوا تھا۔ اُن لوگوں میں کھانے پینے، لباس پوشاک، ولیموں، دعوتوں، عیدوں، میلوں، مُردوں کو دفن کرنے، نکاح، شادی، طلاق عدت، سوگ، بیع و شراء، لین دین اور دیگر معاملات میں عمدہ طریقے پختگی کے ساتھ موجود تھے۔ محرموں کا پاس رکھتے تھے۔ ظلم و تعدی کے لئے تعزیرات مثلاً قصاص، دیت خون بہا بھی موجود تھا۔ ان میں سلاطین عجم و روم کی اجتماعی۔ معاشرتی ادارے اور تمدنی علوم کا اضافہ ہو گیا تھا لیکن ان کے اندر لوٹ کھسوٹ۔ غارتگری اور دشمنوں کو قیدی اور غلام بنانے کے رواج نے ان کو فاسق و فاجر اور ظالم بنا دیا تھا اور زناکاری، باطل نکاح، سود خوری عام ہو گئی تھی اور وہ نماز اور ذکر الٰہی یکسر ترک کر چکے تھے ان حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور پوری قوت سے ہر گوشۂ حیات کی اصلاح

فرمادی۔ باطل کی تمام رسوم کو نابود فرمایا اور صحیح اعمال کو برقرار رکھا۔ جہاد کیا اور امر خداوندی کی تکمیل فرمائی۔ خلافت کبریٰ قائم فرمادی اور کفر و شرک کو پوری قوت سے پست کر دیا۔ اسلام میں کسی قسم کے شکوک و شبہات کی گنجائش نہیں رکھی۔

بعض احادیث کے اندر مروی ہے کہ میں ایک سہل و آسان (سمحہ) سیدھی اور روشن ملت دے کر بھیجا گیا ہوں۔ جس میں مشقت و سختی نہیں ہے۔ ہر عذر کے لئے رخصت موجود ہے جس کی وجہ سے ہر قوی ضعیف، کاروباری، محنتی، پیشہ ور، مزدور، فارغ، بے کار، خوشحال وغیرہ نہایت آسانی کے ساتھ اس پر عمل کر سکتے ہیں۔

مبحث ہفتم

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرائع کا اخذ و استنباط

باب ۱ ○ علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقسام

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر۔ ۷)

پیغمبر جو تمہیں بتائے اس کی تعمیل کرو اور جس سے وہ منع کرے اُس سے باز رہو۔

علوم معاد و آخرت، عجائبات ملکوت پھر بعض کا وحی کے ذریعہ سے اور بعض کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے جو کہ بمنزلہ وحی ہی ہوا کرتا ہے کیونکہ آپ کی رائے خطا اور غلطی پر قائم نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوانین تدابیر نافعہ معاش کی تعلیم دی تھی بس اِنہیں قوانین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکمت اخذ کر لیتے تھے اور کلیہ بنا لیتے تھے۔

دوسری قسم احادیث کی ہے جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں ایک انسان ہوں۔ جب میں دین کے بارے میں تمہیں حکم کروں اُسے پکڑ لو اور اس کی تعمیل کرو اور جب میں اپنی رائے سے کسی دنیوی شئے کے متعلق حکم کروں تو میں

ایک انسان ہوں۔ مثلاً کھجور کے درخت میں گابھا (نر) لگانے (سے منع فرمادیا تھا صحابہؓ نے اس حکم کی تعمیل کی تو پھل خرما کا کم ہوا) میں فرمایا تھا کہ میں نے صرف گمان کیا تھا اور تخمینی بات میں مجھ سے مواخذہ نہ کرو لیکن جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کروں اس پر عمل کرو اس لئے کہ میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں بولتا۔

اسی طرح طب اور علاج میں بھی رائے تھی اور فرمایا کہ گھوڑا ایسا رکھو جو نہایت سیاہ ہو اور جس کی پیشانی پر ہلکی سی سفیدی ہو۔ کچھ ایسی حدیث میں جن کو بر سبیل تذکرہ بیان فرمایا یا کسی مصلحت کی بنا پر ارشاد فرمایا۔ مثلاً جو شخص میدانِ جنگ میں کسی کو قتل کرے گا تو مقتول کا سارا ساز و سامان قاتل کو ملے گا اسی طرح احکام قضا اور فیصلوں کے بارے میں وارد ہیں۔

باب ۲ مصلحتوں اور شریعتوں میں کیا فرق ہے

شارع (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں دو قسم کے علم عطا فرمائے ہیں۔ ایک مصالح و مفاسد کا علم جو اخلاق کے ذریعہ تہذیب نفس اور تزکیۂ باطن کی غرض سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے تین اصولوں پر ترغیب دی جاتی ہے:۔

① پہلا اصول معاد اور آخرت پر ابھارا جائے۔

② دوسرا اصول کلمۂ حق کو غالب کرنا اس کی دعوت و تبلیغ کے لئے کوشش کرنا۔

③ تیسرا اصول عامہ خلاق کے حالات اور رسوم کی اصلاح و تنظیم۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی رضا یا ناراضگی انہیں مصالح اور انہیں مفاسد سے ہوتی ہے۔ تہذیب نفس کے ذریعہ احکام شریعت کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

علوم شارع کی دوسری قسم شرائع۔ حدود اور فرائض (وراثت وغیرہ) کا علم ہے اس قسم کے امور کا تعلق اور مرجع سیاست ملیہ کے قوانین ہوا کرتے ہیں۔ جب قوم کسی امر کی آرزو کرتی ہے یا کسی امر سے روگردانی کرتی ہے تو اس کی وجہ سے ملاء اعلیٰ میں واجب یا حرام کی صورتیں قائم ہو جاتی ہیں اور اس کا علم ہمیں شریعت کی نص اور تصریح سے ہی ہوتا ہے مثلاً ایک انسان کی ضرورت اور فراخدستی ایک معتدبہ مقدار سے حاصل

ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے یہ مقدار نصاب زکوٰۃ ہمارے لئے فرض فرما دیا۔ اب رضائے الٰہی یا غضب الٰہی کا دارومدار اسی مقدار پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "میں ڈر گیا کہ یہ عمل (مثلاً تہجد یا مسواک وغیرہ کا) تم پر کہیں فرض نہ کر دیا جائے۔"

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ محض کسی مصلحت کے پائے جانے سے قیاس درست نہیں کہا جا سکتا۔ دفع کلفت تو رخصت کی ایک مصلحت ہے لیکن نماز و روزہ میں قصر اور افطار کی علت تو سفر ہی کہلائی جائے گی۔ کشتی کی سواری کے دوران سر میں درد یا چکر ہو جائے تو کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن طہارت کے لئے پانی کی مقدار دہ در دہ کا اندازہ مقرر کر دیا گیا۔

ایک حکم میں شریعت نے ہمیں ایک مصلحت بتائی۔ وہی مصلحت کسی دوسرے حکم میں بھی اگر ہم کو نظر آئے تو ایسی حالت میں مصلحت کوشی ہمارے لئے واجب نہیں ہوگی بلکہ وہ شرعی حکم واجب ہوگا مثلاً اگر کسی شخص نے ایک وقت کی نماز ترک کر دی تو وہ گنہگار ہو جائے گا۔ خواہ وہ اس وقت ذکر الٰہی اور دوسری قسم کی طاعات میں ہی کیوں نہ مشغول ہو۔ اسی طرح اگر فرض زکوٰۃ نہ ادا کی تو وہ گنہگار ہوگا خواہ سارا مال صدقہ کر دے۔ اسی طرح اگر وہ ریشم اور سونا پہنتا ہے خواہ وہ بالکل خلوت میں ہو لیکن حکم عدولی کا مرتکب ہوگا۔

اسی طرح اگر وہ علاج و دوا کی نیت سے شراب پیئے تو بھی گنہگار ہوگا پس یہ بندہ کے مصالح ہی کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کو واجب یا حرام فرما دیتے ہیں۔ اب جو لوگ قیاسات کے بارے میں ارباب قیاس اور محدثین کی جماعت پر آوازیں کستے ہیں اُن کا وبال اُن کی جہالت کی وجہ سے انہیں پر ہوگا۔ محدثین کا درجہ تو بہت بلند و بالا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ۳ ○ اُمت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شریعت کیسے اخذ کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شریعت دو طریقوں سے اخذ کی گئی ہے ایک ظاہری قول سے۔ دوسرے دلالت اور اجتہاد سے۔

ظاہر قول سے اخذ کرنے کے لئے آیات سے منقول ہونا ضروری ہے خواہ متواتر نقل ہو یا غیر متواتر۔ یہ یا تو قرآن کریم سے لفظاً ہوگا یا تھوڑا بہت احادیث نبویہ کا حصہ منقول ہوگا۔ یا وہ متواتر بالمعنی ہوگا جیسے طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، بیع وشراء، غزوات وغیرہ۔ سب سے اعلیٰ درجہ کی :-

① حدیث ونقل وہ ہے جو مستفیض ہو یعنی تین یا تین سے زیادہ صحابہؓ روایت کریں۔

② اس کے بعد وہ احادیث ہیں جن کا اعلیٰ ترین حفاظ حدیث نے فیصلہ کیا ہو۔

③ اس کے بعد اُن اخبار و احادیث کا درجہ ہے جن کی قبولیت میں اختلاف ہو لیکن استحکام شواہد اور عقل صریح سے اُن کی تائید ہوتی ہو تو وہ واجب الاتباع ہیں۔

دوسرا طریقہ اخذ شریعت کا دلالت نص کتاب وسنت ہے مثلاً صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول سنا یا عمل دیکھا اس سے کوئی حکم مستنبط کر کے لوگوں کو واجب بتایا۔ پھر تابعین پھر اُن کے بعد کے طبقے کے لوگوں نے اپنے فتاویٰ کو مدون کر دیا۔ اس طرح کے طریقہ پر اخذ کرنے والے عمائد چار صحابہ ہیں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ لیکن صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قضایا اور فتاویٰ کی اتباع گوشہ گوشہ میں کی گئی۔ باقی کی مقامی طور پر اتباع کی گئی۔ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے فیصلے کوفہ تک محدود رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کی اتباع اہل مکہ نے کی اور انہوں نے خود اجتہاد کیا۔ ان کے علاوہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے وہ ارکان وشرائط اور آداب وسنن میں امتیاز نہیں فرماتے تھے۔ اگر کسی کا فیصلہ تھا بھی تو وہ حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم تھے۔

اکابر تابعین میں فقہاء سبعہ تھے خاص کر مدینہ منورہ میں حضرت سعید بن المسیبؒ مکہ مکرمہ میں عطاء بن ابی رباحؒ، کوفہ میں ابراہیم نخعیؒ، شریحؒ، شعبیؒ اور بصرہ میں امام حسن بصریؒ تھے۔

پہلے طریقہ اخذ میں یعنی نقل ظاہر میں ایک خلل یہ ہے کہ روایت بالمعنی سے حدیث

کے الفاظ میں تغیر اور تبدیلی ہو جاتی ہے جس سے معنی میں تغیر اور تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

دوسرا خلل یہ ہے کہ ایک حکم کسی خاص واقعہ کے متعلق ہوتا ہے لیکن راوی اس کو حکم سمجھ لیتا ہے۔

تیسرا خلل یہ کہ کلام کا رُخ اور انداز بعض وقت صرف تاکیدی ہوتا ہے لیکن اس کو واجب یا حرام سمجھ لیتا ہے جو شخص فقیہ ہوتا ہے وہ حقیقت حال کا استنباط کر لیتا ہے مثلاً پھلوں کی فصل سے قبل خرید و فروخت کا حکم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بطور مشورہ کے تھا نہ کہ شرعی حکم۔

دوسرا طریقہ یعنی دلالت و اجتہاد کا طریقہ تو صحابہؓ اور تابعین نے جو کچھ قیاسات اور کتاب و سنّت سے استنباط کیا اس کو دین میں داخل کیا۔ اجتہاد کا ہر حال میں درست ہونا ضروری نہیں۔ بہرحال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "تم میری سُنّت لازم پکڑو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سُنّت لازم پکڑو" بہرحال اس فن میں کامل رسوخ حاصل کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ۴ ○ کتب حدیث کے طبقات

شرائع اور احکام کا علم صرف "حدیث" و "خبر" سے حاصل ہوتا ہے جن کی روایت کی انتہاء بطور عنعنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک ہوتی ہے۔ اور مصالح کا علم کبھی تجربہ، صادق و صحیح نظر یا حدیث و فراست کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔

ہمارے زمانہ میں روایات و احادیث کی تحصیل کا ذریعہ صرف وہ کتابیں ہیں جو مدون ہو چکی ہیں۔ ان کتب احادیث کے مختلف طبقات و مدارج ہیں۔

اعلیٰ درجہ کی احادیث وہ ہیں جو بطور تواتر ثابت اور متفق علیہ ہیں۔ اس کے بعد اس حدیث کا درجہ ہے جو مستفیض ہو (یعنی جو متعدد طرق سے ثابت ہو۔ بلاد اسلامیہ نے اتفاق کیا ہو۔ علماء حرمین کا اختلاف نہ ہو) اس کے بعد "صحیح" اور "حسن" کا درجہ ہے

یعنی مستند ہو۔

اس کے بعد "ضعیف" احادیث کا درجہ ہے یعنی جن کی اسناد منقطع ہوں اور راوی مجہول الحال ہوں۔ اس قسم کی احادیث (اعمال کے درجہ میں مقبول اور عقائد کے معاملہ میں) قطعاً قابل قبول نہیں۔

جس حدیث کی کتاب میں صحت وشہرت موجود ہوتی ہے وہ "طبقہ اولیٰ" کی کتاب کہلاتی ہے اور وہی درجۂ تواتر کو پہنچ جاتی ہے۔ اس کے بعد اس حدیث کا درجہ ہے جو معتبر اور عمل کے لئے مفید ہو۔

"طبقہ ثانیہ" کی احادیث مستفیض سے قریب ہوتی ہیں اسی طرح درجہ بدرجہ اُن کا مرتبہ کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ تتبع سے ثابت ہوا کہ "طبقہ اولیٰ" کی احادیث تین کتابوں میں منحصر ہیں۔ ① موطا امام مالکؒ ② صحیح بخاری ③ صحیح مسلم۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب امام مالکؒ کی موطا ہے۔ امام مالکؒ کے اساتذہ سے بھی ان کے ہم درسوں نے موطا لکھی جنہوں نے اس کی تخریج کی ان میں ابن ابی ذئب، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور معمر وغیرہم شامل ہیں انہوں نے موطا کی منقطع احادیث کو متصل کر دیا۔

امام مالکؒ سے موطا کی تحصیل کرنے والوں میں بڑے بڑے تھے مثلاً امام شافعی امام محمد بن الحسن۔ اور بہت سے باکمال محدث بھی تھے مثلاً یحییٰ بن سعید القطان عبدالرحمٰن بن مہدی، عبدالرزاق وغیرہ اور سلاطین و امراء بھی جیسے ہارون الرشید اور اس کے دو بیٹے۔ غرضکہ تمام ممالک اسلامیہ میں اس کی شہرت پھیل چکی تھی۔ اگرچہ امام محمد کی کتاب الآثار اور امام ابو یوسف کی کتاب الامالی سے موطا کا موازنہ نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ان دونوں میں بعد المشرقین نظر آئے گا لیکن کسی نے بھی ان سے تعرض نہیں کیا۔

اسی طرح صحیحین یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں۔ اگر کوئی بھی ان کتابوں کی جلالت وعظمت (صحت وشہرت) سے کوتاہی (انکار) کرتا ہے تو وہ ایمان کی راہ سے

بھٹکا ہوا ہے۔ اگر ان کتابوں کا موازنہ کتاب مصنف ابن ابی شیبہ اور کتاب طحاوی اور مسند الخوارزمی سے کیا جائے تو ان میں بعد المشرقین فرق نظر آئے گا۔

حاکم کی مستدرک اور اضافہ درحقیقت صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہی کی طرف رجوع ہوتا ہے اور وہ احادیث جن کو حاکم نے اپنی مسند میں تخریج کیا ہے امام بخاری اور امام مسلم کے شیوخ کے زمانہ میں بالکل مخفی تھیں اگرچہ بعد میں مشہور ہو گئیں۔ یا وہ ہیں جن کے راویوں پر محدثین نے اختلاف کیا ہے۔ اختلافی احادیث پر شیخین پوری طرح بحث و تنقید کر لیتے تھے لیکن حاکم اکثر و بیشتر احادیث کا استخراج اُن کے قواعد کے مطابق کرتے تھے لیکن موقوف و مرفوع، متصل و منقطع کی معرفت و پہچان کے بارے میں حفاظ حدیث کے اندر بہت سے اختلاف پڑ جاتے ہیں۔ حاکم کے نزدیک ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہے۔ یہی تین کتابیں ہیں جن کی طرف قاضی عیاض نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں مخصوص توجہ کی اور تحریفات کا رد کیا ہے۔

دوسرے طبقہ کی کتابیں جن سے فقہاء نے مسائل اخذ و استنباط کئے ہیں۔ وہ سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور نسائی۔ علامہ رزین نے اپنی کتاب "تجرید صحاح" اور ابن اثیر نے اپنی کتاب "جامع الاصول" میں طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کی احادیث جمع کی ہیں۔ مسند احمد بھی تقریباً اسی طبقہ کی ہے۔ امام احمدؒ نے اس کو اصل قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو حدیث میری کتاب میں نہیں اُسے قبول نہ کرو گویا صحیح اور سقیم میں یہ فرق کرنے والی ہے۔

تیسرے طبقے کی کتابیں وہ مسانید، جامعات اور تصنیفات ہیں جو صحیحین سے پہلے اور بعد میں لکھی گئی ہیں جن کے اندر صحیح، حسن، ضعیف، معروف، غریب، شاذ، منکر، خطا، صواب، ثابت، مقلوب وغیرہ ہر قسم کی احادیث اور روایات جمع کر دی گئی ہیں۔ لیکن کسی ائمہ حدیث نے ان میں صحت و سقم سے کچھ زیادہ بحث نہیں کی۔ ان میں سے کچھ کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی غرابت کو دور نہیں کیا گیا، اور نہ کسی محدث نے سلف کے مذہب پر انہیں منطبق کیا نہ ان کی مشکلات حل کی گئیں نہ ان کے اسماء رجال کا ذکر ہوا

میری مراد زمانۂ سلف میں جو محدثین گذرے، وہ ہیں۔ غالی متاخرین میرے بیان سے خارج ہیں۔ اس طرح یہ کتابیں گمنامی میں باقی رہیں جیسے مسند ابو علی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند طیالسی، بیہقی، طحاوی اور طبرانی وغیرہ کی کتابیں۔ ان کتابوں کے لکھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ جو کچھ بھی ان کو مل جائے اس کو جمع کر دیں۔ ان کو قابلِ عمل بنانا ان کے مقصد سے خارج تھا۔

چوتھے طبقہ کی کتابیں وہ ہیں۔ جن احادیث کو محدثین نے نہ لیا جبکہ وہ زبان زد عوام تھیں جیسے اکثر واعظ مبالغہ آمیز باتیں کرتے ہیں یا وہ احادیث جو نفس پرستوں اور ضعیف راویوں سے مروی تھیں۔ یا وہ صحابہؓ وتابعین کے اقوال تھے یا متفرق احادیث کے مختلف ٹکڑے اِدھر اُدھر سے لے کر جمع کر دیا اور حدیث کا درجہ دیدیا۔ ان روایات کا محل ابن حبان کی کتاب الضعفاء اور کامل ابن عدی، خطیب ابونعیم، ذرقانی، ابن عساکر، ابن نجار، اور دیلمی کی کتابیں ہیں۔ مسند خوارزمی بھی قریب قریب اسی طبقہ کی کتاب ہے۔ اس طبقہ میں سب سے بہترین روایت ضعیف و محتمل ہے اور سب سے بدترین موضوع و مقلوب ہیں یا انتہائی درجہ کی منکر ہو۔ ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات میں اسی قسم کی روایات کا ذکر ہے۔

پانچویں طبقے کی وہ کتابیں ہیں جو بددین لوگوں نے گھڑ کر دین میں داخل کر دی ہیں چونکہ عربی زبان کے ماہر تھے اس لئے ایسی قوی اور صحیح اسناد کے ساتھ پیش کیا کہ اس پر کوئی جرح ہی نہیں کر سکتا اور فصیح و بلیغ الفاظ میں پیش کیا۔ اس طرح ان لوگوں نے اسلام کے اندر خطرناک مسائل اور مشکلات پیدا کر دیں لیکن ائمہ حدیث نے شواہد کی کسوٹی پر کس کر ساری قلعی کھول دی۔ اگر آپ اس بارے میں صاف صریح حق کے متلاشی ہیں تو مبتدعین، روافض اور معتزلہ وغیرہ کو دیکھئے۔ واللہ اعلم۔

باب ۵ ۔ کلام کے معنی مراد کس طرح سمجھے جائیں

کلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر مبہم ہو کہ سننے والا بلا تکلف سمجھ لے۔ کلام کے بھی مدارج ہوتے ہیں۔ کبھی کلام ایسا بولا جاتا ہے کہ مفہوم و مقصد ثابت ہو جاتا ہے اور کبھی

لفظ اور کلام میں کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال موجود ہو۔ جیسے مشترک الفاظ یا ایسے الفاظ کہ حقیقت اور مجاز دونوں پر بولا جاتا ہو مثلاً لفظ سفر۔ کوئی مدینہ سے مکہ جائے تو سفر کہیں گے۔ تفریح کے لئے ہو تو سفر، کسی ضرورت کے لئے ہو تو سفر ہی کہلائے گا۔ بہرحال موقعہ اور محل کی نسبت سے مفہوم ادا ہو گا۔

اس کے بعد معنی و مفہوم کا درجہ ہے یعنی کسی کلام میں جو الفاظ استعمال کئے جائیں ان سے بلاواسطہ کوئی مفہوم اخذ کر لیا جائے۔ اس طریقہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) اوّل فحوائے کلام۔ یعنی کلام کے معنی سے کسی ایسے مفہوم کا پتہ چلے جو محذوف ہو مثلاً قرآن حکیم میں ہے کہ ماں باپ کو تم اُف تک نہ کرو (مارنا اور سخت کلامی تو درکنار)۔

(۲) دوم اقتضاء کلام۔ یعنی مستعمل معنی کے ساتھ دوسرے اور معنی بھی لازم آتے ہیں مثلاً میں نے ایک غلام آزاد کر دیا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ غلام میری ملکیت میں تھا۔ یا یہ لفظ کہ زید چلا اس معنی کا اقتضاء یہ بھی ہوا کہ زید کے پاؤں صحیح و سالم ہیں۔

(۳) سوم ایماء کلام یعنی اصل مقصود کو کسی مناسب عبارت سے ادا کر دیا جائے اور ارباب فصاحت و بلاغت کا یہی طریقہ ہے مثلاً جب یہ آیت اُتری کہ جو شخص ذرّہ برابر نیکی کرے گا اس کو وہ پائے گا اور جو شخص ذرّہ برابر بدی کرے گا اس کو وہ پائے گا۔

اسی طرح کا استدلال حضرت ابن عباسؓ نے بھی کیا ہے جب انھوں نے ان دو آیتوں کو دیکھا ایک "اے پیغمبر تم انہیں پیغمبروں کی اقتدار کرو" اور دوسری "داوٗدؑ کو خیال آیا کہ اللہ نے ان کا امتحان کیا ہے تو انھوں نے اپنے پروردگار کے آگے توبہ اور استغفار کی اور سجدہ میں گر پڑے" تو فرمایا کہ تمہارے پیغمبر کو ان کی پیروی کا حکم ہوا تھا تو اُمت کو بھی اقتداء کا حکم ہے)۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض سے استدلال فرما کر باپ کی طرف سے

حج بدل کی اجازت مرحمت فرمائی۔ واللہ اعلم

باب ۶ قرآن وحدیث کے شرعی معنی کس طرح سمجھے جائیں

کسی فعل کی نسبت سے جو صیغے اور الفاظ رضائے الٰہی یا ناراضگی الٰہی پر دلالت کرتے ہیں وہ یہ ہیں الحب، البغض۔ الرحمۃ، لعنت۔ القرب، البُعد۔ رضا یا ناراضگی الٰہی کا طریقہ یہ ہے کہ اس فعل کے مخالف پہلو کو بیان کر دیا جائے مثلاً جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو وہ مال قیامت کے دن گنجے سانپ کی شکل میں آکر اس کے گلے کا طوق بنے گا۔

اس کے بعد لفظ واجب ہے یعنی جس کے کرنے یا نہ کرنے کی انتہائی مبالغہ سے تاکید کی گئی ہو یا صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم اس کا کوئی حکم متعین فرمادیں مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ تلاوت کا سجدہ واجب نہیں ہے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ وتر واجب نہیں ہے۔

کسی شئے کی علت رکن اور شرط معلوم کرنے کا واضح طریقہ یہی ہے کہ خود نص کے اندر تصریح موجود ہو مثلاً ہر نشہ والی چیز حرام ہے یا جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں یا بلا وضو کے نماز مقبول نہیں۔

اس کے بعد اس کا درجہ ہے جو بطور اشارہ کوئی حکم کیا جائے مثلاً نماز سے قیام رکوع سجدہ مراد ہے۔ اس کے بعد کا درجہ یہ ہے کہ کسی حکم کو کسی شئے سے مشروط کر دیا جائے۔

اس کے بعد کا درجہ مقاصد کو پہچاننا کہ جن پر احکام کی بنیاد قائم ہے فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم نے طاعات وگناہ کے اصول اُن امور سے اخذ کئے جن پر اس وقت کی تمام قومیں متفق تھیں۔

اب رہے تشریع اور تیسیر اور آسانی دین کے قوانین اور احکام تو ان کو صحابہؓ

کرام رضی اللہ عنہم نے امر ونہی کے مواقع اور محل دیکھ کر ان سے یہ چیزیں اخذ کیں یہ واقفیت عرصہ دراز کے اختلاط سے ہی حاصل ہوتی ہے مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ فرض نماز سے متصل نفل نماز پڑھنے پر فرمایا "تم سے اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوئے۔" جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا "اے خطاب کے بیٹے تمہاری رائے اللہ نے صحیح بنائی ہے۔"

معانی شرعیہ کے معلوم کرنے کا صریح اور واضح طریقہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ کی نص وتصریح موجود ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اے عقلمندو! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے۔" اور فرمایا "اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین کے اندر فتنہ وفساد پیدا ہو جائے گا۔" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان نے اس کی ناک کے نتھنوں پر رات گذاری اور فرمایا کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری۔

اس کے بعد کا درجہ یہ ہے کہ فقیہ صحابی جرح وقدح اور بحث کے ذریعہ سے مقادیر اور دوسری نظائر متعین فرماتے تھے۔

باب ۷ ○ مختلف احادیث میں فیصلہ کرنا

جب تک تناقض کی وجہ سے ہر حدیث پر عمل کرنا ممنوع اور ناممکن نہ ہو اصل اصول یہ ہے کہ ہر حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔ اور حدیث کے اندر درحقیقت اختلاف نہیں ہوا کرتا بلکہ ہماری نگاہ میں اختلاف ہوتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل اگر دو صحابیوں سے منقول ہے تو اگر دونوں عمل از قسم عادت ہیں اور قسم عبادت نہیں ہیں تو ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں لیکن اگر دونوں کے اندر تقرب الٰہی اور ثواب کے آثار موجود ہیں تو دونوں کے دونوں مستحب یا واجب ہوں گے مثلاً وتر۔ تہجد۔ رفع یدین تشہد وغیرہ کا مسئلہ اسی اصل وقانون کے تحت حل ہوگا۔ اسی طرح اگر ایسی کوئی

مخفی علت موجود ہے تو اس کے ترک یا رخصت کے لئے پوری تحقیق ضروری ہوگی یا ایک فعل عزیمت پر مبنی ہے یا رخصت پر ہے اور کسی تکلیف یا حرج کا لحاظ کیا گیا ہے تو اس کی تنسیخ پر محمول کریں گے۔ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل خصوصیت پر محمول ہوگا اور وہ دوسرے قول سے منسوخ ہوگیا ہوگا تو قرآن وغیرہ کے ذریعہ ہر دو حدیثوں کی کامل تحقیق کی جائے گی۔ اگر حدیثیں قولی ہیں تو دوسری حدیث کے مناسب حال تاویل ہو سکتی ہے۔ اگر تاویل ظاہر ایمار کے خلاف ہے یا حدیث کے ظاہر واضح مفہوم یا مورد نص کے خلاف ہے تو قطعاً جائز نہیں۔

اب باقی رہیں وہ آیتیں اور حدیثیں جن سے ظاہر معنی کے اور کوئی دوسرے معنی نہیں لئے جاتے مثلاً تم پر مردار حرام کیا گیا۔ ماں سے نکاح حرام کیا گیا۔ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا وغیرہ۔ ان آیات و احادیث کے ظاہری معنی کے علاوہ دوسرے معنی (تاویل) نہیں لئے گئے۔

اگر کسی مصیبت زدہ کی گلو خلاصی یا مجرم کی سزا یا قسم توڑنے کے کفارہ کے متعلق احادیث میں مختلف روایات ہوں تو دونوں صورتیں صحیح قرار دی جائیں گی۔ بہرحال جب ہر دو حدیثوں میں جمع کی گنجائش نہ ہو اور تاویل بھی ناممکن ہو اور نسخ بھی ثابت نہ ہو سکے تو ان ہر دو میں تعارض کا حکم دیا جائے گا۔ اگر ان حدیثوں میں سے کسی ایک کو بھی ترجیح حاصل ہے تو سند قوی کی بناء پر ہوگی۔ یا راوی فقیہ ہے یا وہ خود صاحب معاملہ ہے وغیرہ تو اس صورت میں امر راجح کو اختیار کیا جائے گا۔ کسی صحابی کا یہ کہنا کہ ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے یا منع کیا گیا ہے یا رخصت دی گئی ہے تو ان صورتوں میں حکم کا مرفوع ہونا ثابت ہوگا۔

اگر راویوں کے اندر زیادہ اختلاف ہے تو وہی حصہ قابل عمل ہوگا جو سب میں متفق ہو۔ مرسل حدیث کا درجہ حدیث مرفوع سے کم ہوگا۔ اگر کوئی ثقہ راوی کسی حدیث میں زائد امر بیان کرتا ہے اور دوسرے علماء اس پر خاموش ہیں اور معنیٰ میں تغیر پیدا نہیں ہوتا تو اس قسم کی زیادتی مقبول ہے۔ اگر کسی حدیث

کے اندر اجتہاد کی گنجائش ہے تو حدیث کا محمل وہی قرار دیا جائے گا۔ جسے ماہرین لغت قرائن حالیہ یا قرائن مقالیہ کے ذریعہ اچھی طرح سمجھتے اور پہچانتے ہیں۔

صحابہؓ کے مذاہب واقوال کا ماخذ معلوم کرنا ایک زبردست مکنون ومخفی علم ہے۔ کامل طور پر کوشش شرط ہے۔ واللہ اعلم۔

تتمہ

باب ۱ ○ فروعات میں صحابہ اور تابعین کے اندر اختلافات کے اسباب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں علم فقہ کی تدوین نہیں ہوئی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تو بس ویسے ہی نقل کرتے تھے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتا ہوا دیکھتے تھے نہ کوئی رکن، نہ ادب، نہ مستحب، نہ وضو میں نہ نماز میں نہ حج میں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی طریقہ تھا۔ اس قسم کی باتیں بہت کم پوچھا کرتے تھے۔ کل تیرہ ۱۳ مسئلے دریافت کئے جو قرآن میں موجود ہیں مثلاً یسئلونك عن الشهر الحرام یا یسئلونك عن المحيض۔ یعنی پوچھتے ہیں حرمت والے مہینے جن میں قتال وجنگ حرام ہے۔ یا پوچھتے ہیں حیض کے بارے میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو کریدنے والوں پر لعنت فرماتے تھے۔ اور پھر علماء اکابرین نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عام دستور تھا کہ لوگ واقعات کے متعلق فتویٰ دریافت فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا فیصلہ وجواب مرحمت فرما دیتے تھے۔ پھر صحابہ کرامؓ کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ اپنے ساتھی صحابہؓ سے دریافت فرما کر فیصلہ فرما دیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دادی کو وراثت میں چھٹا حصہ دلوایا حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پر۔ اسی طرح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاند کا فیصلہ فرمایا۔ اسی طرح مجوسیوں کے بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف رجوع کیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے سے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ابن مسعودؓ خوش ہوئے۔ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث دریافت کی اور ابو سعید رضی اللہ عنہ نے حدیث کی تصدیق فرمائی۔

حاصل کلام ہر صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا، عبادت اور فیصلے کو بقدر توفیق الٰہی بغور دیکھا، یاد کیا اور سمجھ لیا۔ پس علامات اور قرائن کی بناء پر بعض امور کو انہوں نے اباحت پر محمول کیا اور بعض کو منسوخ جانا۔ اُن کے پاس اس کے لئے بہترین طریقہ صرف اطمینان قلب اور دل کی تسکین کے سوا کچھ نہ تھا۔ حجت اور استدلال کی طرف اُن کی نگاہ نہیں تھی۔ جب صحابہ کرامؓ مختلف ممالک میں پھیل گئے تو ہر صحابی اپنے اپنے اجتہاد، اخذ اور استنباط کے بموجب فتاویٰ کے جوابات دیتے تھے پس اس طریقۂ کار کی وجہ سے کچھ اختلافات رونما ہو گئے۔ مثلاً ایک عورت کا شوہر مر گیا لیکن اس کے مہر کی مقدار مقرر نہیں کی گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں کوئی فیصلہ کرتے نہیں دیکھا۔ آخر لوگوں کے اصرار پر اجتہاد کے ذریعہ خاندان کی عورتوں کے برابر مہر ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا پھر حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عورت کے بارے میں اسی طرح فیصلہ کرتے دیکھا۔

اسی طرح تمام دیگر مسائل میں مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ کہ جس نے صبح حالت جنابت میں کی اس پر روزہ نہیں۔ جب ان کے سامنے حدیث بیان کی گئی تو اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ اسی طرح حالتِ جنابت میں تیمم کا مسئلہ کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے جنبی حالت میں پانی نہ ملنے پر خاک میں لوٹے جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے تیمم کو کافی قرار دیا لیکن حضرت عمر

رضی اللہ عنہ اس کے قائل نہ تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ غسل جنابت میں عورتوں کو بال کھولنے کا حکم دیتے تھے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سنی تو آپ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ اختلاف کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی کون سی نیت کی تھی اور کس طرح مناسک ادا کئے تھے۔ اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ماہ رجب میں عمرہ کے واقعہ میں اختلاف ہے۔ یا میت پر گریہ کرنے کا مسئلہ۔ اسی طرح جنازہ دیکھ کر احتراماً کھڑے ہونے کا مسئلہ یا متعہ کا حکم وقتی طور پر مباح تھا پھر منسوخ کر دیا گیا۔

اسی طرح قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کر کے رفع حاجت منع ہے۔ کچھ کہتے ہیں صرف صحرا اور جنگل میں ممانعت ہے۔ بنے ہوئے پاخانوں میں رخصت ہے ایک جماعت نے کہا کہ ممانعت عام ہے منسوخ نہیں ہے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص اجازت تھی۔

حاصل کلام اختلافات بقدر استطاعت اور طاقت کے موافق مسائل کے اخذ کرنے میں ہوا وہ بھی احتیاط چھان پھٹک کی کوششوں میں ہوا۔ اسی طرح ہر ہر مقام پر ایک مستقل امام مان لیا گیا مثلاً مدینہ منورہ میں حضرت سعید بن المسیبؒ اور سالمؒ بن عبداللہ بن عمرؓ۔ ان کے بعد قاضی یحییٰ بن سعیدؒ اور ربیعہ بن عبدالرحمنؒ امام تسلیم کئے گئے۔ اور مکہ مکرمہ میں عطا بن ابی رباحؒ اور کوفہ میں ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ۔ اور بصرہ میں حسن بصریؒ۔ یمن میں طاؤس بن کیسانؒ اور شام میں مکحول مُسلّم امام تسلیم کئے گئے۔ لوگ شوق سے مسائل پوچھتے اور علم حدیث اور آثار صحابہؓ اور خود ان کی ذاتی مساعی سے فیضیاب ہوتے رہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی اصل واساس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قضایا اور قاضی شریح اور دیگر قضاۃ کوفہ کے فیصلے اور فتاویٰ ہیں۔ مدینہ کے حضرت سعید بن المسیبؒ اور کوفہ کے

ابراہیم نخعیؒ کے فتاویٰ کو فقہاء مدینہ اور کوفہ نے ان پر اتفاق کیا ہے اور تمام مسائل دینیہ ان سے حاصل کئے اور خوب سمجھ کر ان سے مسائل کا انبساط کیا۔ واللہ اعلم۔

باب ۲○ مذاہب فقہاء کا اختلاف اور اس کے اسباب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ پیچھے آنے والوں میں سے عادل لوگ (علماء) اس علم کو لے لیں گے۔ وہ وعدہ پورا ہوا اور علماء و فقہاء کی ایک مستعد جماعت اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادی۔ ایسی بے مثال اور انتھک کوشش سے اجتہاد فرمایا کہ امام و اکابر دین بن گئے۔ یہ علماء اپنی پوری تحقیق اور ذمہ داری سے احادیث روایت کرتے تھے اور صحابہؓ اور تابعین کے اقوال سے استدلال کرتے تھے۔ اس طبقہ کے علماء کا طریق کار یہ تھا کہ اگر کسی مسئلہ میں صحابہؓ اور تابعین کا مسلک و مذہب مختلف ہوتا تو اہل مدینہ کے علماء کے اقوال اخذ کرتے اس لئے کہ مدینہ منورہ ہر زمانہ میں فقہاء اسلام کا ملجاء و ماویٰ رہا ہے۔ یہی وجہ تھی حضرت امام مالکؒ اسی کا التزام فرماتے تھے۔

اہل کوفہ قاضی شریحؒ، امام شعبیؒ، ابراہیم نخعیؒ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذہب کو زیادہ قابل اعتماد اور باوثوق مانتے تھے۔ بہرحال انہیں علماء کو اللہ تعالیٰ نے تدوین احادیث کا الہام اور جمع روایت کے لئے شرح صدر فرمایا چنانچہ مدینہ منورہ میں امام مالکؒ، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذیبؒ نے اپنی کتابیں مدون کیں۔ مکہ مکرمہ میں ابن جریجؒ اور ابن عیینہؒ نے۔ کوفہ میں سفیان ثوریؒ نے اور بصرہ میں ربیع بن صبیحؒ نے اپنی اپنی کتابیں مدون کیں۔

خلیفہ منصور عباسیؒ جب حج کے لئے آئے تو انہوں نے حضرت امام مالکؒ سے کہا کہ میں مصمم ارادہ کر چکا ہوں کہ آپ کی تصنیفات کو تمام ممالک اسلامیہ میں بھیج دوں اور میں سب کو حکم دوں کہ وہ آپ ہی کی کتابوں پر عمل کریں۔ حضرت

امام مالکؒ نے فرمایا اے امیر المؤمنین ایسا نہ کیجئے کیونکہ لوگوں کے پاس پہلے ہی سے اقوال و مسائل پہنچ چکے ہیں۔ وہ روایات اور احادیث کو باہم بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ ہر مقام میں جو کچھ پہنچ چکا ہے وہاں کے لوگ اُسے اختیار کر چکے ہیں۔ مختلف علماء ہر جگہ پہنچے اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہاں کے لوگوں کو پہنچا دیا ہے اس لئے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے تاکہ وہ اپنے اپنے اختیار کئے ہوئے پسندیدہ امور پر عمل کرتے رہیں۔

اسی طرح کے ایک قصہ کی نسبت ہارون رشید کی طرف بھی کی گئی ہے جب کہ انہوں نے امام مالکؒ سے مشورہ کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی موطاء کو میں کعبۃ اللہ کے اندر لٹکادوں اور لوگوں کو مجبور کروں کہ وہ صرف اسی کتاب پر عمل کریں۔ امام مالکؒ نے جواب دیا نہیں ایسا نہ کیجئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ فروعی مسائل میں مختلف رہے ہیں اور صحابہؓ عام طور پر مختلف ممالک میں پھیل چکے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہر جگہ پہنچ چکی ہے۔

امام مالکؒ اور ان کے ہم مثل دیگر علماء نے فتاویٰ اور علم روایت کی بنیاد قائم کی آپ کے شاگردوں نے کتاب مؤطا کو تمام عالَم کے گوشہ گوشہ میں پہنچادیا۔ امام ابوحنیفہؒ عموماً حضرت امام ابراہیم نخعیؒ اور ان کے ہمعصر علماء کے مذہب کو نہایت التزام سے تھامے ہوئے تھے۔ امام محمدؒ کی کتاب الآثار، جامع عبدالرزاق اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کو امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر منطبق کیجئے تو ٹھیک ٹھیک ان کی روش پر پاؤ گے۔

امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام ابویوسفؒ تھے اُن ہی کے ذریعہ تمام ممالک میں ان کا مذہب اور قضایا شائع ہوئے۔ انہی کے شاگردوں میں سے امام محمد بن الحسنؒ تھے جنہوں نے امام مالکؒ سے اُن کی مؤطا پڑھی پھر انہوں نے اپنے اصحاب کے ایک ایک مسئلہ کو مؤطا کے ایک ایک مسئلہ پر منطبق کر کے اپنی مثال قائم فرمائی۔

فقہی اختلاف۔ امام ابوحنیفہؒ نے امام ابراہیم نخعیؒ کے مذہب کے بموجب

کسی مسئلہ کی تخریج کی اس میں ان کے شاگردوں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے اتفاق نہیں کیا۔ یا ابراہیمؒ اور ان کے ہمعصروں کے کسی مسئلہ میں مختلف اقوال تھے تو امام ابو حنیفہؒ نے ایک قول کو ترجیح دی تو صاحبین نے دوسرے قول کو ترجیح دیدی۔ امام محمدؒ نے اپنی تصانیف میں ائمہ ثلثہ کے اقوال کو جمع کیا اصحاب امام ابو حنیفہؒ نے امام محمدؒ کی تصانیف کی تلخیص زود فہم بنا کر یہ علماء ممالک خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ میں پھیل گئے اور اپنے مسلک کو عام کیا اسی کا نام مذہب امام ابو حنیفہؒ ہو گیا۔

امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی اشاعت ہو چکی تو امام شافعیؒ کا نشو و نما ہوا۔ امام شافعیؒ نے متقدمین کے طریق کار پر نگاہ ڈالی تو بہت سے امور ایسے پائے جن کا اتباع اسلاف نہ کر سکے تھے ان طریقوں کو کتاب الامؒ کی ابتدا میں امام صاحب نے ذکر کیا ہے۔ منجملہ ان کے ایک امر یہ تھا کہ متقدمین حدیث مرسل اور منقطع سے استدلال پکڑتے ہیں۔ حدیث مرسل اور منقطع کے تمام طرق جمع کرنے سے واضح ہو جاتا کہ یہ محض بے اصل ہیں دوسرے اکثر یہ مسند احادیث کے مخالف تھیں لہٰذا انہوں نے ایک جداگانہ راہ اختیار کی حدیث مرسل اور منقطع کو نظر انداز کیا کیونکہ اس سے دین کے اندر بہت سے خلل اور رخنے پیدا ہو جاتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے مسائل اجتہادیہ کے لئے باضابطہ اصول و قوائد وضع کئے۔ آپ نے بیان کیا کہ علماء صحابہؓ اور تابعین مسائل کے بارے میں ہمیشہ احادیث کی تلاش و جستجو کیا کرتے تھے۔ حدیث نہ ملتی تو دوسری قسم کے استدلال سے کام لیتے تھے۔ پھر جب حدیث مل جاتی تو اجتہاد کو ترک کر کے حدیث کی طرف رجوع کر لیتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختلف قسم کے اقوال امام شافعیؒ کے زمانہ میں شائع اور مشہور ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے اقوال صحابہؓ سے اس وقت تک تمسک کرنا چھوڑ دیا جب تک کہ اس کے متعلق صحابہؓ کا اتفاق نہ پاتے۔ اور صاف صاف کہہ دیتے تھے کہ وہ آدمی تھے تو ہم بھی آدمی ہیں۔

امام شافعیؒ نے کچھ ایسے فقہاء دیکھے جنہوں نے غیر شرعی رائے اور شرعی قیاس میں کسی قسم کا کوئی فرق اور امتیاز باقی نہ رکھا تھا۔ اور اپنی رائے کا استحسان نام رکھا تو امام شافعیؒ نے اس کو پوری قوت سے باطل قرار دیا اور کہہ دیا کہ جو شخص استحسان کا قول اختیار کرتا ہے تو گویا وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ خود شارع بن بیٹھے۔ ابن حاجب نے اس کو اپنی کتاب "مختصر الاصول" میں نقل کیا ہے۔ مثلاً یتیم کا سن رشد ایک مخفی امر ہے اس لئے فقہاء نے اپنی رائے سے پچیس سال زمانہ رشد قرار دیا۔ جب یتیم پچیس سال کا ہو جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائے اور انہوں نے یہ کہا کہ یہ استحسان ہے۔

حاصل کلام یہ کہ امام شافعیؒ نے فقہ کو از سر نو ہاتھ میں لیا اور افادہ بخش کتابیں لکھیں اُن کو مختلف شکلوں میں شائع کیا اور وہ ممالک اسلامیہ میں پھیل گئیں۔ اس طریقہ کا نام شافعی مذہب ہو گیا۔

باب ۳ ○ اہل حدیث اور اصحابِ رائے کا فرق

حضرت سعید بن مسیبؒ، حضرت ابراھیم نخعیؒ، حضرت امام زہریؒ کے زمانہ میں اور حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام سفیان ثوریؒ کے عہد میں اور ان کے بعد علماء کی ایک ایسی جماعت تھی جو شریعت میں عقل و رائے سے غور کرنا مکروہ جانتی تھی اور مسائل مستنبط کرنے سے گریز کرتے تھے اُن کا کام احادیث اور روایات کا بیان کرنا تھا۔ قرن اولیٰ میں بھی حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی قبل از وقت بلا ضرورت معاملہ پیش آنے سے پہلے کلام کرنے کی روایات مروی ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ، حضرت ابو سلمہؓ سے ملنے گئے تو فرمایا حسن بصری تم ہو۔ مجھے بصرہ میں تم سے ملاقات کا سب سے زیادہ اشتیاق تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنی رائے سے مسائل کا جواب دیتے ہو آئندہ اپنی رائے سے مسئلہ نہ بتانا۔ یہ سب حضرات اپنی

رائے سے فتویٰ دینے سے روکتے تھے اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ حضرت شعبیؒ سے پوچھا لوگ جب مسائل دریافت کرتے تو آپ کیا کرتے تو انہوں نے کہا کہ جب کسی سے مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ فرمادیتے کہ فلاں عالم سے پوچھو وہ اس کو کسی اور کے پاس بھیجتا یہاں تک کہ وہ آدمی پھر اُسی پہلے عالم کے پاس آجاتا۔

لیکن جب احادیث اور روایات کے بڑے بڑے ذخیرے جمع ہوگئے اور پوری قوت سے اُن کی تفتیش اور جانچ اور تحقیق ہوگئی تو علماء کے پاس ایک ایک روایت کے سو سو طریق جمع ہوگئے تو تمام ممالک اسلامیہ میں تدوین حدیث و آثار کا چرچا عام ہوگیا۔ پس اہلِ فتویٰ کو شواہد پر غور کرنا ممکن اور آسان ہوگیا۔ ابن ہمامؒ نے امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے کہا کہ صحیح احادیث کا علم تم کو ہم سے زیادہ ہے اسلئے صحیح حدیث خواہ بصرہ، کوفہ اور شام والوں سے ملے ہمیں خبر دو تاکہ ہم اُسے اپنا مذہب اور مسلک قرار دیں۔

پہلے تو یہ حالت تھی کہ حضرت سفیانؒ اور حضرت وکیعؒ وغیرہ کو بمشکل ایک ہزار صحیح احادیث مل سکیں۔ اب اس طبقہ میں محدثین تقریباً چالیس ہزار تک احادیث روایت کرتے تھے۔ امام بخاریؒ کی نسبت یہ بات صحیح ہے کہ انہوں نے (دس لاکھ احادیث میں سے) صحیح بخاری منتخب کی۔ امام احمدؒ نے اپنی مسند کا یہ معیار قرار دیا کہ جو حدیث اور روایت میری کتاب میں نہیں تو اس کی کوئی اصل نہیں۔

اس طبقہ کے بڑے بڑے متبحر علماء یہ تھے عبدالرحمٰن بن مہدی، یحییٰ بن سعید القطان، یزید بن ہارون، عبدالرزاق، ابوبکر بن ابی شیبہ، مسدد، ہناد، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، فضل بن وکین، علی بن مدینی وغیرہ طبقات محدثین میں یہ طبقہ طراز اور پہلا نمونہ ہے۔ جب فن روایت اور درجات حدیث خوب مکمل ہوگئے اور ہر طرح سے مستحکم ہوچکے تو انہوں نے فقہ کی طرف رجوع کیا۔ فقہ کی تدوین کے لئے سب سے پہلے قرآن مجید۔ پھر سُنّت نبوی پھر اگر باوجود تلاش کوئی حدیث نہ ملتی تو صحابہؓ اور تابعین کے اقوال پھر ان اقوال میں اختلاف معلوم ہوتا تو اس کا قول اختیار

کرتے جو سب سے زیادہ علم، ورع اور تقویٰ میں بلند مرتبہ رکھتا ہو۔ اور اگر کسی مسئلہ میں ایک ہی قوت کے دو قول ہوتے تھے تو وہ مسئلہ ذات القولین کہلاتا تھا۔ دونوں اقوال کو قابل عمل سمجھتے تھے۔ اور یہی مسلک متقدمین کا رہا ہے۔ وہ مشتبہ چیز کو چھوڑ دیتے تھے اور یقینی چیز کو اپنے فیصلہ کے لئے اختیار کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ۔ حضرت ابن مسعودؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت ابن سیرینؒ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ۔ حضرت ابراہیمؒ۔ حضرت امام شعبیؒ اور حضرت وکیعؒ سب ہی کا یہی مسلک رہا ہے کہ قرآن اور حدیث کی موجودگی میں اپنی رائے سے کام نہیں لیتے تھے۔ بلکہ ایسا کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔

حاصل کلام یہ کہ جب علماء کرام نے ان قواعد پر فقہ ترتیب دیدی تو تمام ذخیرہ جمع ہوگیا اور سنت اور حدیث پر عمل کرنا آسان ہوگیا۔ فقہاء میں سب سے بلند درجہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ہے اس کے بعد اسحاق بن راہویہؒ کا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ کم از کم پانچ لاکھ احادیث فتویٰ کے لئے ہونی چاہئیں امید ہے کہ کافی ہو جائیں۔

اس کے بعد کے علماء نے حدیث کے دوسرے فنون کی طرف توجہ فرمائی ہر حدیث کا درجہ مقرر کیا اور جو حدیث جس درجہ کی مستحق تھی اس پر وہی حکم لگایا، اور ان احادیث کو جمع کیا جو شاذ نوادر تھیں اور ان کے طرق بیان کئے جو سابقین بیان نہیں کرتے تھے۔ ایسی احادیث میں وہ حدیثیں منکشف ہوئیں جن میں اتصال یا علو اسناد کا وصف تھا یا ان کی روایت فقیہ سے فقیہ یا حافظ حدیث سے حافظ حدیث نے کی تھی۔ اس منصب کے محدثین بخاری، مسلم، ابوداؤد، عبد بن حمید، دارمی، ابن ماجہ، ابویعلیٰ، ترمذی نسائی، دارقطنی، حاکم، بیہقی، خطیب، دیلمی، ابن عبدالبر وغیرہ ہیں۔

میرے (حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ) نزدیک صحت علمی میں سب سے زیادہ نافع منصف اور سب سے مشہور چار شخص ہیں جن کا دور قریب قریب ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

اوّل ابوعبداللہ بخاری ہیں۔ آپ کی تصنیف کی غرض یہ تھی کہ احادیث صحیحہ کو جمع

کیا جائے جن میں صحیح مستفیض اور متصل ہونے کے اوصاف ہوں۔ انہوں نے ان شرائط کو پورا کر دکھایا۔ ایک صالح شخص نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے فرمایا تو نے میری کتاب کو چھوڑ رکھا ہے اس کے پوچھنے پر کہ آپ کی کون سی کتاب ہے تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحیح بخاری۔

دوسرے مصنف مسلم نیشاپوری ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایسی صحیح، متصل مرفوع اور صاف ستھری حدیثیں جمع کر دی جائیں جن پر محدثین نے اتفاق کیا ہو اور مذہبی احکامات مستنبط ہو سکیں۔

تیسرے ابوداؤد سجستانی ہیں۔ امام غزالی نے کہا کہ مجتہد کے لئے ابوداؤد کافی ہے۔

چوتھے ابو عیسیٰ ترمذی ہیں۔ انہوں نے تینوں کے طریقوں کو جمع کر دیا۔ ترمذی مجتہد اور مقلد دونوں کے لئے کافی ہے۔

ان محدثین کے مقابلہ میں امام مالکؒ اور امام ثوریؒ کے زمانہ سے ہی ایک جماعت ایسے علماء کی رہی ہے جو مسائل بیان کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے۔ یہ علماء یہی کہا کرتے تھے کہ دین کی عمارت تمام تر فقہ پر قائم ہے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں مجھے یہ کہنا پسند ہے کہ عبداللہؓ نے یہ کہا اور علقمہؓ نے یہ کہا (بہ نسبت اس کے کہ حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کروں)۔ حضرت ابن مسعودؓ حدیث بیان کرنے کے بعد کہہ دیتے کہ حدیث کچھ اس طرح ہے یا اس کے مثل ہے۔

پھر ان دوسرے طبقہ کے علماء نے تخریج کے قاعدہ کے مطابق فقہ کو مرتب کیا ہر مسئلے میں وہ اپنے شیوخ کے کلام کو دیکھتے تصریحات نہ ملتیں تو اشارات دیکھتے وہ بھی نہ ملتا تو قیاسات اور آسانی تلاش کرتے۔ ہر حال میں وہ اپنے ائمہ کے استدلال کو ترجیح دیتے۔ اسی کو تو تخریج کہتے ہیں۔

باب ۴: چوتھی صدی ہجری سے پہلے اور اس کے بعد مسلمانوں کا حال

اپنے اپنے مسلک و مذہب کے مطابق فتویٰ دینا چوتھی صدی ہجری سے قبل کہیں رائج نہ تھا۔ اس کے بعد جب لوگ اپنے اپنے مذہب کے ماتحت اجتہاد کرنے لگے تو منصب قضا و فتویٰ انہیں کو ملتا جو مجتہد ہوتا انہیں کو لوگ فقیہ کہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ ہمہ تن مسائل خلافیہ میں الجھ گئے۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جب خلفاء راشدین کا عہد ختم ہوا تو خلافت پر ایسے لوگ قابض ہو گئے جو احکامِ شرعیہ سے نا آشنا تھے مجبوراً ان کو فقہاء سے امداد حاصل کرنی پڑی۔ ابھی ایسے علماء موجود تھے جو قرنِ اولیٰ کے علماء کی طرح صاف ستھری حدیثوں اور عہد سابق کے طریقوں پر چل رہے تھے جب اُن کو بلایا جاتا تو وہ بھاگتے تھے اور اُمراء و سلاطین پھر بھی انہیں کی طرف جھکے پڑتے تھے۔ لوگوں نے اُن کی اتنی قدر و منزلت دیکھی تو طلب علم کا شوق پیدا ہوا اور طالب بن کر سلاطین اور اُمراء کی چوکھٹوں پر سر رگڑنے لگے۔ وہ امراء بھی امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے مذہب اولویت اور برتری ثابت کرنے کی بحثیں پسند کرتے تھے۔ پھر انہوں نے یہ خیال باندھ لیا تھا کہ ہم دین کی خدمت کر رہے ہیں اور شریعت کے دقائق مستنبط کر رہے ہیں۔ دلائل اور فتاویٰ کے اصول مرتب کر رہے ہیں۔ چنانچہ بے شمار کتابیں تصنیف کر ڈالیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے آئندہ زمانہ کے لئے کیا مقدر کر رکھا ہے۔ ایک نے ایک فتویٰ دیا دوسرے نے اُسے رد کر دیا۔ دین کی دیانت داری چھوڑ بیٹھے۔ احادیث نبویہ سے بالکل نا آشنا اور تخریج مسائل کے طریقوں سے ناواقف مفتی بن گئے۔ ابن ہمام وغیرہ نے اس امر پر تنبیہ کی ہے۔

اکثر علماء مختلف فنون کی عمیق گہرائیوں میں اتر آئے۔ کچھ لوگ اسماء الرجال معرفت درجات رواۃ۔ جرح و تعدیل کی تاسیس اور تعمیر میں لگ گئے یہ تعمق اور

غلو ایک فتنہ بن گیا جس نے جہل و ضلالت اور خلط حق و باطل کی تاریکیاں. ریب و تردد، شکوک و شبہات اور اوہام کے میدان پیچھے چھوڑ دئیے۔ اب فقیہ اس شخص کا نام ہو گیا جو حلق پھاڑ پھاڑ کر بلا سوچے سمجھے بکواس کیا کرے جس طرح قصہ گو لوگ رات گذارنے کے لئے قصے اور کہانیاں بیان کرتے ہیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ سبھی ایسے ہو گئے ہیں. نہیں۔ اللہ کے بندوں کی ایک ایسی جماعت موجود رہتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی حجت اور برہان ہوا کرتے ہیں خواہ کتنے کم ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کے بعد جس قدر زمانہ گذرتا گیا، آنے والا وقت پچھلے وقت سے خراب ہی آتا رہا فتنے بڑھتے چلے گئے۔ کورانہ تقلید مضبوط تر ہوتی گئی۔ اب دین کی مظلومیت کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں ہے کہ وہی مددگار ہے اور بس۔

فصل

ابن حزمؒ نے جو مسلک اختیار کیا کہ تقلید حرام ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کے سوا بلا کسی دلیل کے کسی کا قول قبول کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (الاعراف ۔ ۳)	قرآن کی ہدایت پر چلو اور اللہ کے سوا کسی دوسرے کارسازوں کی پیروی (تقلید) نہ کرو۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (البقرہ ۔ ۱۷۰)	جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ قرآن پر چلو تو کہتے ہیں جی نہیں ہم تو اس پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو چلتے ہوئے پایا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ	اپنے تنازعہ کے فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے

اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (النساء۔ ۵۹) رسول کی طرف رجوع کرو۔

پس جو شخص ابو حنیفہ یا مالک یا شافعی یا احمد بن حنبل رضوان اللہ علیہم کے اقوال پر عمل کرتا ہے وہ ایمان والوں کی راہ سے قطعاً اور یقیناً علیحدہ ہے۔ حالانکہ تمام کے تمام فقہاء غیروں کی تقلید سے لوگوں کو منع کر چکے ہیں اگر تقلید ہی کرنی ہے تو حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی تقلید کرو دوسروں کے مقابلہ میں اُن کی تقلید حق بجانب ہے۔ اور شیخ عزالدین بن عبد السلام کہتے ہیں مقلدین فقہاء اپنے امام کے ضعیف سے ضعیف ماخذ پر اڑ جاتے ہیں اگر کتاب و سُنّت اور صحیح قیاس کی شہادت پیش کی جاتی ہے تو اُسے بھی تسلیم نہیں کرتے گویا اُن کا امام ایک نبی مرسل ہے۔

امام ابو شامہؒ کہتے ہیں جو شخص فقہ میں مشغول ہو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ کسی ایک امام کے مذہب پر اعتماد نہ کر بیٹھے۔ متاخرین کے اختلافی طریقوں سے بچے چنانچہ امام شافعیؒ سے ثابت ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کرتے تھے۔ اسی سے ملتا جلتا خیال ترمذیؒ کا ہے۔

بہرحال ابن حزمؒ کا بیان ایسے شخص کے حق میں درست نہیں ہو سکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور قول کو اپنا دین سمجھتا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور حدیث کا اُسے علم نہیں ہے اور جب وہ اس میں اختلاف دیکھتا ہے تو اُسے دُور کرنے کے لئے کسی رہبر عالم کی اتباع کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور یہ سمجھ کر اتباع کرتا ہے کہ وہ کتاب و سُنّت کے بموجب ہے اگر اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ رہبر ایسا نہیں کر رہا ہے تو پھر وہ اس کے خلاف ہو جاتا ہے۔ بھلا اس قسم کی تقلید کا کون انکار کر سکتا ہے۔ فتویٰ لینا اور دینا تو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مسلمانوں میں رائج رہا ہے۔

ہم کسی فقیہ کی اتباع کرتے ہیں تو یہ سمجھ کر ہی کرتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور

حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عالم ہے۔ اب اگر ہم کو کوئی حدیث مل جائے اور حدیث کو چھوڑ کر پھر بھی قیاس وظن وتخمین کی اتباع کریں تو ہم سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عذر قابلِ قبول ہوگا؟

اگر حدیث موجود ہو اور تخریج فقہ بھی سامنے آجائے تو حق یہ ہے کہ ان دونوں میں تطابق، توافق اور توازن پیدا کرنا ضروری ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اہل حدیث اور ارباب تخریج دونوں کے درمیان طریقہ بین بین ہے دونوں اپنے اپنے شیوخ کے بنائے ہوئے قواعد واصول میں تعمق وغلو نہ کریں۔ اہل حدیث کسی ایک آدمی کی حدیث کو رد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح صاحب تخریج کو ایسے قول کی تخریج نہیں کرنی چاہیئے جو اپنے اصحاب کے کلام سے مفہوم نہ ہوتی ہو اور یہ کہ کسی مستخرجہ قاعدہ کی رعایت کے مقابلہ میں حدیث کی رعایت واجب اور ضروری ہے۔

یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ احکام شرعیہ اخذ کرنے میں کتاب وسنّت کی تحقیق معروف قواعد کے مطابق کمال مہارت کے ساتھ کی جائے اِسی کا نام اجتہاد ہے۔ مہارت واستعداد وقابلیت اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ طرق تخریج واحکام کی معرفت پیدا کی جائے۔ اہم متفق علیہ مسائل کا علم اور دلائل مکمل طور پر حاصل کیئے جائیں۔ اور ہر دو (مختلف) مسائل پر عمل کرنے کی نیت ہو۔

جو ادنیٰ درجہ کے محقق علماء ہیں خواہ وہ پُرانے ادوار کے ہوں یا نئے وہ ناگہانی معاملات میں اپنے شیوخ اور شہر کے مفتی کا فتویٰ اور شہر کے قاضی کے فیصلوں کا اتباع کرتے رہے ہیں یہ ہمیشہ ان کا شیوہ رہا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ جو آدمی میرے قول کی دلیل کو نہ سمجھے اس کے لئے یہ سزاوار نہیں کہ وہ میرے کلام سے فتویٰ دے۔ اگر کوئی اس سے بہتر اور عمدہ قول پیش کرے تو وہی قول اولیٰ اور بہتر باصواب ہوگا۔ اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس کا کلام کچھ اخذ اور کچھ رد کرنے کے قابل نہ ہو۔ سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ جب صحیح حدیث مل

جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ نیز فرمایا جب تم دیکھو کہ میرا کوئی قول حدیث کے خلاف ہے تو تم حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔ اور امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے مقابلہ میں کسی کو کلام کی گنجائش نہیں۔

امام ابو یوسفؒ۔ امام زفرؒ، عصام بن یوسفؒ، امام محمد بن الحسنؒ، ابو بکر اسکاف بلخیؒ اور ابو نصرؒ وغیرہ کے اقوال کا لب لباب یہی نکلتا ہے کہ فتویٰ دینے والا جس چیز کو نہ سمجھ سکے اس کو فتویٰ نہیں دینا چاہیئے اور لوگوں کا بوجھ اپنی گردن پر نہیں لینا چاہیئے۔ لیکن عامی آدمی کے لئے عالم کی تقلید واجب ہے۔ پس جب عامی آدمی نے عالم کے فتویٰ پر اعتماد کر لیا تو وہ اپنے فعل میں معذور ہے اگرچہ مفتی کا فتویٰ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ عامی کا مذہب اس کے مفتی کا فتویٰ ہے (یہی تو تقلید ہے)۔

صحابۂ کرامؓ اور سلف صالحین مسائل کی اصل مشروعیت میں قطعاً مختلف نہ تھے۔ ان کا اختلاف صرف یہ تھا کہ کون سا فتویٰ اولیٰ اور افضل ہے۔ صحابۂ کرامؓ تمام کے تمام رشد و ہدایت پر ہیں۔ ائمہ مذہب کو آپ دیکھیں گے کہ وہ ہمہ قسم کے اقوال پیش کر دیتے تھے۔ اس کے بعد یہ مصیبت پیدا ہو گئی کہ بعد کے لوگوں نے متقدمین علماء کو مختصر کرنا شروع کر دیا اس طرح اختلاف کی دیواریں مضبوط کرتے چلے گئے۔ حالانکہ اسلاف اس قسم کے تعصب اور تنگ نظری کی گندگیوں سے بالکل پاک و صاف تھے۔ مثلاً نماز میں بسم اللہ کا پڑھنا یا نہ پڑھنا، زور سے یا آہستہ پڑھنا۔ پچھنے لگوانے نکسیر کا خون اور قے پر۔ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے پر۔ اونٹ کا گوشت کھانے پر وضو کرنا یا نہ کرنا ان سب امور میں اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ اگر امام کے بدن سے خون خارج ہو تو آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ امام موصوف نے جواب دیا کہ میں امام مالکؒ اور سعید بن المسیبؒ کے پیچھے نماز کیوں نہ پڑھوں گا۔

ایک مرتبہ امام شافعیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی قبر کے قریب فجر کی نماز پڑھی تو امام ابو حنیفہؒ کے ادب کی خاطر انہوں نے فجر کی نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھی۔ اور فرمایا کبھی کبھی ہم اہل عراق کے مذہب کی طرف لڑھک جایا کرتے ہیں۔

فقیہ اور عالم کے لئے یہی مناسب ہے کہ جہاں فقہاء کا اختلاف ہو تو وہ قاضی کے فیصلہ پر عمل کرے اور اپنی رائے چھوڑ دے (اور عامی پر تو اور بھی لازم ہے)۔

بعض لوگ فقہاء احناف کی تخریجات کو بھی امام ابو حنیفہؒ کا قول گردانتے ہیں۔ ایسے لوگ ان قولوں میں جو تخریج کئے گئے فرق نہیں کرتے یا ان کے معنے نہیں سمجھتے حالانکہ فقہاء کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ کرخیؒ کی تخریج یا طحاویؒ کی تخریج کے موافق ہے یا امام ابو حنیفہؒ نے ایسا کہا ہے یا امام ابو حنیفہؒ کے مذہب یا ان کے اصولوں کی بناء پر مسئلہ کا یہ حکم ہے یا محققین حنفیہ مثل ابن الہمام اور ابن النجیم نے تیمم کے مسئلہ میں ایک میل پانی کی دُوری کی شرط یا مسئلہ دہ دردہ۔ یہ سب امور اصحاب حنفیہ کی تخریجات میں سے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب کی بنیاد نزاعیہ باتوں پر ہے جو سرخسی کی مبسوط اور ہدایہ اور تبیین وغیرہ میں درج ہیں۔ حالانکہ ان باتوں کے سب سے پہلے اسلام میں پیدا کرنے والے معتزلہ ہیں۔

علماء محققین کی جب رائے اور قیاس کا دروازہ بند ہو تو پھر اس شخص کی حدیث واجب العمل نہیں رہتی۔ جو صرف صاحبِ ضبط اور عدالت ہوتا تھا اور وہ فقیہ بھی نہ ہو۔ لیکن علامہ کرخیؒ وغیرہ کا مذہب و مسلک یہ ہے کہ روایت اور حدیث پر عمل کے لئے راوی کی فقاہت شرط نہیں ہے کیونکہ قیاس پر حدیث مقدم ہے۔

ایک اور بات بھی اہم ہے کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ صرف دو فرقے ہیں ایک اہل الظاہر" اور دوسرا اہل الرائے"۔ رائے سے مراد نفسی فہم و عقل نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو مسلمانوں اور جمہور کے اجماعی اور متفق علیہ مسائل کے ہوتے ہوئے وہ متقدمین علماء میں سے کسی ایک شخص کے تخریجی اصول اور تخریجی قاعدہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور اُن کا کام صرف یہی رہا کہ کسی نظیر مسئلہ کو دوسری نظیر پر محمول کر کے

لگادیں۔ احادیث اور آثار کی تحقیق سے کوئی واسطہ نہ رکھیں۔

اور اہل ظاہر اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو قیاس اور آثار صحابہؓ اور آثار تابعین کے قطعاً قائل نہ ہوں جیسے داؤد ظاہریؒ اور ابن حزمؒ وغیرہ۔ ان ہی میں کا ایک تیسرا فرقہ بھی ہے جو محققین اہل سُنّت کی جماعت کہلاتی ہے جیسے امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاقؒ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ (حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ) پر بذریعہ القاء ہر قسم کے اختلافات کی حقیقت منکشف کر دی۔ اس لئے اس بحث کو کچھ طویل کرنا پڑا۔ اس کے بعد اس کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" کا دوسرا حصہ انشاء اللہ شروع ہوتا ہے۔

قسم دوم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تفصیلاً جو کچھ وارد ہے اُن کے اسرار و حکم

ابواب الایمان

وہ احادیث جو ایمان کے باب میں وارد ہیں

اس کتاب میں جس قدر احادیث ہم نے نقل کی ہیں وہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد اور ترمذی کی ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ساری مخلوق کے لئے عام تھی جو ایمان لائے اُن کے لئے اور جنہوں نے انکار کیا اُن کے لئے بھی۔ اسی امتیاز کو اُجاگر کرنے کے لئے چند احادیث پیش کی گئی ہیں۔ واضح ہو کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں پہلا وہ جو دنیاوی امور سے متعلق ہے اور دوسرا وہ جو اُخروی زندگی سے۔

پہلا ایمان۔ مثلاً جان و مال کا تحفظ اور ظاہری اطاعت سے متعلق ہے۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے مقابلہ میں جہاد کروں تا آنکہ لوگ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول و پیغمبر ہیں۔ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں جب لوگ اس قدر کر لیں گے تو اپنی جانیں اور مال مجھ سے محفوظ کر لیں گے اِلّا یہ کہ کوئی اسلام کا حق اُن پر لاگو پڑ جائے۔ پھر اُن کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہوگا۔

② اور فرمایا: جس نے ہمارے طریق پر نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کا استقبال (منہ کر کے نماز پڑھی) کیا تو وہ مسلمان ہے۔ اس کے لئے اللہ کا ذمہ بھی ہے اور اللہ کے رسول کا بھی اور تم اس ذمہ اور عہد کو مت توڑو۔

③ اور فرمایا ایمان کی اصل اور حقیقت یہ ہے کہ جو آدمی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اس سے اپنی زبان کو روک لیا جائے۔ کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر نہ کہیں اور کسی عمل کی وجہ سے اُس کو اسلام سے خارج نہ کریں۔

دوسرا ایمان وہ ہے جس پر آخرت کی نجات اور درجات کا دار و مدار ہے اس قسم کا ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔

④ جس کے پاس امانت نہیں اُس میں ایمان نہیں۔ اور جو عہد کا پابند نہیں اُس کے پاس دین نہیں۔

⑤ نیز فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمانوں کو سلامتی ملے۔

اور اس ایمان کی بہت سی شاخیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اور مسلمان تو بس وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔"

ایمان کے درجے کی مناسبت سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

⑥ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ گواہی دی جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ نماز پڑھی جائے زکوٰۃ دی جائے رمضان کے روزے رکھے جائیں اور حج کیا جائے۔

⑦ اور ارشاد فرمایا: ایمان کے ستر سے کچھ اُوپر شعبے (درجے) ہیں اُن میں سے سب سے افضل و بہتر کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور اس میں کم تر درجہ کی چیز یہ ہے کہ راستہ سے ایذاء پہنچانے والی چیز کو ہٹا دیا جائے اور حیا اور شرم ایمان کا شعبہ ہے۔ ایمان کے مقابلہ میں کفریات ہیں۔ منافق کا درجہ آخرت میں کافر سے بدتر ہوگا

ایک یہ کہ تصدیق قلبی نہیں ہے ظاہری ایمان اور اعمال کئے جا رہے ہیں تو یہ خالص منافق ہے اس کا درجہ آخرت میں کافر سے بھی بدتر ہوگا۔ دوسرے تصدیق قلبی تو ہے لیکن عمل نہیں تو یہ فاسق ہے۔ جب آدمی اپنی یہ حالت بنا لیتا ہے تو طبیعت یا رسم یا بدعقیدگی کا حجاب اس کے دل پر چھا جاتا ہے مال اور اولاد کی محبت بڑھ جاتی ہے اور دل میں جزا وسزا کا معاملہ مستبعد سمجھتا ہے جس سے معاصی پر جرأت ہو جاتی ہے یا اسلام کی راہ کے شدائد سے بھاگتا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایمان کیا ہے تو آپ نے فرمایا:

(۸) ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لاؤ۔

وہ وجدانی کیفیت اور اطمینانِ قلب جو ایمان سے پیدا ہوتا ہے اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

(۹) جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان نکل جاتا ہے اور اس کے سر پر سایہ کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ اس کام سے نکل جاتا ہے تو ایمان اُس کے پاس واپس لوٹ آتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا آؤ ایک گھڑی ایمان والے ہو جائیں۔

وہ ایمان جس پر دنیاوی احکام جاری ہوتے ہیں بجائے لفظ "ایمان" کے لفظ "اسلام" موزوں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"اے پیغمبر! اُن سے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے"۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی چار خصلتیں ہیں۔ امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، بات کرے تو جھوٹ بولے، عہد کرے تو توڑ ڈالے اور جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔

(۱۱) اور ارشاد فرمایا کہ جس کے اندر یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔ اول یہ کہ اللہ اور اللہ کے رسول کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہو۔

دوسرے یہ کہ جس سے بھی محبت کرے محض اللہ کے لئے کرے اور تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا اس کو اس قدر مکروہ و ناپسندیدہ ہو جس قدر آگ میں ڈالا جانا مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔

(۱۲) نیز فرمایا جب تم کسی بندے کو مسجد لازم پکڑے ہوئے دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو۔

(۱۳) اور ارشاد فرمایا کہ علیؓ کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور علیؓ سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

(۱۴) اور ارشاد فرمایا کہ انصار کی محبّت ایمان کی نشانی ہے۔

(۱۵) اور ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پہ قائم ہے۔

صغیرہ گناہ وہ ہیں جو دراصل شر و فساد کے دواعی اور اسباب ہوا کرتے ہیں لیکن اس کے لئے سختی نہیں ہے۔ کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے مرتکب کے لئے جہنم کی وعید وارد ہوئی ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

(۱۶) "زنا کرتے وقت زانی میں ایمان نہیں رہتا"

اور ارشاد فرمایا کہ "قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اس اُمت میں سے جس نے میری بعثت کی خبر سُنی خواہ وہ یہودی ہو خواہ نصرانی پھر وہ میری رسالت پر اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر ایمان نہ لایا تو وہ جہنمی ہے"

(۱۷) نیز ارشاد فرمایا کہ "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے باپ اور بیٹے اور دنیا جہان کے تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ رکھے"

(۱۸) اور ارشاد فرمایا کہ "وہ مومن نہ ہوگا جب تک کہ میری لائی ہوئی شریعت کے تابع اس کی خواہش نہ ہو جائے"

(۱۹) ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسلام کے بارے میں مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسی بات فرما دیجئے کہ پھر مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہو میں اللہ پر ایمان لایا

پھر اس پر ثابت قدم رہو۔"

(۲۰) "جو شخص صدق دل سے یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ اس پر حرام کر دے گا۔ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کچھ بھی کرے[1]۔"

(۲۱) اور ارشاد فرمایا کہ "ابلیس پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے اور پھر اپنے لشکروں کو لوگوں کے ورغلانے کے لئے روانہ کرتا ہے۔"

(۲۲) اور ارشاد فرمایا کہ "الحمدللہ کہ جس نے شیطان کے کام کو وسوسہ تک محدود رکھا ہے۔"

(۲۳) نیز ارشاد فرمایا کہ "شیطان اس بات سے ناامید ہو گیا کہ جزیرۃ العرب کے مسلمان اس کی عبادت کریں گے البتہ وہ ایک دوسرے کے خلاف لوگوں کو شر و فساد کیلئے ورغلانے کی امید رکھتا ہے۔"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے عرض کیا کہ خراب خیالات آتے ہیں جن کو زبان پر لانے کی جرأت نہیں ہوتی تو آپ نے فرمایا کہ "یہ صریح ایمان ہے۔"

(۲۴) اور ارشاد فرمایا کہ "آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ نے (اس جن پر جو میرے ساتھ رہتا ہے) میری مدد فرمائی وہ اسلام لے آیا۔ اور وہ مجھے بھلائی کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتا۔"

(۲۵) نیز ارشاد فرمایا کہ "بے شک انسان کے قلب کے اندر شیطان کے وسوسہ کی بھی تاثیر ہوتی ہے اور فرشتہ کے القاء کی بھی۔"

(۲۶) اور ارشاد فرمایا کہ "جس شخص کے قلب میں اس قسم کا (شر و فساد کا) وسوسہ پیدا ہو تو فوراً کہہ دے کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔"

(۲۷) اور ارشاد فرمایا کہ "اللہ کی بارگاہ میں پناہ چاہیے اور بائیں جانب تھوک دے[2]۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "جو لوگ پرہیزگار ہیں جب کبھی بھی شیطان کی طرف کا کوئی خیال ان کو چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً راہ صواب دیکھنے لگ جاتے ہیں۔"

---

[1] اپنے اعمال کی سزا بھگتے گا کیونکہ دوسری احادیث میں تصریح موجود ہے یہاں ہمیشہ کی نفی ہے۔ [2] جب بُرا خواب دیکھے تو اس وقت یہ عمل کرنا ہے یعنی تعوذ پڑھ کر بائیں جانب تھوکنا ہے۔

(۲۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "پروردگار کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام میں بحث ہوئی (کہ آپ نے ہم کو جنّت سے نکلوایا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو پہلے سے لکھا جا چکا تھا)۔

(۲۹) چنانچہ ارشاد فرمایا کہ "اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو ختم کر کے دوسری قوم پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اس کی بارگاہ میں مغفرت چاہتی اور وہ اُن کی مغفرت کرتا رہتا"

[امر و نہی بھی خوانخواہ کوئی فضول چیز نہیں ہے بلکہ وہ استعداد اور قابلیت کی بنار پر واجب ہوا کرتی ہے]

(۳۰) اور ارشاد فرمایا کہ "ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں. جیسے کہ چوپائے صحیح سالم پیدا ہوتے ہیں کیا ان میں تم کسی کو ناک کٹا یا کان کٹا پاتے ہو"

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نوع کی مخلوق کو ایک مخصوص شکل میں پیدا کیا ہے مثلاً انسان کو سیدھا قامت، ناطق، ضاحک اور ہر قسم کے علم و ادراک اور فہم اور عقل سے مخصوص گردانا ہے تاکہ اپنی معاشیات، اقتصادیات وغیرہ کو سمجھ سکے اسی کا نام "فطرت" ہے. اگر بچے اسی فطرت پر بڑھیں پلیں تو عبادات اور طاعات میں ممتاز ہو جاتے ہیں. لیکن اگر خارجی عوارض اور رکاوٹیں اندر داخل ہوں مثلاً والدین ان کو گمراہ کر دیتے ہیں تو یہ فطری علم جہالت سے تبدیل ہو جاتا ہے جیسے کہ راہب لوگ مختلف قسم کے حیلوں اور ریاضتوں کے ذریعہ شہوت اور عورتوں سے جماع کرنے کی خواہش اور بھوک وغیرہ کو توڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں انسانی فطرت میں داخل ہیں۔

(۳۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب لوگ اپنے آبار کی پشت میں تھے اسی وقت ان کو اسی کے لئے پیدا کر دیا تھا" اور فرمایا "یہ لوگ اپنے آبار و اجداد میں سے ہیں" اور فرمایا "آگے جو کچھ یہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے"

اور فرمایا" اولادِ آدم کی روحیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہوتی ہیں"
کبھی بچہ ایسا بھی پیدا ہوتا ہے جیسے وہ لڑکا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے
قتل کردیا تھا کہ وہ "جبلی" اور "طبعی" طور پر کافر تھا۔

۳۲ اور ارشاد فرمایا کہ" اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں میزان ہے وہ اس جھکا بھی دیتا
ہے اور اُٹھا بھی دیتا ہے"

۳۳ اور ارشاد فرمایا کہ" بنی آدم کے سارے قلوب رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہیں"

۳۴ اور ارشاد فرمایا کہ" قلب کی مثال ایسی ہے جیسے کہ چٹیل میدان میں کوئی پَر پڑا ہوتا
ہے۔ ہوا کا ہر جھونکا اس کو اُلٹ پلٹ کرتا رہتا ہے"

۳۵ اور ارشاد فرمایا کہ" اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت اور تاریکی میں پیدا کیا۔ پھر
اس پر اپنا نور ڈالا جس پر اس نور کا عکس پڑا اُس نے ہدایت پائی اور جو اس سے
محروم رہا وہ گمراہ رہا" اسی بناء پر میں (یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ) کہتا ہوں کہ
علم الٰہی پر قلم خشک (بند) ہو چکا ہے۔

۳۶ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ" تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں
تم سب گمراہ ہو مگر جس کو میں ہدایت کروں"

۳۷ اور ارشاد فرمایا کہ"جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے لئے کسی خاص زمین پر مرنے کا
فیصلہ فرماتا ہے تو اس کو کسی نہ کسی ضرورت سے وہاں پہنچا دیتا ہے"

۳۸ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ" اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین
پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوق کی تقدیریں لکھدی تھیں اور اس کا
عرش پانی پر تھا" میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عرش اور
پانی پیدا کیا پھر اس میں تمام چیزیں پیدا فرمائیں جیسا کہ ہمارے قوت
خیال میں چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ محدثین علماء کے نزدیک قلم اور لوح کی حدیث
قطعاً صحیح نہیں ہے اور وہ تمام تر اسرائیلیات ہیں۔

۳۹ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا پھر اُن کی

پشت پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرا۔" اور اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ "جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا۔"

(۴۰) اور ارشاد فرمایا کہ "تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کا دوزخ اور جنت ٹھکانا نہ لکھ دیا گیا ہو۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جس نے راہِ خدا میں دیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور اچھی بات کی تصدیق کی تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرما دیں گے۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۝ (الشمس۔ ۷، ۸)

اور (قسم ہے انسان کی) جان کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو درست بنایا۔ پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری کا اس کو القاء کیا۔

باب ۲ اعتصام بہ کتاب وسُنّت

وہ احادیث جو کتاب وسُنّت سے استدلال کرنے کے بارے میں وارد ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریف دین کی راہوں سے اُمت کو اچھی طرح خبردار کر دیا ہے۔ سُستی اور لاپرواہی ترکِ سُنّت کا سب سے بڑا سبب ہے۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مجھ سے پہلے جس قدر بھی انبیاء اپنی اپنی امتوں میں مبعوث ہوئے ہیں اُن کے حواری اور اصحاب تھے جو اُن کی سُنّت اور طریقوں پر چلتے تھے اور ان کے احکام کی اقتداء کرتے تھے۔ پھر اُن حواریوں کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے کہ جو کہتے تھے وہ نہ کرتے تھے اور وہ کرتے تھے جن کا اُن کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ پس ایسے لوگوں کے مقابلہ میں جو آدمی ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۔ اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان کا درجہ نہیں ہے۔"

(۲) اور ارشاد فرمایا کہ "میں تم میں سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے میرے کسی حکم کے متعلق یا جس سے میں نے منع کیا، یہ کہے کہ میں

نہیں جانتا۔ جو کچھ کتاب اللہ کے اندر ہم پائیں گے اُسی پر ہی عمل کریں گے۔"

(۳) اور ارشاد فرمایا کہ" تم اپنی جانوں پر تشدد اور سختی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر سختی کر دے گا۔"

(۴) اور ارشاد فرمایا کہ" لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ اس چیز سے دور بھاگتے ہیں جسے میں کرتا ہوں خدا کی قسم میں اللہ تعالیٰ کو اُن سے زیادہ جانتا ہوں اور اُن سے زیادہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔"

(۵) اور ارشاد فرمایا کہ" کوئی قوم ہدایت پر ہونے کے بعد گمراہ نہیں ہوئی مگر اُس وقت جب اُن میں نفاق، جدل اور اختلاف پیدا ہوا۔" اور ارشاد فرمایا کہ" تم اپنی دنیا کی باتوں کو زیادہ جانتے ہو۔"

(۶) جب بعض صحابہ کرامؓ نے یہود سے کچھ سیکھنے کا قصد کیا تو ارشاد فرمایا کہ" کیا تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح (دین و ملت کے متعلق) مذبذب ہونا چاہتے ہو؟ جب کہ میں تمہارے پاس ایک روشن صاف ستھرا دین لے کر آیا ہوں اگر آج حضرت موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔"

(۷) نیز ارشاد فرمایا کہ" ہمارے دین میں کوئی ایسی بات داخل کرے جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔"

(۸) اور ارشاد فرمایا کہ" میری مثال اُس آدمی کی سی ہے جس نے آگ روشن کی۔"

(۹) اور ارشاد فرمایا کہ" میری اور جو کچھ مجھے دے کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی مثال اُس آدمی کی سی ہے جس نے اپنی قوم کے پاس آکر کہا لوگو! میں نے (دشمن کا) لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

(۱۰) اور ارشاد فرمایا کہ" جو ہدایت اور علم دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال اس زوردار برسات کی ہے جو کسی زمین پر برسی۔"

(۱۱) اور ارشاد فرمایا کہ" تم میری سُنت و طریقہ کو اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی

سُنّت وطریقہ کو لازم پکڑو۔"

⑫ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لکیر کھینچ کر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اس کے ساتھ اور لکیریں کھینچیں اور فرمایا کہ یہ بھی راستے ہیں ان میں سے ہر راستہ پر ایک شیطان ہے جو لوگوں اس طرف بلاتا ہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) یہ میری سیدھی راہ ہے اس کی تم اتباع کرو۔ دوسرے راستے اختیار نہ کرو کہ وہ تمہیں اس کی راہ سے متفرق کر دیں گے اور بھٹکا دیں گے۔"

⑬ اور ارشاد فرمایا کہ "یہ اُمت گمراہی پر مجتمع اور متفق نہیں ہو سکتی۔"

⑭ اور ارشاد فرمایا کہ" اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر ایک ایسا آدمی بھیجے گا جو اس امت کے دین کی تجدید کرے گا۔"

⑮ اور واضح فرمایا کہ" اس علم کو ہر آنے والوں کے عادل لوگ اٹھائیں گے جو اس کو غالی لوگوں کی تحریف وآمیزش سے اور باطل پرست جھوٹوں کی بہتان بندیوں اور جاہلوں کی تاویلوں سے پاک کرتے رہیں گے۔"

⑯ اور ارشاد فرمایا کہ" اللہ تعالیٰ جس شخص کے لئے خیر و برکت چاہتا ہے اس کو فقہ اور دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔"

⑰ اور ارشاد فرمایا کہ" علماء، انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث و جانشین ہیں۔"

⑱ اور ارشاد فرمایا کہ" عالم کی فضیلت عابد کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم سے ادنیٰ آدمی کے مقابلہ میں۔"

⑲ اور ارشاد فرمایا کہ" خوش اور شاداب رکھے اللہ تعالیٰ اس بندہ کو جس نے توجہ سے میری بات سنی اور یاد رکھا اور اس کو اسی طرح پہنچا دیا جیسا اُس نے سُنا تھا۔"

⑳ اور ارشاد فرمایا کہ" جو شخص قصداً مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔"

㉑ اور ارشاد فرمایا کہ" اخیر زمانہ میں دجال کذاب پیدا ہوں گے۔"

جھوٹی روایات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا کبیرہ گناہ ہے اس

لئے احادیث کی روایات میں کامل احتیاط واجب ہے۔

(۲۲) اور ارشاد فرمایا کہ "بنی اسرائیل سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے"
اور ارشاد فرمایا کہ "نہ تو تم بنی اسرائیل کی بات کی تصدیق کرو اور نہ اُن کی تکذیب کرو"

(۲۳) اور ارشاد فرمایا کہ "جو آدمی وہ علم کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی مطلوب ہوا کرتی ہے صرف اس لئے سیکھے کہ اس کے ذریعہ دنیا کمائے تو اس پر جنّت کی بُو بھی حرام ہے"

(۲۴) اور ارشاد فرمایا کہ "جب کسی سے کوئی بات پوچھی جائے اور وہ جانتا ہے پھر بھی اس نے اُسے چھپایا تو قیامت کے دن اُس کے منہ پر آگ کی لگام چڑھائی جائے گی"

(۲۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم تین ہیں آیت محکمہ[1]۔ سُنّت قائمہ اور فریضہ عادلہ ان کے سوا جو کچھ ہے وہ زیادہ ہے"
ایسے مسائل نہ دریافت کئے جائیں کہ آدمی خواہ مخواہ مغالطہ میں پڑ جائے۔ نیز جب تک سخت مجبوری نہ پیش آجائے اجتہاد پر نہ اُترنا چاہیئے۔

(۲۶) حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص قرآن میں اپنی رائے اور عقل سے کچھ کہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے"
شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص عربی زبان نہیں جانتا۔ غریب الفاظ کی شرح اور ناسخ ومنسوخ کے بارے میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اور تابعین سے مروی ہیں اُس سے ناواقف ہے تو اس آدمی کو قرآن حکیم کی تفسیر میں غور وخوض کرنا حرام ہے۔

(۲۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "قرآن میں جھگڑا کرنا حرام ہے"

(۲۸) اور ارشاد فرمایا کہ "تم سے پہلے لوگ اس سے ہلاک ہوئے کہ کتاب اللہ کے بعض

---

[1] آیت محکمہ وہ ہیں جن میں ایک وجہ کے علاوہ دوسرا احتمال نہ ہو جیسے "تم پر تمہاری مائیں حرام کردی گئیں الخ"۔ سُنّت قائمہ۔ عبادات یا معاملات کے بارے میں جو شریعت نے حکم دیا ہو اور وہ منسوخ ہو نہ متروک ہو جس پر صحابہؓ وتابعین نے عمل کیا ہو اور ان سب سے بڑھ کر وہ ہے جس پر فقہاء مدینہ اور کوفہ کا اتفاق ہو۔ فریضہ عادلہ۔ علم میراث اور علم قضاء کا جاننا۔

حصّہ سے بعض کی مدافعت اور تردید کرتے ہیں۔"

(۳۰) اور ارشاد فرمایا کہ "ہر آیتِ قرآنی کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر حد کی اطلاع کا ذریعہ جدا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "جن میں سے بعض آیتیں محکم پکی ہیں وہ اصل کتاب ہیں اور دوسری مبہم۔" میں (حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ) کہتا ہوں محکم آیات وہ ہیں جن میں ایک وجہ کے سوا دوسری وجہ کا احتمال نہ ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بہنیں، تمہاری بیٹیاں حرام کر دی گئی ہیں۔" اور مبہم یعنی متشابہ آیات وہ ہیں جن میں کئی وجوہ کا احتمال ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے تو وہ جو کچھ کھا پی چکے اس میں اُن پر کوئی گناہ نہیں۔" بعض کج فہموں نے اس آیت کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ جب تک کسی پر ظلم یا زمین میں کچھ فساد نہ ہو خمر کا استعمال درست ہے۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ اس آیت کے مخاطب وہ ہیں جنہوں نے حرمت سے قبل استعمال کر لی تھی۔

(۳۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔"

(۳۲) اور ارشاد فرمایا کہ "جو آدمی اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے قتال کرے وہ راہ اللہ تعالیٰ کا جہاد ہے۔"

(۳۳) اور ارشاد فرمایا کہ "حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ اُمور ہیں۔ پس جو آدمی مشتبہات سے بچ گیا اس نے اپنا دین اور اپنی آبرو بچالی۔"

(۳۴) اور ارشاد فرمایا کہ "قرآن پانچ قسم کی آیتوں پر مشتمل ہے حلال، حرام، محکم، مشتبہات اور امثال۔"

دین کا اصل اصول یہ ہے کہ قرآن حکیم کی آیتیں یا احادیث نبویہ اُن میں عقل وخوض سے کام نہ ! ! (یعنی اپنی رائے کا دخل نہ ہو)۔ واللہ اعلم

۳ ابواب طہارت

وہ احادیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باب طہارت میں مروی ہیں

طہارت کی تین قسمیں ہیں ایک تو حدث سے طہارت۔ دوسرے بدن، کپڑے اور جگہ کے ساتھ جو نجاست متعلق ہو اس سے طہارت اور تیسرے بدن سے جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں ان سے طہارت جیسے بدن کا میل کچیل، زیر ناف بال، ناخن وغیرہ۔

① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے کوئی شخص پیشاب و پاخانہ کی حاجت رکھتا ہو تو وہ اس حالت میں نماز نہ پڑھے"۔

② طہارت کی دعا۔

۱۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ؕ	اے اللہ تو مجھے توبہ کرنے والا بنا دے اور مجھے پاک لوگوں میں شامل فرما دے۔
۲۔ اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ ؕ	اے اللہ تو مجھے خطا و گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

فضیلتِ وضوء

وہ احادیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فضیلتِ وضوء کے بارے میں مروی ہیں

① حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "طہارت آدھا ایمان ہے"۔

② اور ارشاد فرمایا کہ "جس نے وضو کیا اور کامل وضو کیا تو اس کے گناہ اس کے جسم سے جھڑ گئے یہاں تک کہ اس کے ناخنوں سے بھی نکل گئے"۔

③ اور ارشاد فرمایا کہ "میری امت کو قیامت کے دن بلایا جائے گا تو وضوء کے آثار سے ان کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔ اس لیے تم میں سے جو اپنی روشنی

بڑھانے کی طاقت رکھتا ہے وہ اُسے بڑھائے۔"

④ اور ارشاد فرمایا کہ" جہاں تک وضو کا پانی پہنچا ہو گا وہاں تک مؤمن کو جنّت کا زیور پہنایا جائے گا۔"

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ" وضو کی مداومت وہی کرتا ہے جو کامل الایمان ہے۔"

صفتِ وضو

وہ احادیث جو وضو کی ترکیب سے متعلق بطور تواتر مروی ہیں

وضو میں میرے (حضرت شاہ صاحبؒ) نزدیک پاؤں دھونے سے انکار کرنا ایسا ہے جیسا غزوۂ بدر و اُحد سے انکار کرنا۔

① حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" جس نے وضو میں اللہ کا نام نہیں لیا۔ اس کا وضو نہیں۔"

میں کہتا ہوں ہوں بعض علماء نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق نہیں کیا۔ میرے نزدیک وضو میں "بسم اللہ" کا پڑھنا مستحبات میں داخل ہے اس لئے کہ

② حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ" جو مہتم بالشان کام اللہ کے نام سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے۔"

③ اور ارشاد فرمایا کہ" وہ نہیں جانتا کہ اُس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری۔"

میں کہتا ہوں کہ اس میں پانی کی صفائی کو ملحوظ رکھ کر یہ حکم دیا کہ نیند سے اُٹھ کر سیدھے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دھوئے اسی سبب و علت کی وجہ سے پینے کی چیز میں پھونک مارنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

④ اور ارشاد فرمایا کہ" شیطان اس کے نتھنوں پر شب باشی کرتا ہے۔"

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ" تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو وضو پورا پورا کرے اور پھر اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے (یعنی کلمہ شہادت) تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے نہ کھل جائیں اور وہ جس دروازہ سے چاہے داخل ہو۔"

⑥ اور ارشاد فرمایا کہ "اس شخص کے لیے آگ ہے جس نے اپنی ایڑیاں خشک رہنے دیں۔"

موجباتِ وضو

وہ احادیث جو موجباتِ وضو کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں

① رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حدث والے کی نماز مقبول نہیں جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی۔"

② اور ارشاد فرمایا کہ "نماز کی کنجی طہارت ہے۔"

③ اور ارشاد فرمایا کہ "سرین کی بندش آنکھیں ہیں۔" (جیسے نیند کی حالت میں کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کیا کیا ہوا۔ ایسے ہی جب لیٹ گیا تو کوئی خبر نہیں کہ کیا ہوا)۔

④ اور ارشاد فرمایا کہ "انسان جب سو جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔"

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ "مذی میں عضو تناسل دھولے اور وضو کرلے۔"

⑥ اور ارشاد فرمایا کہ "وہ شخص (ریح کے بارے میں جو شک کرنے والا ہو) مسجد سے نہ نکلے جب تک کہ وہ آواز نہ سنے یا بدبو نہ پائے۔"

⑦ اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص عضو تناسل کو چھوئے تو اس کو چاہیئے کہ وہ وضو کرے۔"

کچھ فقہاء نے اس کی تردید میں یہ حدیث پیش کی ہے "عضو تناسل بدن کا ایک ٹکڑا ہی تو ہے۔" اسی طرح عورت کے چھونے پر وضو کا مسئلہ یا آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے میں وضو کا مسئلہ یا غسل جنابت میں تیمم کا مسئلہ یا حالت نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو کا مسئلہ یا خون، پیپ، قے اور سبیلین سے کسی چیز کے نکلنے سے وضو کا مسئلہ (اپنے علماء سے معلوم کیجیے)۔

موزوں پر مسح کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ عامۃ الناس کے لئے عقل ورائے کا دروازہ بند کردینا چاہتے تھے اس لئے موزوں پر مسح کرنے کے سلسلہ میں فرمایا اگر دین کا دارومدار عقل ورائے پر موقوف ہوتا تو قدم کے اُوپر مسح کرنے سے قدم کے نیچے مسح کرنا اولیٰ اور بہتر ہوتا۔

صفتِ غسل

① رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مشک میں بسی ایک صافی لے کر اس کو اس سے صاف کرلے یعنی حیض کے اثر کو پونچھ ڈال"۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حکم آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی وجوہ کی بنار پر دیا ایک یہ کہ اس طرح پاکی وصفائی زیادہ پائی جاتی ہے۔ خوشبو بذاتہٖ خود طہارت کا کام دیتی ہے۔ بدبو اس سے جاتی رہتی ہے اور یہ بھی کہ حیض کا ختم ہونا اور طُہر کا آغاز اولاد کے لئے کوشش کا وقت ہے خوشبو اس قوت کو ابھارتی ہے۔

② اور ارشاد فرمایا کہ "ہر ہر بال کے نیچے ناپاکی ہے اس لئے بالوں کو دھوؤ اور جسم کا میل اتارو"۔

③ اور ارشاد فرمایا کہ "جنابت کی حالت میں بال بھر جگہ بھی بغیر دھوئے چھوڑ دی گئی تو اس جگہ کے ساتھ ایسا ایسا کیا جائے گا"۔ (عذاب کی شکل میں)

موجباتِ غسل

① رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جب مرد عورت کی چار شاخوں (چت) ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بیٹھے اور اس سے جماع کرے تو اس پر غسل واجب ہوگا اگرچہ انزال نہ ہو"۔

② اور ارشاد فرمایا کہ "کسی شخص نے تری اور نمی دیکھی لیکن خواب میں جماع کرنا اُسے یاد نہیں تو وہ غسل کرے۔ اور اگر کسی نے خواب میں جماع کیا لیکن وہ تری نمی نہیں پاتا تو اس پر غسل نہیں۔"

طُہر اور حیض کی مدت میں کمی بیشی کا مدار مزاج اور غذا وغیرہ پر ہے۔ حیض کے خون کا رنگ سیاہ یا جیسا عورت کی عادت ہو۔ اور استحاضہ اس سے مختلف ہوگا مستحاضہ عورت ہر نماز کے لئے نیا وضو کرے۔

جُنبی اور مُحدِث کے لئے کون سی چیز مُباح اور کون سی مُباح نہیں

قرآن کریم پڑھنے کے لئے وضو شرط نہیں لیکن مصحف کو چھونے کے لئے وضو واجب ہے۔ لیکن حدث اکبر میں قرأت بھی جائز نہیں۔ چونکہ یہ شعائر الٰہی ہے اس کی تعظیم ضروری ہے ایسے ہی شعائر الٰہی میں سے نماز اور کعبۃ اللہ ہیں قرآن کریم کی قرأت کی اجازت اس لئے دی گئی تاکہ اس کو حفظ کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔ جُنبی اور حائضہ کو مسجد میں جانے کی اجازت نہیں اس لئے کہ مسجد ذکر الٰہی کی جگہ اور شعائر اسلام سے ہے۔ اور یہ کعبہ کا نمونہ ہے۔

① حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر، کُتا اور جنبی ہو۔"

② اور ارشاد فرمایا جنبی کے لئے کہ "اپنی شرمگاہ دھولے اور وضو کرکے سو جا (جب غسل دشوار ہو)۔"

تیمم

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جب ہم پانی نہ پائیں تو اس کے بدلے زمین کی خاک ہمارے لئے باعث طہارت بنا دی گئی ہے۔"

غسل کے تیمم کے لئے خاک میں تمام جسم سے لوٹنا فرض نہیں فرمایا۔

② اور ارشاد فرمایا کہ "تم کو اس قدر کافی ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارو پھر ان میں پھونک مارو پھر اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں پر پھیر لو۔"

③ حدیث ابن عمرؓ میں مروی ہے کہ "تیمم دو ضربیں ہیں ایک ضرب منہ کے لئے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک۔"

④ زخمی کے لئے ارشاد فرمایا کہ "اس کو اس قدر کافی ہے کہ وہ تیمم کرلے اور زخم پر پٹی باندھ لے پھر اس پر مسح کرلے اور باقی تمام جسم کو دھولے۔"

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ "پاک مٹی مسلمان کے لئے وضو کا پانی ہے اگرچہ اس کو دس برس تک بھی پانی نہ ملے۔"

پیشاب و پاخانہ کے آداب

① رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جب تم پیشاب پاخانہ کو جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ مُنہ کرو نہ پُشت کرو۔"

② اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص پیشاب کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ اس کے لئے جگہ تلاش کرے۔"

③ اور ارشاد فرمایا کہ "تم میں سے کوئی شخص اپنے نہانے کی جگہ پیشاب نہ کرے کیونکہ عام طور پر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔"

④ اور ارشاد فرمایا کہ "کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو۔"

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ "پاخانہ شیاطین وغیرہ کے موجود ہونے کا ٹھکانا ہے اس لئے تم میں سے جب کوئی آدمی پاخانہ جایا کرے تو پہلے یہ پڑھ لیا کرے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔"

⑥ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے باہر آیا کرتے تو یہ کہتے تھے "غُفْرَانَکَ"

⑦ اور ارشاد فرمایا کہ "ان دونوں (ناپاکی سے نہ بچنے والا اور چغلخور) میں سے ایک

تو پیشاب کرتے ہی کھڑا ہو جاتا تھا اور استبرار نہ کرتا تھا"
میں کہتا ہوں کہ استبرار واجب ہے۔ استبرار کی صورت یہ ہے کہ پیشاب کرکے بیٹھا رہے اور زور لگا کر تھوڑا تھوڑا پیشاب نکال دے۔

فطرت اور فطرت کے قریبی خصائص

① رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دس چیزیں فطری ہیں ① مونچھیں کٹوانا ② داڑھی بڑھانا ③ مسواک کرنا ④ ناک میں پانی ڈالنا ⑤ ناخن کٹوانا ⑥ جہاں جہاں میل کچیل جمع ہوتا ہے ان جگہوں کو دھونا ⑦ بغل کے بال اکھیڑنا ⑧ زیر ناف کو مونڈنا ⑨ پانی سے استنجا کرنا۔ اور ⑩ کلّی کرنا"

انسانی جسم پر کچھ ایسے بال ہیں جن کی صفائی ضروری ہے اور بیماری سے بچاؤ ہے مثلاً جلدی امراض کھجلی وغیرہ کے متعلق اطباء نے لکھا ہے کہ ان امراض سے قلب انتہا درجہ مغموم، محزون اور ملول ہو جاتا ہے اور نشاط و انبساط اور فرح و مسرت سے بالکل محروم ہو جاتا ہے۔

② اور ارشاد فرمایا کہ "مشرکوں کی مخالفت کرو مونچھیں کٹواؤ اور داڑھی بڑھاؤ"

③ اور ارشاد فرمایا کہ "چار چیزیں انبیاء کرام کی سُنّت ہیں ① حیا اور ایک روایت میں ختنہ کرنا آیا ہے ② عطر و خوشبو لگانا ③ مسواک کرنا اور ④ نکاح کرنا۔

④ اور ارشاد فرمایا کہ "اگر اپنی امت کے لئے میں تکلیف و مشقت نہ سمجھتا تو ہر نماز کے وقت میں اُن کو مسواک کرنے کا حکم دیتا"
مسواک کرتے وقت آپ صلے اللہ علیہ وسلم اُع اُع کیا کرتے تھے گویا آپ کو اُبکائیاں آرہی ہیں۔ یعنی حلق کے قریب تک مسواک سے صفائی کی وجہ سے۔

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ "ہر مسلمان پر حق ہے کہ ہفتہ میں ایک دن غسل کرے اور اپنا جسم اور سر دھوئے"

پانی کے احکام

① رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تم میں سے کوئی آدمی ایسا نہ کرے کہ رُکے ہوئے پانی میں جو بہتا نہ ہو پیشاب کرے اور پھر اس میں غسل کرلے۔"

② اور ارشاد فرمایا کہ "دو آدمی پاخانہ کے لئے اپنا ستر کھول کر باتیں کرتے ہوئے نہ بیٹھیں کیونکہ اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔"

③ اور ارشاد فرمایا کہ "پانی اگر دو مٹکوں (قلتین) کے برابر ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔"

④ اور ارشاد فرمایا کہ "پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی۔"

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ "پانی جنبی یعنی ناپاک نہیں ہوتا۔"

⑥ اور ارشاد فرمایا کہ "مومن ناپاک نہیں ہوتا۔"

⑦ اور ارشاد فرمایا کہ "بدن ناپاک نہیں ہوتا۔ زمین ناپاک نہیں ہوتی۔"

میں کہتا ہوں ان سب سے نجاست خاص کی نفی مراد ہے۔ پانی کے ناپاک نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ نجاست کے پڑنے کے بعد جب نجاست نکال دی اور پانی کی کوئی وصف (رنگ، ذائقہ اور بو) تبدیل نہیں ہوئی تو وہ ناپاک نہیں رہتا۔ اور بدن کو کیسی ہی ناپاکی لگ جائے جب دھو ڈالا جائے تو پاک ہوجاتا ہے۔ اور زمین کیسی ہی ناپاک ہو بارش کے برسنے اور دھوپ کے پڑنے اور لوگوں کے اس پر چلنے پھرنے سے پاک صاف ہوجاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں یہ کوئی تاویل نہیں بلکہ عرب کا کلام اسی طرح ہوتا ہے مثلاً اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اے پیغمبر کہدے مجھے جو وحی کی گئی ہے اس میں کھانے والے کیلئے کھانے کی کوئی چیز حرام نہیں کی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جن چیزوں میں تم جھگڑتے ہو ان میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا۔ جیسے کسی طبیب سے کسی چیز کے استعمال کے بارے سوال کیا جائے وہ کہے اس کا استعمال جائز نہیں تو

اس کا مطلب ہوتا ہے کہ یہ مُضرِ صحت ہے اسی طرح جب کسی فقیہہ سے پوچھا جائے تو وہ کہے ناجائز ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عدم جواز شرعی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئیں"۔ اس سے حرمت نکاح مراد ہے۔ یا ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "تم پر مُردار حرام کر دیا گیا"۔ اس سے حرمت اکل مراد ہے۔ یا یہ حدیث کہ "ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شریعت میں وہ جائز نہیں ہوتا۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کوئی نکاح دنیا میں بغیر ولی کے نہیں ہوتا۔

علماء کرام نے جو فرمایا ہے کہ کنوئیں کے اندر جانور کے مرجانے اور دہ دردہ اور آب جاری وغیرہ فروعات کے متعلق قطعی طور پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ اور جو آثار صحابۂ کرامؓ اور تابعین سے مروی ہیں ان کی صحت پر محدثین کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے اس لئے یہ کوئی وجوب شرعی نہیں ہے۔

نجاستیں دور کرنے کا طریقہ

شراب بھی نجس ہے جیسے پیشاب، پاخانہ، خون وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "یہ ناپاک ہے، شیطان کا عمل ہے"۔

① حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھولو"۔ ایک روایت میں ہے کہ "سات مرتبہ میں پہلی مرتبہ مٹی سے دھوو"۔

② اور ارشاد فرمایا کہ "اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو"۔

③ اور ارشاد فرمایا کہ "تم عورتوں میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو اس کو چٹکی سے کھرچ دے پھر پانی سے بار بار اس کو دھو ڈالے پھر اس سے نماز پڑھ لے"۔ (منی کے لئے بھی اسی طرح کا حکم ہے)۔

④ اور ارشاد فرمایا کہ "اگر لڑکی کے پیشاب کا کپڑا ہو تو دھویا جائے اور اگر لڑکے کا پیشاب ہو تو اس کو پانی سے دھار دیا جائے۔"

لڑکیوں کا پیشاب لڑکوں کے پیشاب کے مقابلہ میں زیادہ غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے اور زیادہ بدبودار بھی ہوتا ہے۔

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ "چمڑے کو دباغت دیدی جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔"

⑥ اور ارشاد فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی اپنے جوتہ کے ساتھ ناپاکی پر چلے تو مٹی اس کو پاک کرنے والی ہے۔"

⑦ اور ارشاد فرمایا بلی کے بارے میں کہ "وہ گھروں میں گھومنے پھرنے والوں میں سے ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ اگرچہ وہ نجاستوں میں منہ ڈالتی ہے، چوہوں کو کھاتی ہے۔ اس کے جھوٹے کی پاکی کا حکم اس لئے دیا کہ حرج اور دقت کو دفع کرنا اصول شرعیہ میں سے ہے۔ کہ ان کے ساتھ بھی رحم کا برتاؤ کیا جائے۔ واللہ اعلم

۴ ابواب نماز

نماز کے باب میں وارد احادیث

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تمہاری اولاد سات برس کی ہوجائے تو تم اس کو نماز کا حکم دو اور جب وہ دس برس کی ہوجائے تو ان کو مار کر نماز پڑھاؤ۔ اور ان کو علیحدہ علیحدہ سلاؤ۔"

نماز کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "نیکیاں گناہوں کو بہالے جاتی ہیں۔"

① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کے لئے فرمایا جس نے پہلے ایک گناہ کیا

تھا پھر اس نے باجماعت نماز ادا کی تو ارشاد فرمایا کہ "یقیناً اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہ کو بخش دیا۔"

② اور ارشاد فرمایا کہ "تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر موجود ہو اور وہ روزانہ پانچ مرتبہ اس میں غسل کرے تو کیا اس پر میل باقی رہے گا؟ لوگوں نے کہا "نہیں" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو محو فرما دیتا ہے۔"

③ اور ارشاد فرمایا کہ "پنجگانہ نماز اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک ان گناہوں کا اللہ تعالیٰ کفارہ کر دیتے ہیں جو ان کے درمیان ہوا کرتے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔"

④ اور ارشاد فرمایا کہ "بندے اور کفر میں صرف نماز ترک کرنے کا ہی فاصلہ ہے۔"

اوقات نماز

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیجئے اور صبح کی نماز بھی بے شک صبح کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے۔" نمازوں کے اوقات میں فصل رکھا تاکہ معاش کا معاملہ پراگندہ نہ ہو۔ صبح سے لے کر دوپہر تک معاش کا وقت رکھا جو کہ دن رات کا چوتھا حصہ ہے پھر ظہر سے عصر تک فاصلہ دن کی چوتھائی رکھا اسی طرح وقفے تھوڑے وقت کے رکھے تاکہ ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار رہے اگر زیادہ وقفہ رکھا جاتا تو کاہلی و بے پروائی کے لوگ مرتکب ہوتے۔ اور اگر کم وقفہ رکھا جاتا تو معاش کے حصول میں رکاوٹ پڑتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "دن کو ہم نے معاش کے لئے بنایا" اور ارشاد باری تعالیٰ ہے "تاکہ تم اس کے فضل کے طالب ہو۔"

① رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے عشا کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا اس نے پہلی آدھی رات نماز میں گذاری اور جس نے عشا

اور فجر دونوں نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھیں تو گویا اس نے تمام رات نماز میں گذاری "۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام انسان کی شکل میں تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اوقات نماز کی آپ کو تعلیم دی۔

② رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " اگر میں اپنی امت کے لئے مشقت نہ جانتا تو ان کو عشاء کی نماز تاخیر کرکے پڑھنے کا حکم دیتا "۔

③ اور ارشاد فرمایا کہ " جب شدت کی گرمی ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈا کرکے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی آگ کا جوش اور اُبھان ہے "۔

④ اور ارشاد فرمایا کہ " فجر کی نماز اسفار یعنی اُجالا کرکے پڑھو اس کا اجر بہت ہے "۔

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ " جس نے آفتاب نکلنے سے پہلے صبح کی ایک رکعت پالی اُس نے صبح کی پوری نماز پالی۔ اور جس نے آفتاب غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی اُس نے عصر کی پوری نماز پالی "۔

⑥ اور ارشاد فرمایا کہ " یہ منافق کی نماز ہے کہ ٹالتا رہتا ہے ٹالتا رہتا ہے یہاں تک کہ آفتاب زرد ہوجاتا ہے "۔

⑦ اور ارشاد فرمایا کہ " جو شخص نماز بھول جائے یا وہ سوگیا تو جس وقت یاد آجائے اسی وقت پڑھ لے "۔

⑧ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ جب لوگوں پر ایسے حاکم مقرر ہوں جو نماز کو بے جان یعنی اخیر وقت پڑھا کریں تو تم نماز اصل وقت پر پڑھ لیا کرنا پھر اگر اُن کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو اُن کے ساتھ بھی پڑھ لیا کرنا یہ تمہارے لئے نفل نماز ہوجائے گی "۔

⑨ اور ارشاد فرمایا کہ " میری امت برابر اس وقت تک خیر و برکت میں رہے گی جب تک کہ وہ مغرب کی نماز ستاروں کے چمکنے سے پہلے پڑھ لیا کرے گی "۔

⑩ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " نمازوں کی حفاظت کرو خاص کر درمیانی نماز

کی حفاظت زیادہ کرو۔"

⑪ اور ارشاد فرمایا کہ "جس نے دو ٹھنڈک کی نمازیں (یعنی صبح و شام کی) پڑھ لیں وہ جنّت میں داخل ہوگیا۔

⑫ اور ارشاد فرمایا کہ "جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کا عمل ساقط اور ضائع ہوگیا۔"

⑬ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کی اولاد اور مال ضائع ہوگیا۔"

⑭ اور ارشاد فرمایا کہ "منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگر اُن لوگوں کو وہ معلوم ہوجائے جو نمازوں کے اندر ہے تو وہ گھٹنوں کے بل چل کر آئیں اور نماز پڑھیں۔

⑮ اور ارشاد فرمایا کہ "ایسا نہ ہو مغرب کی نماز کے نام کے متعلق تمہاری برائیوں کا نام تم پر غالب آجائے۔

⑯ اور ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ "عشاء کے نام میں بُرائیوں کا نام غالب نہ آجائے۔"

اذان

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو خواب میں اذان اور اقامت کی تلقین کی گئی۔

① رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو آدمی اذان کہے وہی اقامت بھی کہے۔"

② اور ارشاد فرمایا کہ "کوئی مسلمان اپنے بھائی کی منگنی پر اپنی منگنی نہ کرے۔"
میں کہتا ہوں کہ اسی طرح جب ایک شخص نے اذان شروع کی تو اس کے بھائی مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس کی مزاحمت نہ کریں۔

③ اور ارشاد فرمایا کہ جب اذان بلند ہوتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور اس کا گوز نکل جاتا ہے۔"

④ اور ارشاد فرمایا کہ "اذان کہنے والوں کی گردنیں قیامت کے دن سب سے لمبی

اور اُونچی ہوں گی"۔

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ "جس قدر موذن کی آواز پہنچتی ہے اُسی قدر اس کی مغفرت ہوتی ہے اور (قیامت کے دن) جن اور انسان اس کی شہادت دیں گے"۔

⑥ اور ارشاد فرمایا کہ "جس نے سات برس تک طلب اجر کی نیت سے اذان کہی تو جہنم سے اُس کی رہائی لکھدی گئی"۔

اللہ تعالیٰ نے اذان کے متعلق جو چرواہا پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چراتا تھا ارشاد فرمایا میرے اس بندہ کو دیکھو کہ (پہاڑ کی چوٹی پر) اذان کہہ رہا ہے اور نماز پڑھتا ہے یہ مجھ سے ڈرتا ہے پس میں نے اس کو بخش دیا اور اس کو جنت میں داخل کردیا۔

⑦ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اذان اور اقامت کے درمیان جو دعا کی جائے وہ رد نہیں ہوتی"۔

⑧ اور ارشاد فرمایا کہ "بلالؓ تورات سے اذان کہہ دیا کرتے ہیں اس لئے تم کھاتے پیتے رہو جب تک کہ ابن ام مکتومؓ اذان نہ کہیں"۔

⑨ اور ارشاد فرمایا کہ "جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم دوڑ کر نماز کے لئے نہ جاؤ بلکہ اطمینان سے چل کر جاؤ"۔

احکامِ مسجد

① رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جب تم کہیں مسجد دیکھو یا کسی موذن کی اذان سنو تو وہاں کسی کو قتل نہ کرو"۔

② اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص پاک وصاف (باوضو) ہو کر اپنے گھر سے فرض نماز کے لئے نکلا تو اس کو وہی اجر ملے گا جو احرام باندھے ہوئے حاجی کو ملتا ہے۔ اور جو چاشت کی نماز کے لئے نکلا اور خاص اسی کے لئے مسجد میں جا کھڑا ہوا تو اس کو عمرہ کا ثواب ملے گا"۔

۳ اور ارشاد فرمایا کہ "جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو اس میں چرا کرو۔ پوچھا جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا مسجدیں۔"

۴ اور ارشاد فرمایا کہ "جب کسی نے وضو کیا پھر صرف نماز کی غرض سے مسجد کی طرف چلا تو ہر ہر قدم کے بدلہ میں اس کا درجہ بڑھتا جاتا ہے اور گناہ جھڑتے چلے جاتے ہیں اور جب وہ نماز پڑھتا ہے اور اپنے مصلے پر ہے فرشتے اس پر سلام بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ! تو اس پر رحم فرما۔ اور جب تک کوئی شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے وہ نماز ہی کے اندر ہے۔"

۵ اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص صبح یا شام مسجد میں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے مہمانی ہر صبح کے جانے اور شام کے جانے پر تیار کرتا ہے۔"

۶ اور ارشاد فرمایا کہ "جو آدمی اللہ کے لئے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔"

۷ اور ارشاد فرمایا کہ "تین مسجدوں کے سوا بہ نیت اجر و ثواب کہیں کجاوے اور بستر نہ باندھے جائیں ایک مسجد حرام دوسری مسجد اقصیٰ اور تیسری میری یہ مسجد۔

آدابِ مسجد

۱ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کا مفہوم ہے کہ "جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے اس کو چاہیئے کہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔"

۲ مسجد بنانے کا، اس کو صاف ستھرا رکھنے کا اور اس کو معطر اور خوشبودار رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔

۳ اور ارشاد فرمایا کہ "میری امت کے اجر و ثواب میرے سامنے پیش کئے گئے یہاں تک کہ مسجد سے خس و خاشاک اور کوڑا نکالنے کا ثواب بھی پیش کیا گیا۔"

۴ اور فرمایا کہ "مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو دفن کردیا

جائے۔"

۵ اور ارشاد فرمایا کہ "تم اپنے تیر اور نیزوں کو روک لو۔"
شور و غل کی وجہ سے تاکہ عبادت کرنے والوں کا دل اچاٹ نہ ہو جائے۔

۶ اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اپنی گم شدہ چیز کے لئے مسجد میں آواز لگائے تو چاہیئے کہ سننے والا کہے اللہ تعالیٰ تمہاری چیز تمہیں نہ ملائے کیونکہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی گئیں۔" اسی طرح مسجد میں خرید و فروخت، لین دین کرتے ہوئے دیکھو تو کہو "اللہ تعالیٰ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے۔" اسی طرح مسجد کے اندر شعر گوئی، قصاص اور حدود جاری کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

⑦ اور ارشاد فرمایا کہ "میں کسی حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد حلال نہیں کرتا۔"

⑧ اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اس بدبودار درخت (پیاز و لہسن) کو کھائے ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیوں کہ جن چیزوں سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے اُن سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔"

⑨ اور ارشاد فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو یہ پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔ اور باہر نکلے تو یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ۔

⑩ اور ارشاد فرمایا کہ "ساری زمین سجدہ گاہ ہے سوائے مقبرہ اور حمام کے۔"

⑪ اور ارشاد فرمایا کہ "ملعون جگہ جاؤ تو روتے ہوئے جاؤ۔"

نمازی کے کپڑے

① رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بالغ عورت کی نماز بلا اوڑھنی کے مقبول نہیں۔"

② اور ارشاد فرمایا کہ "تم میں سے کوئی آدمی ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جب کہ اس

کے کندھوں پر بالکل کپڑا نہ ہو۔"

(۳) اور ارشاد فرمایا کہ "یہود کی مخالفت کرو کہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھا کرتے۔"

(۴) اور نماز میں سدل سے منع فرمایا یعنی ایک ہی کپڑا ہو کہ ستر کھل جائے۔

قبلہ

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی طرف نماز پڑھتے تھے اور حضرت اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام اور اُن کی اولاد بیت المقدس کی طرف نماز میں استقبال کرتے رہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو قبائل اوس اور خزرج اور ان کے حلیف یہود تھے۔ یہی قبائل انصار کہے جاتے تھے۔ اسلام سے پہلے یہ یہود کی اقتدار کرتے تھے اس لئے بیت المقدس کچھ عرصہ تک مسلمانوں کا قبلہ رہا بعد میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو قبلہ قرار دیا کیونکہ اسی آرزو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے۔

سترہ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو معلوم ہو جاتا کہ گذرنے میں کتنا گناہ ہے تو چالیس (سال) تک کھڑا رہنا گوارہ کر لیتا۔"

(۲) اور ارشاد فرمایا کہ "عورت، گدھا اور سیاہ کُتا نماز کو توڑ دیتا ہے۔"

(۳) اور ارشاد فرمایا کہ "اگر کوئی اونٹ کے کجاوے کے پشتے کے برابر کوئی چیز رکھ لے تو سامنے سے گذرنے کی پرواہ نہ کرے۔

لہ یہود جوتے اور موزوں کے ساتھ نماز پڑھنا خلاف تعظیم سمجھتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا کہ "اپنے جوتے اتار دے بیشک تو پاکیزہ وادی طویٰ میں ہے۔" لباس کی تکمیل جوتے اور موزے کے بغیر نہیں ہوتی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے قیاس کو اول قیاس پر ترجیح دی۔ نماز ننگے پاؤں اور جوتا پہنے پڑھنا دونوں برابر ہیں۔

نماز کے ضروری امور

نماز کی روح (۱) خشوع وخضوع (۲) زبان سے ذکر (۳) عام جسم کی تعظیمی حرکات۔ غلط طریقہ سے نماز پڑھنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ نماز پڑھوائی کہ جاؤ اطمینان اور وقار سے پڑھو اس کو صحیح طریقہ کی تعلیم فرمائی "جب تم نماز کا ارادہ کرو تو پہلے کامل طور پر وضو کرو، پھر قبلہ رو ہو کر اللہ اکبر کہو پھر قرآن مجید سے جو تمہیں یاد ہو وہ پڑھو، پھر رکوع کرو کہ پوری طرح اطمینان ہو جائے پھر سر اُٹھاؤ اس طرح کہ پورے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ میں جاؤ کہ پوری طرح اطمینان ہو جائے پھر سجدہ سے سر اُٹھا کر جلسہ کرو اور پوری طرح جلسہ میں مطمئن ہو جاؤ پھر دوسرا سجدہ کرو اور پوری طرح اطمینان سے سجدہ کا حق ادا کرو، پھر سر اٹھاؤ اور پورے اطمینان سے جلسہ کرو۔ اس طرح اپنی پوری نماز ادا کرو"

ارکان نماز کا پورا خیال ملحوظ خاطر ہے۔ کسی درخت کا پودا جب اُگتا ہے تو شروع میں اُس کے دو ہی پتے ہوتے ہیں اس لئے ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے۔ تدبیر فرع ہے تخلیق کی۔ گیارہ کا عدد تمام اعداد شمار میں وتر حقیقی سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے فرض قصر میں گیارہ رکعتیں ہیں۔

اذکار نماز اور اس کی مستحب صورتیں

دُعاء استفتاح یعنی قرآن پڑھنے سے پہلے کچھ دعا پڑھے حضور قلب کے لئے بارگاہ الٰہی کی طرف متوجہ ہونے کا زبردست ذریعہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ	اے خدا تو جدائی کردے میرے اور میرے
خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ	گناہوں کے درمیان جس طرح کہ تونے مشرق
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ؕ	اور مغرب کے درمیان دُوری کردی ہے۔
اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقّٰی	اے خدا تو پاک کردے مجھ کو گناہوں سے جس

الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ ؕ طرح کہ سفید کپڑا پاک کیا جاتا ہے میل سے۔
اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَآءِ اے خدا تو میرے گناہ پانی اور اولے اور برف
وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ؕ سے دھودے۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ پھر ثنا پڑھے اور تین مرتبہ یہ پڑھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا پھر تعوذ پڑھے یہ تین طرح مروی ہے :۔

(۱) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ
(۲) اِسْتَعِیْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ
(۳) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ مِنْ نَّفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ وَھَمْزِہٖ ؕ (پناہ لیتا ہوں اللہ کی شیطان سے اس کے کبر و نخوت اور اُس کے جادو وپھونک سے اور اُس کے وسوسہ سے)۔

تکبیر اور قرارت کے درمیان سکتہ (خاموشی) امام مالکؒ کے نزدیک بروایت حضرت ابوہریرہؓ دخول سُنّت ہے۔ سری نمازوں میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار ہے لیکن امام کے لئے باعث تشویش نہ ہو (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مقتدی ہر حال میں خاموش رہے خواہ نماز جہری ہو یا سری)۔

فجر کی نماز میں ساٹھ آیات سے سو آیات کا پڑھنا اولیٰ ہے۔ عشا کی نماز میں سبح اسم اور والیل۔ عیدین میں سورۂ قٓ اور سورۂ اقتربت۔ جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون اور جمعہ کے روز فجر کی نماز میں الم تنزیل اور ھل اتی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اکثر پڑھا کرتے تھے۔

جب کوئی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی پڑھے تو اس کو کہنا چاہیئے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اور جب اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ پڑھے تو چاہیئے کہ وہ بَلٰی وَاَنَا عَلٰی

ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ کہے۔ اور جو شخص اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى پڑھے تو یہ بَلٰى کہے۔ اور جو شخص فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ پڑھے تو یہ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ کہے۔

رکوع میں ایک ذکر یہ ہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ اور یہ بھی ہے سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ بھی ہے۔ اور یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَمُخِّيْ عَظْمِيْ وَعَصَبِيْ (اے اللہ میں نے تیرے واسطے رکوع کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرا حکم بردار ہوا جھک گئے تیرے آگے میرے کان اور آنکھ اور گودا ہڈیوں کا اور پٹھے۔

قومہ میں اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ کے بعد یہ دعا بھی وارد ہے مِلْاَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْاَ الْاَرْضِ وَمِلْاَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍۢ بَعْدُ (آسمان بھر کر اور زمین بھر کر اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ بھر کر اور جو چاہے وہ بھر کر) اور ایک روایت میں یہ بھی وارد ہے اَهْلَ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ اور یہ ذکر بھی قومہ میں وارد ہے اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَآءِ الْبَارِدِ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ۔

صبح کی قنوت کوئی سنت مستقرہ نہیں ہے۔ یہ صرف مصیبت کے وقت پڑھی جاتی تھی۔

سجدہ کے اذکار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى تین مرتبہ۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ اور یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ اور یہ بھی سجدہ کی دعاؤں میں ہے سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ اور

یہ بھی ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّہٗ دِقَّہٗ وَجِلَّہٗ وَاَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ وَسِرَّہٗ اور یہ بھی ہے اَللّٰھُمَّ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ ؕ

اور جلسہ میں یہ دعا ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ ؕ

نماز میں ناجائز امور اور سجدۂ سہو اور سجدۂ تلاوت

نماز میں باتیں کرنا، سلام کا جواب دینا، کمر پر ہاتھ رکھنا، اِدھراُدھر دیکھنا کنکر صاف کرنا منع ہے۔ جمائی کو بھی روکنا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز میں چھینکنا اور اونگھنا اور جمائی لینا اور حیض و قے اور نکسیر (کا بہنا) شیطان کی جانب سے ہے"

عمل قلیل سے نماز باطل نہیں ہوتی نماز کی حالت میں سانپ بچھو کا مارنا، گردن پھیرے بغیر اِدھراُدھر دیکھنا اگر اس سے زیادہ عمل کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

نماز میں بھول چوک ہو جائے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً تین یا چار رکعت پڑھنے میں شک ہو جائے تو جس قدر یقین ہے اس پر باقی کی بناء کرے اور سلام پھیرنے سے پہلے (تشہد پڑھنے کے بعد دائیں طرف سلام پھیرے اور پھر) دو سجدے کرے۔

اسی طرح اگر رکعت یا رکن بڑھ جائے تو سجدۂ سہو کرے اور اگر واجب بھول گیا یا مکرر کر لیا تو بھی سجدہ سہو کرے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ تلاوت کرنے کا حکم فرمایا یہ پورے قرآن مجید میں چودہ یا پندرہ آیتیں ہیں اور جن مواقع پر فرشتوں کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ہے وہ ان سے علیحدہ ہیں۔

نوافل کا بیان

جمعہ کی نماز کے بعد مسجد میں نماز پڑھنے والے کے لئے چار رکعت مسنون ہیں اور گھر پر جاکر پڑھنے والے کے لئے دو رکعت۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دو ہم مثل نمازیں ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ لوگوں کے اجتماع عظیم میں نہ پڑھنی چاہئیں۔ اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کوئی نماز کسی نماز کے ساتھ نہ ملائی جائے جب تک کہ بات نہ کرے یا باہر نہ آجائے۔"

تہجد کی نماز۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لوگ سوئے ہوئے ہوں اس وقت تم نماز پڑھو۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۞ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۞ (المزمل ۶-۷)	بے شک رات کے اٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور (دعا یا قرأت پر) بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔ بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے (دنیوی بھی اور دینی بھی)۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "پروردگار رات کو پچھلے حصہ میں اپنے بندوں سے بہت قریب ہوجاتا ہے۔"

تہجد کے وقت کی دعائیں اور اذکار بہت سے مروی ہیں مثلاً دس دس مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ استغفار اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور دس ہی مرتبہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا وَضِيْقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔

چاشت کا بہترین وقت یہ ہے کہ آفتاب اپنے چند مرحلے طے کرلے، زمین گرم ہوجائے کہ اونٹنی کے بچے کے پاؤں جلنے لگیں۔

استخارہ کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان اپنے ارادہ کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں فنا کر دیتا ہے۔

صلوٰۃ حاجت۔ خالص اللہ تعالیٰ سے حاجت پوری کرانے کے لئے دو رکعت اور دعا مسنون کی گئی۔

صلوٰۃ توبہ۔ اس نفل سے گناہ کا زنگ قلب پر راسخ نہیں ہو پاتا بلکہ کفارہ ہو جاتا ہے۔

صلوٰۃ تحیۃ الوضو۔ اس سے اللہ تعالےٰ کی جانب سے سعادت کا بڑا حصہ عطا ہوتا ہے۔

صلوٰۃ التسبیح۔ یہ نماز بمنزلہ اُس کامل نماز کے ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے طالبانِ خیر کے لئے مسنون فرمائی۔

صلوٰۃ الآیات۔ یعنی سورج گرہن، چاند گرہن، ظلمت واندھیری وغیرہ ایسے اوقات میں عالمِ مثال میں اللہ تعالیٰ کے اہم فیصلے صادر ہوتے ہیں۔ دنیا میں روحانیت پھیل جاتی ہے۔

صلوٰۃ الاستسقاء۔ طلب باران کی نماز۔ اس میں آہ وزاری کے ساتھ چادر پلٹ کر دُعا کرتے ہیں۔

صلوٰۃ العیدین۔ (معروف ہے)۔

سجدۂ شکر۔ نعمت انسان کے اندر ایک گونہ بڑائی اور غرور پیدا کر دیتی ہے یہ سجدہ اس مرض کا علاج ہے۔

عمل میں اعتدال اور میانہ روی

نفس میں مایوسی یا رنج وملال آنے سے عبادات میں خشوع وخضوع ختم ہو جاتا ہے

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "درمیانی راہ اختیار کرو تم تمام

عبادتوں کا احصار نہیں کر سکتے اپنی طاقت کے مطابق عبادات انجام دو۔"

② اور ارشاد فرمایا کہ "دین آسان ہے اور کوئی شخص دین میں سختی نہ کرے مگر دین اس کو تھکا دے گا۔"

③ اور ارشاد فرمایا کہ "بہترین عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جس پر مداومت (اور ہمیشگی) کی جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔"

④ اور ارشاد فرمایا کہ "اپنی طاقت کے مطابق عمل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا جب تک کہ تم خود تھک نہ جاؤ۔

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص سو گیا اور اپنا وظیفہ اور ورد یا اس کا کچھ حصّہ چھوٹ گیا اور اس نے نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان پڑھ لیا تو گویا اس نے رات ہی میں اپنا وظیفہ اور ورد پڑھ لیا۔"

معذوروں کی نماز

ایک عذر سفر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ قصر تم پر اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے، تم اس صدقہ کو قبول کرو۔"

صلوٰۃ خوف۔ میدان جنگ میں کھڑے، بیٹھے، پہلو پر ہر حال میں نماز کا حکم ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو تم اپنی اپنی طاقت کے مطابق اسے بجا لاؤ۔"

جماعت

نماز (طاعت و عبادات) جب جماعت سے ادا کی جاتی ہے تو معاشرت و معاش کی تدابیر ضروریہ کا جزو بن جاتی ہے اور نماز کی خوب اشاعت ہوتی ہے۔ عالم، جاہل ضعیف و کمزور سب ہی مستعد اور نمایاں ہو جاتے ہیں۔ یہ کھرے اور کھوٹے کے لئے کسوٹی ہے۔ جمعہ اور جماعت کی مشروعیت اسی لئے مستحکم کی گئی اس کے فضائل

بہت ہیں اور اس کے ترک کرنے پر وعیدیں بھی بہت سخت وارد ہوئی ہیں۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کوئی جنگل یا دیہات کہ جس کے اندر تین مسلمان موجود ہوں اور اس میں جماعت کی نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے"۔

(۲) اور ارشاد فرمایا کہ "قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں ان کے گھروں کو جلا دوں"۔

کمزور، بیمار، شب میں برسات، سردی، کھانا موجود ہو، پیشاب پاخانہ کا تقاضا ہو تو ان حالات میں رخصت کی گنجائش ہے جیسی علت ویسا حکم۔

(۳) اور ارشاد فرمایا کہ "تم اس طرح صفیں کیوں قائم نہیں کرتے جس طرح فرشتے پروردگار کے حضور قائم کرتے ہیں"۔

(۴) جماعت کی ترتیب۔ ارشاد فرمایا کہ "تم میں سے جو عقلمند اور دانا ہیں وہ میرے قریب کھڑے ہوں پھر اُن کے قریب وہ کھڑے ہوں جو عقل و دانائی میں اُن سے قریب ہوں"۔ یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ فرمائے۔ "اور بازاری قسم کے شور و غل سے اجتناب کریں"۔

(۵) اور ارشاد فرمایا کہ "تم اپنی صفیں برابر کرو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے پھیر دے گا"۔

(۶) اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اُس کے سر کو گدھے کی شکل میں تبدیل کر دیں"۔

جمعہ

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بہترین دن جس میں آفتاب طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے اسی دن حضرت آدم (علیہ السلام) پیدا کیے گئے

اور اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اُسی دن جنت سے نکالے گئے اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی اور چوپائے اس دن اس طرح مرعوب اور ہیبت زدہ ہوتے ہیں جس طرح کسی سخت مہیب سے ڈرتے ہیں۔"

(۲) اور ارشاد فرمایا کہ "(جمعہ کے دن) ایک وہ ساعت ہے اس میں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو جو کچھ وہ طلب کرتے ہیں عطا فرماتا ہے۔"

اس گھڑی کی تعیین میں مختلف روایات ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ ساعت خطبہ سے نماز کے ختم ہونے تک۔ بعض کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن عصر سے مغرب تک ہے۔

(۳) اور ارشاد فرمایا کہ "لوگ ہرگز ہرگز جمعہ کی نمازیں ترک نہ کریں، وگرنہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں پر مہر لگادے گا پھر وہ غافل ہوجائیں گے۔"

جو شخص ایسے وقت آئے جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو اس کو چاہیئے کہ نہایت اختصار کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھ لے کیونکہ ان دو رکعتوں کے متعلق ایسی صحیح احادیث موجود ہیں جن کا اتباع ضروری ہے۔

اِسلام کی دو عیدیں

زمانۂ جاہلیت میں دو دن خوشی کے لہو و لعب میں منائے جاتے تھے ایک "نیروز" اور دوسرا دن "مہرجان" کہلاتا تھا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں دنوں کو "عید الفطر" اور "عید الاضحیٰ" میں بدل دیا جن میں عبادات اور قربانی واجب ہوئی۔

جنازوں کا بیان

باہم اختلاط اور رسوم کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اصلاح فرمادی مثلاً مریض کی تیمارداری، عیادت، استعانت۔ گناہ سے بچایا جائے۔ نیکی پر آمادہ کیا جائے۔ صبر و رضا کی تلقین کی جائے حکماء کا مقولہ ہے کہ "جس کا ذکر اور نام دنیا میں زندہ ہے وہ خود بھی زندہ ہے مرا نہیں۔"

① نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو مسلمان کسی بیماری یا مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

آدمی اپنا داہنا ہاتھ مریض پر پھیرے اور یہ پڑھے ،۔

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ	اے لوگوں کے رب تو بیماری کو دفع فرما
اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّاشِفَاءُكَ	اور تو ہی شفا دے کہ شفا صرف تیری شفا
شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سُقْمًا ؕ	ہے اور ایسی شفا کہ مرض باقی نہ رہے۔

② اور ارشاد فرمایا کہ :۔

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ	میں اپنے بندہ سے ایسا پیش آتا ہوں جیسا
بِیْ ؕ	وہ مجھ سے گمان رکھتا ہے۔

③ اور ارشاد فرمایا کہ " جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھے اور یہ پڑھے اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْنِیْ خَیْرًا مِّنْهَا ؕ تو اللہ تعالیٰ اس سے بہترین چیز عطا فرمائے گا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لئے عورتوں سے ارشاد فرمایا کہ " اس کو طاق نہلاؤ تین ، پانچ یا سات مرتبہ پانی اور بیر کے پتوں سے بعد میں کافور داہنے اعضاء سے لگاؤ "

کافور سے لاش جلدی خراب نہیں ہوتی اور موزی جانور قریب نہیں آتے۔

④ اور ارشاد فرمایا کہ " کفن زیادہ قیمتی نہ دو کیونکہ وہ بہت جلد اس سے جدا کر دیا جائے گا "

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ " مسلمان کی نعش کو اس کے اہل وعیال کے سامنے روکے رکھنا کسی طرح مناسب نہیں "

⑥ اور ارشاد فرمایا کہ " موت پریشان کن چیز ہے جب تم کسی جنازہ کو دیکھو تو

کھڑے ہو جایا کرو۔"

جنازہ کی نماز میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا الخ دعا پڑھی جاتی ہے اس کے بعد اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ پڑھے۔

(۷) اور ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان مرجائے اور اس کے جنازہ کی نماز ایسے چالیس آدمیوں نے پڑھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ مُردے کے حق میں اُن کی شفاعت قبول کرے گا۔"

(۸) اور ارشاد فرمایا کہ "جاہلیت کی چار چیزیں میری اُمت میں ایسی ہیں کہ جن کو میری امت چھوڑے گی نہیں"۔ وہ چار[1] یہ ہیں (۱) حسب و خاندان پر فخر (۲) نسب پر طعن و تشنیع (۳) ستاروں کے ذریعہ برسات طلب کرنا (۴) مُردوں پر نوحہ کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلاح فرمادی۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ بخل کی عادت کو دور کرکے سخاوت پیدا کرتی ہے جو کہ تہذیب نفس کے لئے تریاق ہے اور اسی پر باہمی حسن معاملہ، حسن سلوک اور اخلاقِ حسنہ کا دارومدار ہے۔ شہری سیاست اور نظام کی کفالت اسی زکوٰۃ و صدقات سے ہوتی ہے انہی باتوں کے پیش نظر شریعت نے زکوٰۃ کی مقدار اور اندازہ مقرر کردیا اور اس کے وصول کرنے کا طریقہ متعین کردیا گیا۔ نامی یعنی بڑھنے والے مال پر زکوٰۃ فرض کی گئی ہے اس کی تین قسمیں ہیں (۱) چوپائے (۲) زراعت (۳) تجارت۔ کسب و پیشوں پر محصول (ٹیکس) بھی ضروری ہے۔ جنس کی زکوٰۃ اسی جنس سے وصول کی جائے۔ دس بیس درہم پر زکوٰۃ نہیں۔ گھر کے مال و سامان پر بھی زکوٰۃ نہیں۔ غرض کہ ہر قسم کے ضوابط مقرر فرمادیئے گئے۔

---

[1] یہ چاروں باتیں فطرتِ بشری کے حد سے تجاوز کرنے سے پیدا ہوتی ہیں جس طرح حد سے زیادہ شہوت کا ہوجانا کیونکہ نفوس میں ایک قسم کی غیرت و عار ہے جو انساب میں عیاں ہوتی ہے۔ مُردے سے محبت آدمی کو رونے پیٹنے پر مجبور کرتی ہے اور ایک شگون ہے جس کے سبب خواہ مخواہ ستاروں سے بارش چاہتے ہیں۔ ان باتوں میں عرب و عجم کے لوگ برابر ہیں۔

سخاوت کی فضیلت اور بخل کی مذمت

اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ خرچ کرنے والے کے حق میں یہ دعا کرتا رہتا ہے "اے اللہ (تیری راہ میں) جو خرچ کرتا ہے اس کو بدلے میں اور دے" اور جو شخص بخیل ہے اس کے لئے دوسرا فرشتہ بددعا کرتا ہے "اے اللہ بخیل کا مال ضائع کر دے"

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "صدقہ پروردگار کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے"

(۲) اور ارشاد فرمایا کہ "جس نے مال کی زکوٰۃ نہ دی قیامت کے دن اس کا مال اقرع سانپ کی شکل میں آئے گا"

(۳) اور ارشاد فرمایا کہ "تم میں سے اگلے لوگوں کو بخل و حرص نے ہی ہلاک کیا ہے بخل و حرص ہی نے اُن کو خونریزی اور حرام چیزوں کو حلال کرنے پر آمادہ کر دیا"

(۴) اور ارشاد فرمایا کہ "بندے کے قلب میں بخل اور ایمان کبھی جمع نہیں ہو سکتے"

باب زکوٰۃ، صدقہ، بخل، سخاوت، نیز عدل، توکل، بدشگونی اور بدفالی سے اجتناب کرنا بھی اسی قسم کے ابواب میں داخل ہیں اور ہر ہر باب کے متعلق بے شمار مشہور احادیث مروی ہیں۔

مقدار زکوٰۃ

جس قسم کا مال ہو اسی قسم کی زکوٰۃ لی جائے۔ پانچ وسق کھجور (غلہ) پانچ اوقیہ چاندی اور پانچ اونٹ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ گھوڑے اور غلام پر زکوٰۃ نہیں لیکن اگر تجارت کے لئے ہیں تو زکوٰۃ حسب نصاب مقررہ فرض ہے۔ زیورات پر زکوٰۃ دی جائے یہی بہتر ہے۔

مصارف زکوٰۃ

(۱) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ زکوٰۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کیا جا سکتا ہے اور حج کرنے کے لئے بھی دیا جا سکتا ہے۔

(۲) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "زکوٰۃ لوگوں کا میل ہے اور یہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اُن کی آل کے لئے جائز نہیں ہے۔"

صدقہ وزکوٰۃ کے متعلق چند اہم امور

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو آدمی موت کے وقت صدقہ خیرات کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آدمی پیٹ بھر جانے کے بعد بچے ہوئے کھانے کی بخشش کرتا ہے۔"

(۲) اور ارشاد فرمایا کہ "دو آدمیوں کے درمیان عدل و انصاف کرنا صدقہ ہے اور اپنے چوپائے پر کسی کو سوار کر لینا صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا، تکبیر کہنا اور تسبیح کہنا صدقہ ہے۔"

روزوں کا بیان

قوت بہیمیہ اور شہوانی لذتوں کو توڑنے کا روزہ بہترین ذریعہ ہے جس سے قوت ملکیہ غالب آجاتی ہے۔ روزے کا اجتماعی عمل ہر ایک کو عمل کے لئے اُبھارتا ہے اور جری کر دیتا ہے جس سے یکجہتی پیدا ہوتی ہے۔ رمضان المبارک ہی میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اور لیلۃ القدر آتی ہے اور تراویح اور اعتکاف بھی ہوتا ہے۔ شوال کے چھ روزے، ہر مہینہ کے تین روزے، عاشورہ اور عرفہ کے دن کے روزے رکھنا وارد ہوا ہے۔

روزوں کی فضیلت

① رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "رمضان المبارک شروع ہوتے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔"

② اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور طلب ثواب کے ارادہ سے رکھتا ہے اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

③ اور ارشاد فرمایا کہ "ابن آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے نیکی کا ثواب دس مثل سے سات سو مثل تک کر دیا جاتا ہے۔"

④ اور ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے صرف میرے لئے روزہ رکھا میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ کیونکہ روزہ دار میرے ہی خاطر اپنی خواہش اور کھانے کو ترک کر دیتا ہے۔"

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ "روزہ دار کے لئے دو مسرتیں ہیں ایک افطار کے وقت دوسری پروردگار سے ملاقات کے وقت۔"

⑥ اور ارشاد فرمایا کہ "روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب اور خوشگوار ہے۔"

⑦ اور ارشاد فرمایا کہ "روزہ (جہنم کی آگ سے) ڈھال ہے۔"

⑧ اور ارشاد فرمایا کہ "روزہ دار کو کوئی برا کہے یا اس سے لڑے تو (روزہ دار کو) اس سے کہہ دینا چاہیئے کہ میں روزہ دار ہوں۔"

روزوں کے احکام

① نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور شوال کا دیکھ کر ختم کرو۔"

② اور ارشاد فرمایا کہ "جب شعبان کا مہینہ آدھا ہو جائے تو اس میں روزے نہ رکھو۔"

③ اور ارشاد فرمایا کہ "جس نے فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کی اس کا روزہ نہیں۔"

روزہ افطار کرتے وقت ان کلمات کا کہنا سنّت ہے ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ اور یہ الفاظ بھی وارد ہیں اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ ؁

④ اور ارشاد فرمایا کہ "جس شخص کے پاس ایسی سواری ہو کہ منزل مقصود تک آسانی سے پہنچا دے تو وہ جہاں رمضان پائے روزہ رکھے۔"

⑤ اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص مر گیا اور اس پر روزے واجب تھے تو اس کی جانب سے اس کا ولی روزے رکھے یا ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔"

روزوں سے متعلق چند ضروری مسائل

① حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "پس بیہودہ بات نہ کرے اور نہ شور وغل کرے پھر اگر کوئی شخص اسے بُرا کہے یا لڑے تو اس سے کہہ دے میں روزہ سے ہوں۔" گویا کہ شیطانی اور نفسانی افعال سے اجتناب کرے۔

② اور ارشاد فرمایا کہ "جو آدمی (روزہ میں) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ خوامخواہ بھوکا پیاسا رہے۔"

③ اور ارشاد فرمایا کہ "پچھنے لگانے اور لگوانے والا دونوں افطار کریں۔ لگوانے والا ضعف کی وجہ سے اور لگانے والا سینگی چوسنے سے (کیونکہ حلق کے اندر کسی چیز کے پہنچنے کے احتمال سے) امن میں نہ رہنے کی وجہ سے افطار کرے۔"

حج

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو آدمی اللہ تعالےٰ کے لئے حج کرے اور اس میں فضول باتیں اور فسق کے کام نہ کرے تو وہ اس روز کا سا ہوجاتا ہے جیسے کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔"

(۲) اور ارشاد فرمایا کہ "رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔"

(۳) اور ارشاد فرمایا کہ "جس شخص کے پاس زادراہ اور سواری موجود ہے جو اُسے بیت اللہ تک پہنچا سکتی ہے پھر بھی اُس نے حج نہ کیا تو کچھ بعید نہیں کہ وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے۔"

مناسک حج

مناسک چار ہیں۔ حجِ مفرد، عمرہ مفرد، حجِ تمتع اور حجِ قران۔ مکہ مکرمہ کے باشندوں اور باہر سے آنے والوں کے احکام حج مختلف ہیں۔ میقات۔ طواف قدوم۔ منیٰ۔ عرفات۔ مزدلفہ۔ رمی جمار۔ طواف اضافہ (طواف زیارت)۔ صفا و مروہ (سعی) قربانی۔ حلق۔ حل۔ حرم۔ طواف وداع۔ بطن وادی۔ بطن محسر۔ مشعر الحرام۔ واپسی مقام ابطح ان سب مناسک اور مقامات کے الگ الگ احکام ہیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع

یوم ترویہ یعنی آٹھویں تاریخ منیٰ کو روانگی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو بات مجھے بعد میں جاکر معلوم ہوئی پہلے معلوم ہوجاتی تو میں ہدی یعنی قربانی کا جانور نہ روانہ کرتا اور اس کو میں عمرہ کر دیتا۔ لہٰذا جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حلال ہوجائے اور عمرہ کرلے۔ کسی نے پوچھا یہ حکم صرف اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔"

ذوالحلیفہ میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا وضع حمل ہوا تو حکم دیا کہ غسل کر لو اور سترِ گاہ پر پٹی باندھ لو اور احرام باندھ لو۔
بطن وادی میں خطبہ پڑھا اس میں اُن امور کو بیان فرمایا جن کی لوگوں کو ضرورت تھی اور ان کے معلوم کئے بغیر چارہ نہیں تھا۔

حج کے متعلق کچھ اور مسائل

۱ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حجر اسود جنت سے اترا ہوا پتھر ہے یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا پھر بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے"
۲ اور ارشاد فرمایا کہ "اللہ کی قسم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حجر اسود کو ایسی شان سے اُٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور جس نے اسے لوجہ اللہ بوسہ دیا ہے اس کی گواہی دیگا۔"
(۳) اور ارشاد فرمایا کہ "بہترین دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور بہتر بات جو میں نے اور مجھ سے قبل انبیاء کرام (علیہم السلام) نے کہی وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ہے۔"
اگر کوئی شخص حج کرنے سے قاصر ہو تب بھی اس کو ہدی یعنی قربانی کا جانور وہاں بھیجنا سُنّت ہے۔
کچھ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر کسی نے قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا دیا۔ یا رمی جمار سے قبل کسی نے قربانی کا جانور ذبح کر دیا۔ یا شام ہونے کے بعد کسی نے رمی جمار کی یا طواف الافاضہ سے پہلے سر منڈا دیا تو کیا حکم ہے۔ ان تمام مسائل کے جواب میں آپ نے فرمایا "لَاحَرَجَ" اور ان کے لئے آپ نے کسی قسم کا کفارہ وغیرہ دینے کا بھی حکم نہیں دیا۔ اور ظاہر ہے کہ بیان کے موقعہ پر سکوت کرنا یہ بھی ایک قسم کا بیان ہے۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ استحباب کے بیان کے لئے لاحرج سے بھی کوئی زیادہ صریح

اور واضح لفظ ہو سکتا ہے۔

احسان

محاسن اخلاق اور نیکیوں کا بیان

تعمیر احسان کے چار اساسی اصول

اعمال نفسانیہ پر ثواب و عذاب انسان کو ملتا ہے اس قسم کے اعمال کی بنا اقتصاد اور میانہ روی پر ہونی چاہیئے۔ اور اس طرح بھی کہ انسانی نفوس کی تربیت اور اصلاح ہوتی ہو اسی کو علم احسان (یا تصوف) کہتے ہیں۔ اعمال میں بسا اوقات ریا، سمعہ، نمائش اور عادت کو دخل ہوتا ہے یا اس میں عُجب و غرور اور احسان جتانا اور احسان جتا کر کسی کو تکلیف و ایذا پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ جو صرف فرائض تک اپنے اعمال محدود رکھتا ہے وہ زکی نہیں ہے۔

نفسانی کیفیت کے اعتبار سے انسان اپنے نفس کا خود طبیب ہوتا ہے اور وہ اپنی طبیعت کے موافق اپنے نفس پر حکومت کرتا ہے اور جو شخص اپنے نفس کی اصلاح کے ذرائع اور وسائل سے بے خبر ہے اُس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو رات کے اندھیرے میں لکڑیاں چنتا پھرتا ہے۔

اس فن طلب اخلاق کے اصول چار ہیں :۔

(۱) طہارت (۲) اخبات یعنی تواضع اور انکساری (۳) سماحت اور (۴) عدالت۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "احسان و نیکی یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اُسے نہیں دیکھتے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

(۱) روحِ طہارت (غسل و وضو وغیرہ) یہ ہے کہ پراگندہ خیالی، قلق و اضطراب قلب کی تشویش اور انتشار افکار کا قلع قمع کر دیا جائے جس سے عجز و انکساری پیدا ہو۔

② روحِ صلوٰۃ یہ ہے کہ حضورِ الٰہی اور اس کی کبریائی اور اس کی محبت اور عظمت دل میں موجود ہو۔ مثلاً جب بندہ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا جاتا ہے کہ "بندہ نے میری حمد کی، میری ثنا کی، میری بزرگی بیان کی، میرے اور میرے بندے کے مابین یہ مشترک ہے اور جو میرا بندہ مانگے اس کے لئے موجود ہے، یہ میرے بندے کے لئے ہے اور یہ میرا بندہ جو مانگے موجود ہے۔"

③ روحِ تلاوت یہ ہے کہ پورے احترام و تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جناب میں متوجہ ہو اور اس کے احکام اور اوامر کی اطاعت کا شعور پیدا کرے اور غور و تدبر کرے۔

④ روحِ ذکر یہ ہے کہ پوری توجہ سے بندہ عالم جبروت کی طرف متوجہ ہو جائے اور استغراق سے رجوع کرے۔ طریقہ یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ جواب سننے کی کوشش کرے "ہاں ہاں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں بہت ہی بڑا ہوں۔ اس کے بعد کہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بارگاہِ الٰہی سے یہ جواب سننے کی کوشش کرے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَاشَرِیْكَ لِیْ میرے سوا کوئی معبود نہیں میں اکیلا ہی ہوں میرا کوئی شریک نہیں۔ استغراق و محویت بڑھاتے جایئے تاآنکہ سارے حجابات ٹوٹ جائیں۔

⑤ روحِ دُعا یہ ہے کہ اس بات کا خیال کرے کہ ہر چیز سے روکنا اور ہر چیز کی قدرت دینا اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے اپنے آپ کو ایسا سمجھے جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھ میں۔ مناجات اور دُعا کی لذت اس کو حاصل ہو۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے یارب! یارب کہتا جائے اس سے دنیا و آخرت کی خیر و بہبود طلب کرے۔ مصائب اور آفات سے پناہ مانگے اور خوب گڑگڑائے

تہجد گذار ہو، دنیاوی مشاغل سے فارغ القلب ہو۔ بے پرواہ نہ رہے۔ نیز پاخانہ اور پیشاب کی بھی اُسے حاجت نہ ہو، بھوکا بھی نہ ہو، غیض وغضب اور غصہ سے بھی فارغ ہو۔ اگر پھر بھی حضورِ قلب حاصل نہ ہو تو چاہیئے کہ روزے رکھے دو دو ماہ تک، ورنہ نکاح کرے لیکن لذات اور اختلاط میں منہمک نہ ہو صرف بطور دوا کے نکاح کو کام میں لائے فساد تک نہ پہنچے اور اگر معاشی مشغولیت ہو تو چاہیئے کہ عبادات کی مشغولیت اس میں شامل کرلے (بلکہ حاوی کرلے۔ راقم) اگر خیالات دماغ کو تشویشناک حد تک پراگندہ کر رہے ہوں تو اُسے چاہیئے کہ لوگوں سے کنارہ کش ہوکر گوشہ نشین ہو جائے اور سوتے جاگتے دل میں اور زبان پر ذکر الٰہی جاری رہے۔

سماحت نفس یعنی وہ نفس جو قوت بہیمیہ کا مطیع نہ ہو ورنہ یہی چیز موجب رنج والم بن جاتی ہے۔ یہ خلق سماحت جب خواہش شکم وشہوت فرج کے مقابلہ میں آتا ہے تو عفت کہلاتا ہے اور جب دنیاوی الجھاؤ اور عیش پرستی کے مقابلہ میں آتا ہے تو جد وجہد کہلاتا ہے اور جب اضطراب وبے چینی کو مغلوب کرلیتا ہے تو اسی کو صبر کہتے ہیں اور جب مخالفت شرع کے اعتبار سے ہوتا ہے تو اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ صوفیاء کرام اس کو قطع تعلق۔ فنا یا حریت نفس سے تعبیر کرتے ہیں اس کا بہترین طریقہ اپنے کو ذکر الٰہی میں ہمہ تن مصروف رکھے۔

اصولی اخلاق میں چوتھا خلق "عدالت" ہے یعنی ملکی سیاست میں عادلانہ نظام جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جس کے ذریعے فاسد رسومات کو ختم کرکے شرائع حقہ کو مقبول بنایا جاتا ہے۔ اب جو بھی اس عدالت کی پیروی کرتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ آسمان وزمین میں مقبولیت عطا فرمادیتے ہیں اور جو شخص مفسدانہ کام کرتا ہے اس پر غضب الٰہی اور فرشتوں کی لعنت ہوتی ہے۔

جب یہ خلق عدالت باعتبار رہن سہن ہوتا ہے تو اُسے "ادب" کہتے ہیں اور جب باعتبار مال ودولت ہوتا ہے تو کفایت شعاری (اقتصادیات) کہتے ہیں اور

جب تدبیرِ منزل اور نظامِ خانگی کے اعتبار سے ہوتا ہے تو اُسے حُرّیت اور آزادی کہتے ہیں اور جب ملکی اور شہری نظام و تدبیر کے اعتبار سے ہوتا ہے تو اُسے سیاست کہتے ہیں اور جب بھائی چارگی، میل جول، محبت و وفاداری کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اسے مجلسی اخلاق یا حُسنِ معاشرہ کہتے ہیں۔

سماحت (یعنی قوتِ بہیمیہ کو قابو میں رکھنا) قلب کے (اللہ کے غیر سے) تجرد کی خواستگار ہوتی ہے کہ دنیا والوں کو بی بی بچوں کو چھوڑ چھاڑ کر دُور نکل جاتے ہیں اور خلقِ عدالت والے اکثر دنیا میں بیوی بچوں میں محو ہوتے ہیں کہ ذکرِ الٰہی کو بھی یکسر فراموش کر جاتے ہیں لیکن انبیاء کرام علیہم السّلام کا دستور ان دونوں قسم کی مصلحتوں کی رعایت کرنے کا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے اذکار اور اوراد و وظائف کی تعلیم دی ہے کہ اگر اُن پر مداومت کی جائے تو نیازمندی، عجز و تواضع اور تضرع و زاری کے لئے بہت مفید ہے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے صبر و رضا اتفاق اور خیرات کا بھی حکم دیا ہے اور موت کو یاد کرنے کی بھی ترغیب دی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ترغیب دی کہ وہ جلالِ الٰہی اور اس کی قدرت و قوت، عظمت اور جلال پر غور اور تدبر کیا کریں تاکہ اُن کے اندر خلقِ سماحت پیدا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مریض کی تیمارداری، عیادت۔ لوگوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی، حُدود الٰہیہ کی پابندی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا عام حکم فرمایا تاکہ لوگوں میں خلقِ عدالت پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی جانب سے جزاءِ خیر عطا فرمائے۔

یہ ہیں "احسان" کے اصول۔

اذکار و اوراد

تعمیرِ احسان کے لئے جو اذکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائے

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں

جو تمام اعمال سے افضل ہو؟ اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ ہو اور تمہارے درجات بہت بلند کرنے والا ہو اور سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہو اور اس سے بھی بہتر ہو کہ تم اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں جنگ کرو تم اُن کی گردنیں اُڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور بتلائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر مقام و ہر حال کے مناسب ذکر مسنون بتلا دیا جس سے ذکر کا رنگ اور تاثیر حاصل ہوتی ہے۔ ایسے اذکار دس قسم کے ہیں۔ جداگانہ ذکر سے غفلت دور ہوتی ہے۔ پہلا ذکر ① سُبْحَانَ اللّٰهِ ② دوسرا ذکر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ③ تیسرا ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ④ چوتھا ذکر اَللّٰهُ اَكْبَرُ ⑤ پانچواں ذکر دعا، استغفار اور استعاذہ۔ اس باب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو جامع ذکر اور دعا مروی ہے وہ یہ ہے:-

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيْ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ وَ اَصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِيْ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَ ارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَ ارْزُقْنِيْ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا	اے اللہ! میرا دین سنوار دے اور میرے تمام کاموں کی حفاظت فرما اور میری دنیا بھی سنوار دے جس میں میری گذر بسر ہے اور میری آخرت بھی سنوار دے جس کی طرف مجھ کو لوٹ کر جانا ہے اور میری زندگی کو ہر خیر کی زیادتی کا سبب بنا دے اور موت کو میرے لئے ہر بُرائی سے راحت کا سبب بنا دے۔ اے اللہ میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ اور گناہوں سے بچاؤ اور استغنا مانگتا ہوں۔ اے اللہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت عطا فرما مجھے سلامتی دے اور مجھے روزی دے۔ اے اللہ اے ہمارے رب! تو ہم کو دنیا میں بھلائی

حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ
قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبِّ اَعِنِّيْ وَلَا
تُعِنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِيْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ
وَامْكُرْ لِيْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَ
اهْدِنِيْ وَيَسِّرِ الْهُدٰى لِيْ وَ
انْصُرْنِيْ مَنْ بَغٰى عَلَيَّ رَبِّ
اجْعَلْنِيْ لَكَ شَاكِرًا لَّكَ
رَهَّابًا لَّكَ مِطْرَاعًا لَّكَ
مُخْبِتًا اِلَيْكَ اَوَّاهًا مُّنِيْبًا
رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَ
اغْسِلْ حَوْبَتِيْ اَجِبْ دَعْوَتِيْ
وَثَبِّتْ حُجَّتِيْ وَسَدِّدْ
لِسَانِيْ وَاهْدِ قَلْبِيْ
وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ صَدْرِيْ
اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ
وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِيْ
حُبُّهٗ عِنْدَكَ اَللّٰهُمَّ
مَا رَزَقْتَنِيْ مِمَّا اُحِبُّ
فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّيْ فِيْمَا
تُحِبُّ اَللّٰهُمَّ مَا زَوَيْتَ
عَنِّيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ
فَرَاغًا لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ
اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ

اور آخرت میں بھلائی دے اور ہم کو دوزخ
کے عذاب سے بچا۔ اے پروردگار! میری مدد
کر میری خود آزاری پر میری مدد کیجئے اور
میرے نفس پر مجھے غلبہ دیجئے مجھ پر کسی کو غالب
نہ فرمائیے مجھ پر کسی کا داؤ نہ چلنے دیجئے اور
مجھے ہدایت دیجئے اور ہدایت میرے لئے آسان
کر دیجئے اور جو مجھ پر ظلم کرے تو آپ میری مدد
فرمائیے۔ اے رب! تو مجھ کو اپنا شکر کرنے والا
ذکر کرنے والا ڈرنے والا حکم ماننے والا گڑگڑانے
والا عاجزی کرنے والا رجوع کرنے والا بندہ
بنا دے۔ اے رب! تو میری توبہ قبول کر اور
میرے گناہ دھو دے اور میری دعا قبول فرما
اور میری دلیل و حجت کو مضبوط اور ثابت
فرما اور میری زبان کو سیدھی سادی رکھئے
میرے دل کو ہدایت سے منور فرما اور میرے
سینہ سے کینہ نکال دے۔ اے اللہ مجھ کو اپنی
محبت دے اور ان کی محبت دے جن کی محبت
مجھے تیرے نزدیک نفع بخش ہو۔ اے اللہ اجب
تو نے مجھے میری محبوب چیز سے نوازا ہے تو اُسے
میری تقویت کا سبب بھی بنا دے اور اے
اللہ! اگر آپ نے میری محبوب چیز کو رد فرما
دیا تو مجھے آپ اپنی محبت کی خاطر جمعی کا
بنا دیجئے۔ اے اللہ! تو مجھے اپنا خوف نصیب

مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ	فرما جو مجھے گناہوں سے روک دے اور اے
مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ	اللہ ہم کو فرمانبرداری کی توفیق عطا فرما
مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَ	جو ہم کو آپ کی جنت میں پہنچا دے اور
مِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنَ	تو ایسا یقین نصیب فرما جس سے دنیا کی
بِهٖ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا	مصیبتیں ہم پر آسان ہو جائیں اور جب
وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا	تک تو ہم کو زندہ رکھے ہمارے کان ہماری
وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ	آنکھ اور ہماری قوتیں ہماری وارث ہیں
الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی	نفع پہنچاتی رہیں اور ہم کو خشمگیں بنا دے
مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰی	ان پر جو ہم پر ظلم کرے اور ہمارے دشمنوں پر
مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ	ہماری مدد فرما اور ہماری مصیبت کو ہمارے
مُصِيْبَتَنَا فِیْ دِيْنِنَا وَلَا	دین میں خلل انداز نہ ہونے دے اور دنیا کو
تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا	ہمارے لئے بڑے غم کی چیز نہ بننے دے اور نہ
مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ	ہمارے علم کے لئے اور اے اللہ! تو ہم پر
لَّا يَرْحَمُنَا ؕ	اس کو مُسلّط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔

اسی طرح استعاذہ یعنی بارگاہِ الٰہی میں پناہ مانگنے کے لئے مسنون دعا:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ جُهْدِ	اے اللہ میں بلا کی مشقت سے تیری پناہ
الْبَلَاۤءِ وَدَرْكِ الشَّقَاۤءِ وَ	چاہتا ہوں۔ اور پناہ چاہتا ہوں بدبختی سے
سُوْٓءِ الْقَضَاۤءِ وَشَمَاتَةِ	اور میرے فیصلے سے اور دشمنوں کی بداندیشی
الْاَعْدَاۤءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ	سے۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں
مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ	تفکرات اور غم سے اور ناتوانی اور سستی
وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَ	سے اور نامردی اور بخل سے اور قرض کے
ضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ	بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ سے۔ اے اللہ
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ	میں تیری پناہ چاہتا ہوں کاہلی، پست ہمتی

وَالْهَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَاْثَمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَا وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَ نَقِّ قَلْبِیْ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِیْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا وَ زَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلٰهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ

اور بڑھاپے سے اور قرض سے اور گناہوں سے ۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب دوزخ اور فتنہ قبر اور عذاب قبر سے اور مالداری کے شر کے فتنہ سے اور فقر کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ کے شر سے ۔ اے اللہ میرے گناہوں کو پانی برف اور اولوں سے دھو دے اور میرے قلب کو اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے اور مجھ میں اور میرے گناہوں میں اس قدر دوری کر دے جس قدر تو نے مشرق اور مغرب میں دوری کر دی ہے ۔ اے اللہ! تو میرے نفس کو تقویٰ و پرہیزگاری عطا فرما اور اس کو پاک کر دے تو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا مالک اور پروردگار ہے ۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اُس علم سے جو نفع نہ دے اور اس قلب سے جو تجھ سے نہ ڈرے اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو مقبول نہ ہو ۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے زوال سے اور تیری عطا کی ہوئی عافیت کے رد ہو جانے سے اور تیرے ناگہانی عتاب سے اور تیرے

مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ ۔

ہر قسم کے غصہ سے۔ اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں تجھ سے فقر سے اور کمی سے اور ذلّت سے اور پناہ چاہتا ہوں تجھ سے اس بات سے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے۔

(۶) چھٹا ذکر جس میں خشوع و خضوع اور عجز و نیاز کا اظہار نمایاں ہوتا ہے اور جلال و عظمت الٰہی قوائے انسانی میں لبریز ہو جاتا ہے۔ اور آخرت کے شر سے محفوظ رہنے کی والہانہ درخواست ہوتی ہے اسی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

(۱) "دعا ہی اصل عبادت ہے۔"

(۲) اور ارشاد فرمایا کہ "تم میں سے کوئی دعا کرے تو اس طرح نہ کرے کہ اے اللہ! تو چاہے تو میری مغفرت کر، تو چاہے تو مجھ پر رحم کر، تو چاہے تو مجھے رزق دے بلکہ پورے عزم اور یقین کے ساتھ مانگے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے اس پر کوئی جبر کرنے والا نہیں۔"

(۳) اور ارشاد فرمایا کہ "قضا کو رد نہیں کر سکتا سوائے دعا کے۔"

(۴) اور ارشاد فرمایا کہ "دعا ان امور میں بھی نفع دیتی ہے جو اُتر چکے ہیں اور اُن میں بھی جو نہیں اُترے۔"

(۵) اور ارشاد فرمایا کہ "جس کو یہ محبوب ہو کہ سختیوں کے وقت اس کی دعا قبول ہو تو اُسے چاہیئے کہ فراخی کے وقت کثرت سے دُعا کرے۔"

اب رہی یہ بات کہ دعا کے وقت ہاتھ اُٹھانے اور دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیرنے کا حکم کیوں دیا گیا۔ تو اس میں راز یہ ہے کہ یہ رغبت اور توجہ کی ایک صورت ہے کیفیت نفس اور کیفیت جسم میں مناسبت اور ہم نوائی کا ایک بہترین مظاہرہ ہے۔ نیز اس سے نفس کو تنبیہ اور آگاہی بھی ہو جاتی ہے۔

اور ارشاد فرمایا کہ "جس کے لئے دعا کا ایک دروازہ کھولا گیا اس کے لئے رحمت کے تمام دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں"۔ یعنی زندگی میں نصرت اور مرنے کے بعد آسانی کا معاملہ کیا جاتا ہے۔

[صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اس کیفیت کو "مشہد" کہتے ہیں جو انعامات الٰہی پر غور و فکر و تامل کرنے سے پیدا ہوتی ہے]

قبولیت دعا کے مواقع اور اوقات مثلاً نماز کے بعد، روزہ افطار کے وقت عرفہ کا دن اور عرفات کی دُعا یا خود دعا کرنے والے کی مخصوص حالت مثلاً مظلوم کی بددعا، مریض کی دعا یا مصیبت زدہ کی دعا، غائبانہ دعا، ماں باپ کی دعا یا پھر روحانیت عام ہو مثلاً شب قدر کی دعا، مکہ مکرمہ کی دعا وغیرہ۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ گناہ یا قطعہ رحمی کی دعا نہ کرے اور مقبولیت میں جلد بازی نہ کرے"۔

⑦ ساتواں ذکر توکل۔ یعنی کامل اعتماد اور یقین کے ساتھ نفس اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔

① مسنون ذکر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ؕ

② بِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اَحُوْلُ (یعنی تیری مدد ہی سے ہم حملہ کرتے ہیں اور تیری ہی مدد سے ہم واپس ہوتے ہیں)۔

③ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ ؕ

④ اِعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؕ

⑤ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ

⑧ آٹھواں ذکر استغفار ہے۔ گناہوں کو پیش نظر رکھ کر رحمتِ الٰہی کے ذریعہ توبہ کرکے مغفرت طلب کرے۔ اس طرح:-

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ وَمَا اَنْتَ

اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ ؕ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ جِدِّیْ وَھَزْلِیْ وَخَطَائِیْ وَعَمْدِیْ وَکُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ

اور سیدالاستغفار یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ وَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ ؕ

(۹) نوواں ذکر۔ اللہ تعالیٰ کے مخصوص نام اور ان کے مخفی راز سے برکت حاصل کی جائے مثلاً اسماء الحسنیٰ (۹۹ نام)۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ نام ہیں یعنی سو میں سے ایک کم جو شخص ان کو یاد کرلے گا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا۔"

جس ذکر پر اسم اعظم کے معنی صادق آتے ہیں وہ یہ ہے:۔

(۱) اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ؕ

اور اس ذکر پر بھی صادق آتے ہیں:۔

(۲) لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ؕ

یا انہی معنوں کے جو بھی اذکار ہوں ان سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

دسواں ذکر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا۔"

نیز ارشاد فرمایا کہ "سب سے میرے قریب قیامت کے دن وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھتا ہو۔"

میں کہتا ہوں "ملاء اعلیٰ" کے اکابرین زمین پر رہنے والوں اور وجود الٰہی کے درمیان ذریعہ اور وسیلہ ہیں (اور سب سے بہترین اور افضل ترین وسیلہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ناقل)۔

لیکن یہ بھی واضح رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میری قبر کی زیارت کو تم میلہ گاہ نہ بنانا۔"

اوقات کا تعین نہ کیا جائے تو سالک اور ذاکر کاہلی کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ مقرر کئے ہوئے وقت میں ذکر صیقل اور تریاق کا کام دیتا ہے بغیر اس کے عبادت اور بندگی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اسی لئے ہر ہر موقعہ کی حسب حال دعائیں مسنون وارد ہوئی ہیں اور بشارتیں دی گئی ہیں مثلاً طوفان باد و باران اور ظلمت و آندھی، سورج گرہن، سفر اور سواری کی دعائیں۔ صبح و شام، وقت خواب و بیداری کی دعائیں۔ پھر سید الاستغفار پڑھے پھر تسبیح فاطمہ پڑھے پھر تینوں قل پڑھے ہاتھ پر دم کرکے جسم پر پھیرے اور آیۃ الکرسی پڑھے۔ جو شادی کرے یا غلام خریدے تو یہ پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْھَا ؕ

اسی طرح ہمبستری کی، بیت الخلاء کی، مصیبت کے وقت کی، غصہ کے وقت کی، مرغ کی آواز کی، گدھے کے چلانے کی، منزل پر اترنے کی دعائیں ہیں کفار کے حق میں بددعا بھی ہے۔ مہمانداری کی، چاند دیکھ کر، بازار میں جانے کی، مجلس سے اٹھنے کی، کسی کو رخصت کرنے کی، گھر سے نکلنے کی، گھر میں داخل ہونے کی، قرض کے ادائیگی کی، نیا کپڑا پہننے کی، دستر خواں اٹھاتے وقت کی مسجد میں داخلے اور نکلنے کی، بجلی کی کڑک کی، آندھی و طوفان کی، چھینک آنے کی دعائیں جواب دینے کی دعا۔ سو کر اٹھنے کی، اذان کی دعائیں۔

بقیہ مباحث احسان

مذکورہ بالا چار اساسی اصول کے اکتساب کا طریقہ

① طہارت ② نماز ③ تلاوت ④ ذکر۔

فکر و تدبر کے ذریعہ۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایک ساعت کا فکر و تدبر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے"

اس کے حصول کے چند طریقے ہیں :-

① پہلا طریقہ۔ ذات الٰہی پر فکر و تدبر۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا آپ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے انعامات پر فکر و تدبر کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں فکر و تدبر نہ کرو"

② دوسرا طریقہ صفات الٰہیہ پر فکر و تدبر کرنا ہے اسی کو مراقبہ کہتے ہیں مثلاً وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ؕ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ تعالیٰ سب سے واقف ہے۔ کوئی کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ہوتا ہے۔ یا۔ ہم بندہ کی شہ رگ سے بھی قریب ہیں۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ۔ یا وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ۔ یا۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ نفع اور نقصان سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے صرف ایک حصہ زمین پر اُتارا گیا ہے"

اگر ہجوم افکار کی وجہ سے کوئی شخص غور و فکر سے عاجز و قاصر ہو تو وہ کسی ایک آیت کو بار بار پڑھتا رہے اور اس پر غور و فکر کرتا رہے اور اس کے لئے ایسا وقت اختیار کرے کہ بول و براز اور بھوک و پیاس کی حاجت نہ ہو، اس پر غصہ طاری نہ ہو، نیند اور غنودگی سوار نہ ہو۔

③ تیسرا طریقہ ۔ اللہ تعالیٰ کی صناعی پر غور و فکر کرے۔
④ چوتھا طریقہ ۔ تاریخ ایام اور اُمم پر غور کرے اس سے نفس دنیا کی الجھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔
⑤ پانچواں طریقہ ۔ موت اور موت کے بعد پیش آنے والی زندگی پر غور و فکر کرے اور اس کے لئے پہلے دنیا سے قطع تعلقی پر غور و فکر کرے کہ اکیلا دنیا سے جائے گا صرف نیکی اور بدی ساتھ جائے گی۔ اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم عطا کیا گیا ہے اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث موجود ہیں۔

قرآن مجید کی تلاوت کی طرح طرح کی تشبیہات اور مثالیں ہیں مثلاً بڑی کوہان والی اونٹنی کا اجر، فرشتوں سے تشبیہ اور ہر ہر حرف کے ثواب کی اطلاع اور ترنج، خرما، کھجور، حنظل اور ریحان کی مثال دے کر تلاوت کرنے والوں کے مراتب بتلائے۔ مثلاً آیۃ الکرسی، سورۂ حشر کی آخری آیات اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا درجہ قرآن مجید میں ایسا ہے جیسا اسمائے الٰہی میں اسم اعظم کا درجہ۔ اور سورۂ فاتحہ کا درجہ سورتوں میں ایسا ہے جیسا تمام عبادات میں فرائض کا درجہ ہے۔ سورۂ یٰسٓ قرآن کا دل ہے توکل اور تفویض کا اس میں ذکر ہے ذرا اس آیت پر غور تو کیجئے وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اسی (معبود) کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے)۔

معلوم کرنا چاہیئے کہ عمل کی روح نیت ہے عبادت اس کا بدن ہے بغیر روح کے بدن کی حیات نہیں ہوتی اور بدن سے جدائی کے بعد بھی روح زندہ رہتی ہے۔ نیت سے مراد وہ معنی ہیں جو انسان کو عمل پر آمادہ کرتی ہے۔ اسی لئے ریا اور سمعہ وغیرہ کو ممنوع قرار دیا گیا۔ البتہ وہ حدیث یہاں سامنے آتی ہے جو حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے "کہا گیا یا رسول اللہ! کوئی آدمی اچھا عمل کرتا ہے اور

لوگ اس عمل کی وجہ سے اس کی تعریف کرتے ہیں (تو اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟) آپ نے فرمایا یہ مومن کے حق میں دنیا ہی میں خوشخبری ہے۔ یعنی نیت اور عمل تو اللہ ہی کے لئے تھے۔

خلق سماحت اور خلق عدالت وغیرہ سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "تم میں سے بہترین آدمی وہ ہیں جن کے اخلاق بہتر ہوں" اور ظاہر ہے کہ حسن اخلاق جود و سخاوت۔ ظلم وجور پر درگذر اور عفو کرنے۔ تواضع اور انکساری، ترک حسد و کینہ اور ترک غیظ و غضب اور غصہ وغیرہ پر مشتمل ہے اور یہ بھی حسن اخلاق ہے کہ لوگوں سے محبت و مودت، صلہ رحمی اور خوش خلقی سے پیش آئے اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی اور ہمدردی کی جائے یہ عین رحمت الٰہی ہے شریعت ہے۔

زبان کی آفتیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لوگوں کو منہ کے بل گرانے والی چیز زبان کی لغزشوں کے سوا کوئی نہیں ہے"

بسیار گوئی ذکر الٰہی سے غافل کر دیتی ہے۔ غیبت اور فضول گوئی قرابت اور رشتہ داری کو ختم کر دیتی ہے۔ اور انسان زبان سے جو کچھ بولتا ہے قلب اس کا رنگ اور اثر قبول کر لیتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اور اعضاء کے مقابلہ میں زبان پر زیادہ بحث کی ہے۔ زبان لوگوں میں فتنہ و فساد بھڑکا دیتی ہے اور نفس کو بہیمیت پر مشتعل کرتی ہے۔ اور ملت اور دین کو نقصان پہنچنے کا سبب ہوتی ہے اور گھروں میں بے برکتی لاتی ہے۔

زہد۔ نفس کو کھانے پینے، لباس اور عورتوں کی حرص میں پھنس جانے اور گندے جذبات سے پاک کرنے کا نام "زہد" ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دنیا میں زہد اس کا نام نہیں ہے کہ حلال کو حرام کر دیا جائے اور نہ مال کو ضائع کرنے کا نام ہے بلکہ زہد یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہونے سے زیادہ سمجھے اور مصیبت میں تمہارا یہ حال

کہ مصیبت کے اجر کی تمہارے اندر ایسی خواہش اور رغبت ہو کہ یہ مصیبت اور باقی رہے تو اچھا"

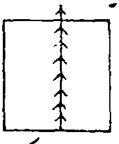
اور ارشاد فرمایا کہ "ابن آدم کو ان چیزوں سے زیادہ کا حق نہیں رہنے کو گھر ہو، ستر پوشی کے لئے کپڑا ہو اور روٹی پانی کے لئے برتن ہو"

اور ارشاد فرمایا کہ "ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جن سے وہ اپنی کمر سیدھی رکھ سکے

قناعت۔ حرص کے چھوڑنے کا نام قناعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو ترک کرنے کا نام قناعت نہیں ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "غنا مال و متاع کی فراوانی کا نام نہیں ہے بلکہ غنا وہ ہے جو دل کا غنی ہو"

جود و سخاوت۔ مال خرچ کرنے میں رنج و غم اور بوجھ محسوس نہ کرے اسی کا نام سخاوت ہے۔ مال فی نفسہ برا نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ضرورت سے زائد جو چیز ہو دوسروں کو دیدو جس کے پاس وہ چیز نہیں ہے اس سے تمام اخلاق حسنہ مجتمع ہو جاتے ہیں۔

قصر امل۔ یعنی لمبی اُمیدوں کو مختصر کرنا ہے۔ اکثر انسان موت کا نام سننا گوارا نہیں کرتا۔ لیکن اگر اسی دنیا کی محبت میں وہ مرجاتا ہے تو ایک عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اُس کی عمر چھین لی گئی حالانکہ عمر کا زیادہ ہونا بالذات بُری چیز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی یہ بھی ایک نعمت ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک پردیسی یا جیسے ایک رہگذار رہتا ہے"



ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع شکل اس طرح بنائی درمیان میں ایک خط کھینچا اس کو باہر نکالا پھر اس درمیانی خط کے ساتھ چھوٹے چھوٹے خط ملائے مگر اتنا جتنا وہ مربع اندر تھا پھر بیچ خط کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ انسان ہے اور مربع کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ اس کی موت ہے جو اس کو گھیر رہی ہے اور جو (درمیانی خط) باہر نکلا ہوا ہے یہ

اس کی آرزو نہ ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے (خطوط ۸۸) اس کے عوارض (اور اس کے حوادث) ہیں (جو ساری زندگی ایک بعد دوسرا رونما ہوتے رہتے ہیں) اگر یہ اس حادثہ سے بچ جاتا ہے تو یہ پہنچ جاتا ہے اور بچ جاتا ہے۔

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اور موت سے پہلے موت کی دعا نہ کرے کیونکہ وہ مرجائے گا تو اس کا عمل منقطع ہو جائے گا"

تواضع۔ یعنی کبر و خود ستائی سے انسان اپنے نفس کو روکے اور لوگوں کو حقیر نہ سمجھے ورنہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اہل دوزخ ہر وہ آدمی ہے جو سخت ظالم اور متکبر ہو۔

حلم و بردباری۔ یعنی انسان خوانخواہ غیظ و غضب کے پیچھے نہ پڑے جب تک کہ کوئی مصلحت نہ دیکھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص رفق و نرمی سے محروم ہے وہ ہر خیر و بھلائی سے محروم ہے"

اور ارشاد فرمایا کہ "بہادر آدمی وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر آدمی وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے"

صبر۔ صبر کی حقیقت یہ ہے کہ حوادث زمانہ، شہوت و تکبر، لڑائی جھگڑا، تعلقاتِ محبت توڑنے والے جذبات سے متاثر نہ ہو۔ مختلف جذبات کی وجہ سے صبر کے بھی مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "صبر کرنے والوں کو بلا حساب اجر دیا جائے گا"

اخلاق حسنہ و رحمدلی۔ گھر والوں کے ساتھ محبت کا برتاؤ، مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف قسم کے برتاؤ کرنا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمانوں کو سلامتی ملے"

اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا۔

اور فرمایا کہ "جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے گا اللہ تعالےٰ

قیامت کے دن اس کی مصیبت دور کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "سفارش کیا کرو تمہیں اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے وہی بات کہلواتا ہے جو پسندیدہ ہوتی ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص معذور اور مسکین کی حاجت روائی میں کوشش کرے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتے رہو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر کی ہے اگر تم اُسے سیدھا کرنا چاہو گے تو تم اُسے توڑ دو گے۔"

اور فرمایا کہ "جب کسی آدمی نے اپنی بیوی کو بستر پر بلایا اور وہ نہیں آئی اور وہ غصہ کی حالت میں سو گیا تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "سب سے زیادہ اجر اس دینار کا ہے جو تم اپنے اہل پر خرچ کرو۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ پہنچائے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کے بعد اس کا ذکر خیر باقی رہے تو اُسے چاہیئے کہ صلہ رحمی کرتا رہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "لوگوں کو اپنے اپنے مرتبہ میں رکھو۔"

مقامات واحوال

احسان کے ثمرات ونتائج

پہلا مقدمہ

احسان (سلوک) سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں اُسی کو مقامات واحوال کہتے

ہیں۔ انسان کے اندر تین لطیفے ہیں ① عقل ② قلب ③ نفس (یعنی دماغ دل اور شہوت)۔

عقل۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے عقل کو پیدا کیا اور فرمایا آگے آؤ، وہ آگے بڑھی۔ پھر اس سے کہا پیچھے ہٹو، وہ پیچھے ہٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرے ہی ذریعہ میں باز پرس کروں گا"

اور ارشاد فرمایا کہ "آدمی کا دین اُس کی عقل ہے، جس کے پاس عقل نہیں اس کے پاس دین نہیں"

اور ارشاد فرمایا کہ "جس کو عقل دی گئی اُس نے فلاح پالی"

قلب۔ قرآن مجید میں وارد ہے

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ ہُوَ شَہِیۡدٌ ○ (قٓ۔ ۳۷)	اس قرآن میں جو صاحب قلب ہے اور کان لگا کر حضور قلب سے سنتا ہے تو اس کے لئے ان باتوں میں کافی نصیحت ہے۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ "قلب کی مثال ایسی ہے جیسے صحرا میں کوئی پڑا ہوا پَر ہوتا ہے کہ ہوا کا جھونکا اُسے اُلٹ پلٹ کر دیتا ہے"

نفس۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ "نفس تمنا کرتا ہے اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا جھٹلا دیتی ہے"

پس عقل ادراک کرتی ہے، قلب محبت یا عداوت کا اظہار کرتا ہے اور نفس نکاح اور کھانے پینے وغیرہ کی لذت کی خواہش کرتا ہے۔ لہٰذا عقل کی حقیقت تخیل وہم، خیالی اور وہمی امور میں تصرف کرنا اور اس کا مقام دماغ ہے۔ اور غضب غصہ، جرأت، دلیری، جود و سخاوت، بخل و حرص، رضا و سخط، خوشنودی اور خفگی وغیرہ کا مقام و محل قلب ہے۔ اور وہ امور جن سے انسان کے جسم کا قوام اور قیام وابستہ ہے اس کا محل و مقام "کبد" یعنی جگر ہے۔ اور تینوں اعضائے رئیسہ اپنے اعمال و افعال میں ایک دوسرے کے محتاج اور ملزوم ہیں۔ یہی اعضاء

بادشاہ اور حاکم ہوتے ہیں اور تمام دوسرے اعضاء ان کے مطیع اور خادم۔ ہر انسانی فرد اپنی جبلت اور طبیعت کے لحاظ سے ان امور میں مختلف درجے کے ہوتے ہیں بعض کا قلب نفس پر غالب ہوتا ہے اور بعض کا نفس قلب پر غالب ہوتا ہے پھر ویسے ہی اثرات منتج ہوتے ہیں۔ بس اب اگر نفس کسی کو مغلوب کرکے اندھا کر دیتا ہے تو وہ باوجود عقل کے سمجھنے اور جاننے کے ہلاکت کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ اور جس کی عقل اس کے قلب اور نفس پر غالب آجاتی ہے وہی کامل مومن ہوتا ہے۔

چوتھی قسم کا وہ آدمی ہوتا ہے جس پر رسم و رواج کا جذبہ غالب آجاتا ہے اور پھر ہر چیز کی مدافعت کر لیتا ہے اس قسم کے آدمی کو صاحب مروت کہتے ہیں۔ اسی کو فلسفی، حکماء، اور عقلاء۔ تین لطائف کہتے ہیں اور ان کا نام نفس ملکی، نفس سبعی اور نفس بہیمی رکھتے ہیں اور صوفیائے کرام بھی انہیں لطائف ثلاثہ سے بحث کرتے ہیں۔ ان تین کے علاوہ صوفیاء کرام دو اور لطیفے ثابت کرتے ہیں یعنی "روح" اور "سر" ان کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے "قلب" کی دو جہتیں یا رُخ ہیں ایک رُخ جسم اعضاء و جوارح کی طرف ہوتا ہے۔ دوسرا خالص تجرد کی طرف۔ اسی طرح عقل کے بھی دو رُخ ہیں ایک رُخ اسفل کی طرف اور دوسرا رُخ فوق و بالا کی طرف ہوتا ہے اُسے ہی روح اور سر کہتے ہیں۔

قلب کی خاص صفت یہ ہے کہ بے پناہ شوق و وجد موجود ہو۔ روح کی خاص صفت یہ ہے کہ اُنس اور انجذاب کی فراوانی ہو۔ عقل کی خاص صفت مثلاً ایمان بالغیب و توحید ہے۔ اور سر کی خاص صفت یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کا مشاہدہ کرتی ہے جو علوم عادیہ سے بلند و بالا، زمان و مکان سے بھی بالاتر، اس کا وصف کسی سے بیان بھی نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرا مقدمہ

رجل عتیک یعنی زبردست قوی العقل اکمل طریق پر قابلیت اور استعداد والا

کامل الفطرت انسان مومن صادق ہوتا ہے۔ اور اگر وہ باطل عقائد کی پیروی کرتا ہے تو ایسا شخص ملحد و بے دین بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے نبی کو پیدا کیا گیا اور جو رسول کی اتباع کرتا ہے ان پر جو احوال آتے ہیں جیسے رؤیا، خواب، ہاتف غیبی غلبۂ حال وغیرہ اُسی کو احوال اور اوقات سے تعبیر کرتے ہیں اس کے ایمان کی حقیقت حضرت زیدؓ کی طرح ہوتی ہے گویا رحمٰن کے عرش کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

عقل کی تہذیب اور تذکیہ کے بعد عقل کا اقتضاء یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر توکل، شکر۔ رضاء الٰہی اور توحید پیدا ہو۔ اور قلب کا یہ اقتضاء ہوتا ہے کہ اپنے رب اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اور اس کے عذاب سے ڈرے اور ثواب کا امیدوار ہو۔ اور نفس کا یہ اقتضاء ہوتا ہے کہ شہوات، لذائذ اور آرام طلبی میں منہمک ہو جائے۔ یہ سب مثالیں بیان کی گئی ہیں اسی پر اور تمام مقامات اور احوال کو قیاس کر لو۔ اسی طرح احوال کی مثال سکر، غلبہ، بسیار خوری و اکل و شرب ہاتف غیبی کو سمجھ لو۔ اصل احوال اور مقامات جو یقین سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً توحید اخلاص، توکل، شکر، انس، ہیبت، تفرید، صدیقیت وغیرہ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہمیں وہ یقین عطا فرما جس سے ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان ہو جائیں"۔ جب بندہ کے اندر یقین کامل پیدا ہو جاتا ہے اور مداومت میسر آجاتی ہے تو فقر و غنیٰ، عزت و ذلت کی حیثیت اس کے نزدیک یکساں ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد ایک شعبہ "شکر" کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے پہلے جن کو جنت میں بلایا جائے گا وہ ایسے لوگ ہوں گے جو ہر راحت و رنج میں اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرتے تھے"۔

اس کے بعد ایک اور شعبہ "توکل" بھی ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میری امت کے ستر ہزار آدمی ایسے ہوں گے جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل

ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہوں جو منتر نہیں کرواتے ۔ فال بد یعنی بدشگونی نہیں نکلواتے اور نہ (لوہا گرم کر کے) داغ لگواتے ہیں اور صرف اپنے پروردگار پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں "۔

اس کے بعد ایک شعبہ "ہیبت الٰہی" کا ہے ۔ ایسا یقین کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہمیشہ ڈرتا اور گھبراتا رہے ۔ جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے درخت پر ایک پرندہ کو دیکھ کر کہا تھا کہ "کاش میں پرندہ ہوتا"۔

اس کے بعد ایک شعبہ "حسنِ ظن" ہے ۔ صوفیاء اس کو "انس" کہتے ہیں ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات سے اچھا گمان رکھنا بہترین عبادت ہے"۔

نیز ارشاد فرمایا کہ "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں جو وہ مجھ سے رکھتا ہے ۔

یقین کا ایک اور شعبہ "تفرید" ہے یعنی ذکر الٰہی اس طرح غالب آجائے گویا اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے اور خواہشات نفس کے شعلے ٹھنڈے پڑجاتے ہیں ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ "چلو مفرد لوگ سبقت لے گئے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر الٰہی نے بوجھ ہلکا کر دیا ہے"۔

یقین کے شعبوں میں سے ایک شعبہ "اخلاص" کا ہے ۔ انسان اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کر لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی رحمت محسنین کے قریب ہوتی ہے"۔

اور ایک شعبہ "توحید" ہے ۔ توحید کے تین درجے ہیں ① توحید عبادت ② توحید قدرت وجوبیہ ③ توحید مخلوق کی ہمشکل سے پاک ہے ۔

اور ایک شعبہ "صدیقیت اور محدثیت" کا ہے ۔ نبی نہیں ہوتا بلکہ مثل شاگرد رشید نبی کے مشابہ ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہی لوگ اپنے پروردگار کے یہاں صدیقین اور شہداء ہیں"۔

غرضکہ نبی کی ذات سے "صدیق" اور محدث کی وہی نسبت ہوتی ہے جو گندھک کو آگ سے ہوتی ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر آدمیوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو صدیق اس کا اہل تھا۔"

"صدیق" میں تعبیر خواب کی سب سے زیادہ مہارت ہوتی ہے اور بلا دلیل ایمان لاتا ہے۔ خلافت کا حقدار ہوتا ہے۔

"محدث" عالم ملکوت کے علمی خزانوں تک جلد پہنچ جاتا ہے۔ یہ محدث وہاں سے علوم اخذ کر لیتا ہے اور کبھی قرآن محدث کی رائے کے موافق نازل ہوتا ہے۔

عقل کے احوال میں سے ایک تجلی ہے یہ تین قسم کی ہوتی ہے:۔

(۱) تجلی ذات اور وہ مکاشفہ ہے۔

(۲) تجلی صفات الذات اور وہ نور کے مقام ہیں۔

(۳) تجلی حکم الذات اور وہ آخرت اور اس کی چیزیں ہیں۔

تجلی یہ کہ اللہ کے سوا سب کو بھول جائے۔ مکاشفہ کے معنی غالب یقین کے ہیں جس کی وجہ سے اس کی حالت یہ ہو جائے کہ گویا وہ اپنے پروردگار کو دیکھتا ہے۔ مگر آنکھوں سے مشاہدہ آخرت ہی میں ہوگا۔

صفات الذات کی تجلی اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ بندہ اللہ تعالےٰ کے ان افعال میں تدبر کرے جو مخلوقات میں پائے جاتے ہیں اور اس کی صفات کو مدنظر رکھے اس کی وجہ سے قدرت الٰہی کا یقین اس پر غالب آجاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ صفت ذات کا اس طرح معائنہ کرے کہ بلا وساطت واسباب خارجیہ کے صرف امر کن سے تمام چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔

تجلی حکم الذات یعنی تجلی آخرت کے یہ معنی ہیں کہ دنیا و آخرت میں جزا و سزا کا قلبی بصیرت سے معائنہ کرے جس طرح بھوکا بھوک کو اور پیاسا پیاس کو محسوس کرتا ہے اوّل کی مثال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ طواف کر رہے تھے کہ ایک

شخص نے سلام کیا آپ سے سلام کا جواب نہ پاکر بعض احباب سے شکایت کی توآپ نے فرمایا کہ ہم اس جگہ اللہ تعالیٰ کا معائنہ کر رہے تھے۔ یہ حالت ایک قسم کی غیبت اور ایک قسم کی فنا ہے۔ لطائف ثلاثہ میں سے ہر لطیفہ کے لئے ایک غیبت و فنا ہوتی ہے عقل کی غیبوبت (استغراق) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں محو ہو جائے۔ قلب کی غیبوبت یہ ہے کہ غیر اللہ کی محبت اور خوف اس سے بالکل ساقط ہو جائے اور نفس کی غیبوبت و فنا یہ ہے کہ ہمہ قسم کی شہوات اور خواہشات ساقط ہو جائیں۔

دوسرے کی مثال یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیماری میں طبیب کو نہیں بلایا بلکہ کہا طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔

تیسرے کی مثال ایک انصاری صحابی نے ایک سائبان دیکھا جس میں مشعلوں کی صورتیں دکھائی دیتی تھیں۔ اور ایک یہ کہ دو صحابی اندھیری رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سے اُٹھ کر چلے ان کے آگے دو مشعلیں معلوم ہوتی تھیں پھر جب وہ علیحدہ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک مشعل ہو گئی حتیٰ کہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

چوتھے کی مثال یہ ہے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حنظلہ تو منافق ہو گیا کیونکہ جب وہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے تو جنت و دوزخ سامنے دیکھتے لیکن اہل و عیال میں ہوتے تو ان میں مشغول ہو کر بھول جاتے۔

انہی شعبوں میں ایک شعبہ "فراست" ہے۔ جیسے اکثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے اس کی نسبت میرا یہ گمان ہے مگر وہ چیز ان کے گمان کے موافق ہوتی۔

اسی طرح ایک شعبہ "رؤیار صالحہ" ہے۔ یعنی خوشی اور اچھے خواب دیکھنا ہے۔

اور ایک شعبہ "وجدان اور حلاوت ایمان" ہے یعنی مناجات اور نفسانی خواہشات سے رستگاری ہے۔

اور ایک شعبہ "محاسبہ" بھی ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہوشیار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کو حقیر سمجھے اور موت سے بعد کے لئے عمل کرے"۔

پھر ایک شعبہ "حیا" ہے۔ یہ حیا مقامات نفس سے جدا ہے۔ یہ حیا اللہ تعالیٰ کی

عظمت کی پاسداری اور عاجزی سے متعلق ہے جیساکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایاکہ میں اندھیرے گھر میں غسل کرتا ہوں تب بھی میں اللہ تعالیٰ سے شرم کی وجہ سے سکڑ جاتا ہوں۔

مقامات قلب۔ پہلا مقام "جمع" ہے یعنی آخرت کو صرف اپنا مقصود سمجھے دنیا کے امور کی طرف توجہ کرے کہ اسے بھی اصل مقام تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھے صوفیاء کرام اس کو "ارادہ" کہتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ "جس نے اپنی فکر ایک ہی بنالی یعنی فکر آخرت تو اللہ تعالیٰ اس کی فکر کو کافی ہے اور جس کے اندر بہت سی فکریں پھوٹ نکلیں تو اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ جس جنگل میں بھی جاکر وہ ہلاک ہوجائے۔" اور یہ فکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی سے پیدا ہوتی ہے۔ دعا فرمائی کہ "الٰہی! تو مجھے اپنی محبت ایسی عطا کر کہ میری جان، میرے کان، میری آنکھیں، میرے اہل، میرے مال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہو۔"

اور ارشاد فرمایاکہ "جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات پسند کرتا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جس کی استعداد و قابلیت اس کے اندر پائی جاتی ہے۔

ان احوال میں سے ایک حال "مقبولیت" ہے جو "ملاءِ اعلیٰ" سے زمین پر اترتی ہے اور سب ہی اس سے محبت کرتے ہیں۔

اور یہ بھی احوال میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے دشمنوں کو زیر کردیا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا کہ "جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کردیتا ہوں۔"

ایک حال یہ بھی ہے کہ اُس کی دُعا قبول ہوتی ہے۔

اسی قسم کے احوال میں سے "فناءِ نفس" اور "بقاء بالحق" بھی ہے۔ صوفیاء اس کو غلبۂ کون الحق اور کون العبد کہتے ہیں۔ حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ "جس

بندہ سے میں محبت کرتا ہوں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے الخ

مقام صدیقیت اور محدث کے علاوہ دو اور مقام ہیں ایک "شہید" دوسرا "حواری"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے سات نجیب اور نقیب ہوتے ہیں اور مجھے چودہ عطا کئے گئے ہیں ہم نے کہا وہ کون ہیں؟ علیؓ نے فرمایا کہ میں اور میرے دو بیٹے حسن، حسین، جعفر حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، عبداللہ بن مسعود، ابوذر اور مقداد (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

احوال قلب ۔ احوال قلب میں سے ایک "سکر" ہے۔ ایسی حالت طاری ہوتی ہے جیسے نشہ میں ہوتی ہے۔ عقل کھو بیٹھتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مالداری کو ویسا ہی مکروہ سمجھتے تھے جس طرح کہ نجاست کو مکروہ سمجھا جاتا ہے۔

احوال قلب میں سے ایک "غلبہ" ہے۔ ایسا داعیہ اور جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے دین کی تعمیل میں کسی طرح کا ترس دامن گیر نہیں ہوتا۔ یا کبھی ایسا غلبہ ہوتا ہے جیسے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ۔ جب بنی قریظہ نے حضرت سعدؓ بن معاذ رضی اللہ عنہ کو فیصل چنا انہوں نے فیصلہ دیدیا تو یہ فیصلہ صیغۂ راز میں رکھا گیا تو بنی قریظہ والوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے حلقوم کی طرف اشارہ کیا تو ان کو یقین ہو گیا کہ میں خیانت کا مرتکب ہوا ہوں تو انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا کہ اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ معاف نہ کر دے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صلح حدیبیہ کے موقع پر غلبہ طاری ہو گیا کہ ہم دین اسلام کو نیچا نہیں دیکھ سکتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو تسلی دی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کا

رسول ہوں میں ہرگز اس کے حکم کی مخالفت نہ کروں گا وہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وجہ سے اُس دن کے خوف سے ہمیشہ روزے رکھتے رہے، صدقہ دیتے رہے اور غلام آزاد کرتے رہے تا آنکہ اُن کو خیر و بھلائی کی اُمید ہوگئی۔

حضرت ابوطیبہ جراح رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پچھنے لگائے اور خون پی گئے یہ غلبہ حال کی وجہ سے کیا۔

دوسرا غلبہ شریعت کا غلبہ ہے۔ اگر قوت عقلیہ، قوت عملیہ پر سبقت کر جاتی ہے تو اس علم فیضانی کو "فراست اور الہام کہیں گے۔ اور اگر قوت عملیہ، قوت عقلیہ پر سبقت کر جاتی ہے تو اُس علم فیضانی کو عزم۔ اقبال یا نفرت و عداوت کہیں گے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر کی بددعا کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے درخواست کر کے رکوا دیا۔ دوسری مثال عبداللہ بن اُبی کے جنازہ کی نماز پڑھانے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روکا۔

احوال قلب میں سے ایک "طاعت الہٰی" ہے۔ جس کے مقابلہ میں دوسری ہر طاعت ہیچ ہے مثلاً حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا باغ صدقہ کرنا۔

انہی احوال میں ایک غلبہ "خوف" بھی ہے۔ خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز پڑھتے (تو نماز میں ایسا خوف ہوتا) کہ آپ سے ہانڈی میں جوش کی طرح آواز محسوس ہوتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو ان کی آنکھیں ان کے اختیار میں نہ رہتیں۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت سُنی:۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝	کیا یہ لوگ بلا کسی کے پیدا کئے آپ ہی آپ پیدا ہو گئے؟ کیا یہی لوگ مخلوقات کو پیدا کرتے ہیں۔
(الطور۔ ۳۵)	

تو ایسی حالت ہوگئی کہ میرا دل اُڑ گیا۔

مقامات نفس۔ پہلا مقام "ندامت" ہے جو نفس کو مغلوب کر لیتی ہے اور

اس سے عزم امرونواہی پیدا ہوتا ہے جو نفس کو مطمئن کر دیتا ہے پھر یہ نور ایمانی بن کر قلب کی اصل جبلت وطبیعت سے اختلاط پیدا کرتا ہے جس سے استغفار، توبہ اور انابت کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ "گناہ سے دل پر سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے اور توبہ سے صاف ہوجاتا ہے الخ"

اور ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال بیان فرمائی کہ ایک سیدھا راستہ ہے اس کے دائیں بائیں دیواریں ہیں ان دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہیں ان دروازوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں راستے کے شروع میں ایک داعی پکارنے والا ہے جو کہتا ہے خبردار! سیدھے سیدھے چلو ٹیڑھے مت چلو۔ اس کے علاوہ ایک اور داعی ہے کہ جو آدمی ان دروازوں کے قریب آنے اور کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے افسوس اس دروزے کو مت کھول اگر اس کو کھولا تو اس میں جا پڑے گا۔ پھر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بیان کی کہ وہ راستہ اسلام ہے اور کھلے ہوئے دروازے اللہ تعالیٰ کے محارم ہیں اور ان پر پردے حدود اللہ ہیں اور رستہ کے شروع میں پکارنے والا قرآن کریم ہے اور اس سے آگے جو داعی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا واعظ ہے جو ہر مومن کے دل میں ہے۔"

یہ تمام باتیں مقام توبہ کی ہیں۔ جب نفس کے اندر توبہ کا ملکہ راسخ ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت ہر وقت سامنے رہتی ہے اور وہ ہر وقت سہما سمٹا رہنے لگتا ہے اسی کیفیت کا نام "حیا" ہے۔ اور اسی کو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "حیا ایمان میں سے ہے۔"

جب حیا کسی کے اندر جاگزیں ہوجاتی ہے تو نور ایمان نازل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ قلب کی اصل جبلت وطبیعت میں شامل ہوجاتی ہے پھر وہ نور نفس کی طرف رجوع کرتا ہے تو تمام شکوک وشبہات کو ملیامیٹ کر دیتا ہے اسی کو "ورع" یعنی حلال وحرام کی تمیز کرنا کہتے ہیں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اُسے چھوڑ دو اور وہ چیز اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے اور سچائی طمانیت ہے اور جھوٹ شک ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی کو ترک کر دے۔"

اور فرمایا کہ "زہد فی الدنیا حلال کو حرام اور مال ضائع کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ زہد یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس کا تم کو اس چیز سے زیادہ بھروسہ نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جب تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو مصیبت کے ثواب کی تمہارے اندر اس قدر خواہش ہو کہ یہ مصیبت ہمارے لئے باقی رہے تو اچھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے زہد کا حکم صرف نفس کی اصلاح کے لئے دیا ہے کہ آدمی اپنے مقام کی تکمیل کرلے۔ یہ کوئی شرعی تکلیف نہیں ہے۔ بعض اوقات اس قسم کا غلبہ اُسے مال کے ضائع کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے شریعت ظاہر ہے کہ ایسے غلبہ کو صحیح نہیں سمجھتی زہد کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز حاجت سے زائد ہو اس کے حاصل کرنے کے لئے خوامخواہ پیچھے نہ پڑے اور جو چیز ضائع ہو جائے تو نفس کو پریشان نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اجرو ثواب کا جو وعدہ فرمایا ہے اس پر اعتماد کیجئے اس سے فرمانبرداری پیدا ہوتی ہے اور اس کے قلب و عقل سے خاطر حق چمک اٹھتا ہے اور باطل کا سر کچل دیتا ہے۔ اور اس کا نفس طبعًا مطمئن ہو جاتا ہے اس سے جو نور پیدا ہوتا ہے اُسی کو "بصیرت" کہتے ہیں اور اس سے شہوات اور شیطان کی مدافعت ہو جاتی ہے اور صبر کی دولت ملتی ہے۔

وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ	اے پیغمبر! صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجئے جب ان پر مصیبت آتی ہے تو بول اٹھتے ہیں کہ بیشک ہم تو اللہ ہی کے ہیں

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ○ (البقرہ۔۱۵۵-۱۵۷)	اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ (التغابن۔۱۱)	اللہ کے اذن کے بغیر کوئی مصیبت نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر یقین رکھتا ہے اللہ اس کے دل کو ٹھکانے لگائے رکھے گا۔

احوالِ نفس ۔ اس میں ایک حال " غیبت " ہے یعنی جس میں شہوات وخواہشات بالکل غائب ہوجاتی ہیں ۔ جیسے حضرت عامر بن عبداللہ کا قول ہے کہ " مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ میں نے کسی عورت کو دیکھا یا دیوار کو "

انہی احوال نفس میں سے ایک " محق " ہے یعنی آدمی بھوک پیاس سے اس قدر بے نیاز ہو جائے کہ " نور الٰہی " نفس میں سمو جائے کہ یہی بجائے غذا کے ہو جائے جیسا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " میں تم جیسا نہیں ہوں میں تو اپنے پروردگار کے پاس رات گذارتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے "

عقل و نفس کے درمیان قلب ایک واسطہ ہے اس لئے تمام مقامات کو مجازاً قلب کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور اسی نسبت سے بے شمار آئتیں اور حدیثیں وارد ہوئی ہیں ۔

واضح ہو کہ جب نفس کے اندر خواطر حق کا ملکہ پیدا ہو جائے تو ملکہ جزع و فزع کی مدافعت جداگانہ صفات سے کرتا ہے تو اس کو بھی ایک مقام کہا جاتا ہے اور وہ ملکہ جس سے عیش پرستی اور فراخ دستی کی مدافعت کی جاتی ہے اُسے " اجتہاد " اور " صبر علی الطاعت " کہا جاتا ہے ۔ اور وہ ملکہ جس سے حدود شرعیہ میں لاپرواہی میں مدافعت کی جاتی ہے اُسے " تقویٰ " کہتے ہیں ۔ پھر اس طرح کے تمام مقامات کو تقویٰ کہتے ہیں ۔ اسی معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (البقرہ - ۲، ۳)

راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو وہ خدا سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں جو یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر۔

اور وہ ملکہ جس سے حرص سے بچاؤ کیا جاتا ہے وہ "قناعت" ہے۔ اسی طرح جلد بازی کے لئے "تانی" ہے اور غیظ و غضب (غصّہ) کے لئے "حلم" ہے۔ اور شہوت شرمگاہ کے لئے "عفت" ہے۔ اور فضول گوئی کے لئے "صمت" اور "عیّ" ہے۔ اور دوسروں کو پسپا اور زیر کرنے کے لئے "خمول" ہے۔ اور بے جا محبت اور عداوت کے لئے "استقامت" ہے۔ ان سب کی جداگانہ تفصیل آگے ملاحظہ ہو۔

جستجوئے رزق

اصلاح معاشیات واقتصادیات کے حقیقی ومعنوی طریقے

حکم الٰہی میں یہ قرار پایا کہ کوئی آدمی کسی دوسرے کی ملکیت اور قبضہ میں ناجائز مداخلت نہ کرے اور وہ اپنی تمدنی زندگی میں اُسے ترقی دینے میں آزاد ہے لیکن ناجائز صورت اختیار نہ کرے مثلاً قمار بازی، سود، رہزنی وغیرہ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے مردہ بنجر زمین آباد کی تو وہ اس کی ہے۔" (اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے) اور عادی (جس کے وارث ہلاک ہو گئے ہوں) زمین غیر آباد کی طرح ہے۔

لقطہ (گری پڑی چیز کو کہتے ہیں) ایک سال تک اس چیز کے مالک کو تلاش کرو پھر تم کو اختیار ہے۔ نیز گم شدہ بکری یا تیری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا پھر بھیڑیا کی ہے۔ اُونٹ گم شدہ کے متعلق فرمایا کہ اس کو ویسے ہی چھوڑ دو، وہ پانی پر چلا جائے گا، درختوں کو کھاتا رہے گا یہاں تک کہ اس کو اس کا مالک مل جائے گا۔ ہاتھ کی لاٹھی، کوڑا اور رسی پڑی ہوئی ہوں تو اٹھا لیں اور ان کو اپنے مصرف میں لائیں۔

عقد بیع وشرار کے لئے شریعت نے ایسے قوانین اور ضابطے مقرر فرمائے ہیں کہ مخاصمت، شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ ہاں البتہ کوئی اپنی فطرت کے خلاف ایسا کرے تو دوسری بات ہے (شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان مسائل پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے)۔

شہری تمدن اور پیشے

اگر کسی شہر کی آبادی دس ہزار کی ہو اور اس میں صنعت وحرفت اور شہری سیاست ونظام چلانے والوں کی تعداد زیادہ ہو جائے۔ اور چوپائے اور مویشی پروری اور زراعت پیشہ لوگوں کی تعداد کم ہو جائے تو ان لوگوں کی دنیاوی زندگی بالکل فاسد اور خراب ہو جائے گی۔ اور اگر یہ لوگ شراب کشی اور بت تراشی (تصویر کشی فلم وٹی وی) کا پیشہ اختیار کرتے ہیں تو یہ سب دین ومذہب کی بربادی کا سبب بن جاتے ہیں۔ اس لئے عطیۂ حکمت الٰہی کے مطابق ان کو ان تمام رذیل پیشوں سے سختی سے روک دینا بہت ضروری سمجھا گیا ہے۔ رؤساء اور امراء نقش، زیورات کی بھتات اور باریکیاں، لباس کا بناؤ سنگھار، عمارات ومحلات کی تعمیر اور آرائش کھانے پینے کی گوناگوں ترکیبیں، عورتوں کی حسن پرستی اور عشوہ گری سے نفس پرستی کا کاروبار فروغ پاتا چلا گیا۔ کچھ لوگوں نے عورتوں کو رقص وسرود، گانے بجانے ناچنے تھرکنے کی باقاعدہ تعلیم دینا شروع کردی۔ تو کچھ لوگ تصویر کشی (فلم وٹی وی وی سی آر، ویڈیو) گلکاری میں مصروف ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ جب یہ رؤسا اور امراء اپنی دولت اور مال کو اس طرح ضائع کرنا شروع کردیتے ہیں تو وہ شہری اور ملکی مصالح کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اس طرح تو پھر محاصل اور ٹیکس کا بوجھ (قومی معیشت پر) بڑھتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مہلک مرض کا علاج یہ فرمایا ہے کہ گانے بجانے اور رقص وسرود کی تعلیم دینے۔ حریر اور ریشم پہننے اور مختلف قسم کے سونے کے ذخائر اور روزافزونی اضافہ اور

تبادلہ اور اس کے لین دین کو سختی سے منع فرمادیا۔

ممنوع بیع و شراء کے اقسام

حکمت شریعت اس بیع وشرا کو ممنوع قرار دیتی ہے جس میں جہالت اور منازعات کا احتمال ہو

جوا شریعت میں حرام ہے۔ جوئے کی عادت مال و دولت کی تباہی اور طویل جھگڑوں کا موجب بن جاتی ہے۔ معاشرت اور معاش کے وہ طریقے جو عین مقصود ہیں متروک ہوجاتے ہیں اور جس تعاون باہمی پر تمدن اور عمران کی عمارت قائم ہے وہ زمین دوز ہوجاتی ہے۔

سود۔ جو حال جوئے کا ہے وہی حال "سود" کا ہے۔ سود خور لوگوں کی مفلسی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مال اور رقم کو بڑھا چڑھا کر وصول کرتا ہے۔ یہ دونوں پیشے بمنزلہ نشہ کے ہوتے ہیں۔ یہ پیشے شریعت کے بالکل خلاف ہیں اس لئے ان کی بالکلیہ ممانعت کردی گئی ہے۔

سود کے حرام ہونے کا اصل راز و حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عیش پسندی اور تن آسانی سے بچانا چاہتے ہیں مثلاً ریشم، سونا، چاندی اور قیمتی زیورات کا استعمال یا ایسی معاشرت اختیار کرنا جس سے انسان طلب دنیا ہی کے اندر اُلجھ کر رہ جائے۔ عام انسان کے لئے اتنا کافی ہے کہ ضرورت کے بقدر کھانا مل جائے اور کچھ نقد و سکہ ہو جس سے ضرورت پوری کرلی جائے اور بس۔

رہی یہ بات کہ لوگ اپنی جنس میں حیثیت اور طبقات کو دیکھتے ہیں اور گھٹیا اور بڑھیا کا معیار بنالیتے ہیں یہی تو دنیا میں تعمق و غلو کا سبب ہے (اور فتنہ کی جڑ ہے)۔ پس شریعت نے اسی مصلحت کے تحت ایسے امور کا بالکلیہ سدباب کردیا ہے۔ بیع اور شرا کے درمیان نقد سے نقد یا اشیاء سے

اشیاء میں یا نقد اور سکہ اور اشیاء میں تبادلہ کیا جاتا ہے اور قبضہ منتقل ہوتا ہے ان مسائل کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور لین دین کے متعلق کچھ اور اصلاحات لکھی ہیں جن میں سے ایک بیع "مزابنہ" ہے مثلاً درخت میں لگے ہوئے کھجور صرف تخمینہ پر فروخت کر دیئے۔ یا "محاقلہ" ہے یعنی کھڑی ہوئی کھیتی کو فروخت کر دے۔ یا "عرایا" ہے (اس میں کم مقدار میں قرض پر لین دین کی اجازت ہے)۔ اگر پانچ وسق سے کم چھوارے ہوں تو بیع جائز ہے۔ عرایا ان درختوں کا نام ہے جو بعد از فروخت ہونے باغ کے رہ جاتے ہیں۔

اور ایک بیع "ملامسہ" بھی ہے یعنی اس میں خریدنے والا بیچنے والے کا کپڑا چھو لیتا ہے جس سے بیع ثابت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک بیع "منابزہ" بھی ہے جس میں خریدنے والا بغیر مال کو دیکھے (بیچنے والے پر) اپنا کپڑا پھینک دیتا ہے تاکہ بیع فروخت لازم ہو جائے۔ اسی طرح ایک "بیع الحصاۃ" ہے جس میں کنکری ڈال دی جاتی ہے تاکہ بیع لازم ہو جائے۔

مذکورہ تمام معاملات میں جوئے کے معنی پائے جاتے ہیں کیونکہ ان میں استقلال اور استقامت کے ساتھ مال کی کوئی دیکھ بھال نہیں کی جاتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے "بیع العربان" کی بھی ممانعت فرما دی جس میں بیعانہ دے کر واپس نہیں لیا جا سکتا۔ اسی طرح خشک کھجور دے کر تر کھجور خریدنے کی ممانعت فرما دی کیونکہ تر کھجور سوکھنے کے بعد کچھ کم ہو جائے گی۔ اسی طرح وہ ہار جس میں سونا اور خرمہرہ الگ نہ کر دیا جائے بیچنے کی ممانعت فرما دی ہے اس میں بھی جوئے کی ایک صورت موجود ہے۔ گناہ کی ہر چیز کی بیع و شرا حرام ہے اور اُن کی قیمت یا اُجرت بھی حرام ہے مثلاً شراب، اصنام، طنبورا، سامان رقص و سرود وغیرہ سب حرام ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع و فروخت حرام کر دی ہے۔" نیز نر کو مادہ پر

ڈالنے کی اُجرت سے ممانعت کر دی ہے۔ اسی طرح اور بہت سی بیع کی قسمیں ہیں جو منع کر دی گئی ہیں۔ مبہم اور مشروط چیزوں کی بیع بھی منع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز تمہارے ہاں موجود نہیں اس کی بیع نہ کرو۔ نیز فرمایا مال کو روک کر بیچنے والا ملعون ہے۔

اور ارشاد فرمایا کہ "اس تر اناج کو تم نے اُوپر کیوں نہ کر دیا تاکہ لوگ اُسے دیکھ لیتے؟ جو شخص دھوکہ کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

احکام بیع و شرا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ اُس آدمی پر رحم کرتا ہے جو فروخت کرتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضہ کے وقت سہل گیری کرتا ہے۔"

لغو قسم سے اور لغو باتوں سے مال کی نکاسی ہوتی ہے مگر برکت اٹھالی جاتی ہے۔ لہٰذا کچھ صدقہ دے۔ جو مال حق "ولاء" یعنی حق قرابت داری میں ملنے والا ہو اس کو فروخت کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ مال موجود اور معیّن نہیں ہے۔

حق شفعہ اس چیز میں ہے جو تقسیم نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب جمعہ کی اذان دی جائے تو اس وقت یادِ الٰہی کی طرف لپکو اور اس وقت بیچنا چھوڑ دو۔ نرخ مقرر فرمانے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتناب فرمایا قرض کے لین دین کو لکھ لیا کرو۔ اور فرمایا رہن کرنا مرہون کے مالک کو مرہون سے روک نہیں سکتا۔ اور فرمایا جو شخص قیامت کی تکلیف سے نجات کا خواہشمند ہے تو وہ اپنے تنگدست قرض دار کو مہلت دے یا اپنا قرضہ ہی اُسے معاف کر دے۔

تبرع اور تعاون باہمی

بُغض دُور کرنے اور محبت پیدا کرنے کا علاج

تبرع یعنی صدقہ اور ہدیہ، وصیت۔

جس نے ہدیہ دیا اُسے بھی بدلہ میں ہدیہ دینا چاہیئے اگر نہ دے سکے تو کم از کم اُس کی تعریف اور شکریہ ادا کرے۔ اگر جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا کہہ دیا تو پوری تعریف کر دی۔ ہدیہ سے باہمی رنجشیں اور کینے دُور ہو جاتے ہیں اور کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے۔ خوشبو کو رد نہ کرے۔ اپنے بچوں کے ساتھ برابر کی بھلائی کرو۔

ایک تہائی مال کی وصیت کرو لیکن وارث کے لئے وصیت نہیں ہے (کیونکہ ترکہ کی حد بندیاں کر دی گئیں ہیں۔ تنازعہ کے دروازے بند کر دیئے گئے)۔

اس کے بعد وقف ہے۔ اسلام سے پہلے یہ رواج میں نہ تھا

تعاون باہمی۔ اوّل مضاربت۔ دوم مفاوضہ (شراکت)۔ سوم عنان شراکت تو ہو لیکن ہر ایک اپنا خود کفیل اور ضامن ہو۔ چہارم شرکت صنائع اُجرت میں شریک ہونا (مزدوری)۔ پنجم شرکت وجوہ یعنی صرف محنت میں شریک ہوں بغیر مال کے (جیسے ایڈوکیٹ ہیں)۔ ششم وکالت یعنی ایجنٹ۔ ہفتم مساقات یعنی باغ و درخت ایک شخص کا اور محنت و عمل دوسرا کرے اور پھل دونوں کے مشترک۔ ہشتم مزارعت یعنی زمین اور بیج ایک کا اور بیل و محنت دوسرے کی۔ نہم مخابرہ ایک کی محنت بیج بیل یا صرف محنت اور باقی سب کچھ دوسرے کا اور دہم اجارۃ یعنی کاروبار میں مبادلہ اور معاونت دونوں برابر سرابر ہوں۔

فرائض • میراث

اہل جاہلیت مردوں کو وارث قرار دیتے تھے عورتوں کو محروم رکھتے تھے

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرابت داروں کے لئے وصیت کا حکم نازل ہوا بعد میں ذوی الارحام کے لئے میراث کے احکامات نازل ہوئے (شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میراث کے حصّوں کی مصلحت شرح وبسط سے بیان فرمائی ہے)۔

مسائل میراث کا پہلا اصول یہ ہے کہ جو چیز معتبر اور قابل اعتماد ہے وہ طبعی مصاحبت، جبلی نصرت و امداد اور قدرتی محبّت و مودّت ہے اس لئے سوائے ذوی الارحام کے کسی کے لئے میراث مقرر نہیں کی گئی۔

مسائل میراث کا دوسرا اصول یہ ہے کہ جب مرد اور عورت ایک ہی درجہ کے ہوں تو مرد کو ہمیشہ عورت کے مقابلہ میں فضیلت اور ترجیح دی جائے گی۔

مسائل میراث کا تیسرا اصول یہ ہے کہ وارث جب بہت سے ہوں اور وہ سب کے سب ایک درجہ کے ہوں تو ترکہ ان میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

مسائل میراث کا چوتھا اصول سہام ہیں جن سے ہر ایک کے حصّہ کی تعیین ہوتی ہے۔ مثلاً اوّل ثلثین (دو تہائی)، ثلث (ایک تہائی) اور سدس (چھٹا حصّہ)۔ دوم نصف، ربع اور ثمن (آٹھواں حصّہ)۔

اسی نسبت سے وراثت میں درجہ کی کمی زیادتی ہوتی ہے۔ اُن کا مخرج بہت ادق ہے۔ اس کے بڑھانے گھٹانے میں حساب کی باریکیوں میں اُترنا ضروری ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا اور نہ ہی کافر مسلمان کا وارث ہوگا۔" نیز ارشاد فرمایا کہ "قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوگا۔ اسی طرح غلام وارث نہیں ہوسکتا اور نہ غلام کا کوئی وارث ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

تدبیر منزل

دنیا میں کلمۃ اللہ کو غالب کرنا واجب ہے اسی طرح امت کے عادات واطوار اور اخلاق کو منظم اور متعین کرنا ضروری اور واجب ہوا۔ نافعہ تدابیر

محاسن وغیرہ میں تفصیل گذر چکی ہے۔

پیغام نکاح اور اس کے متعلقات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے جوانو! جو شخص نکاح کی استطاعت رکھے وہ نکاح کرے کیونکہ اس سے نگاہ نیچی رہتی ہے اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی قدرت نہیں رکھتا وہ روزہ رکھے اس لئے کہ وہ قاطع شہوت ہے۔

نصاریٰ میں سے فرقہ مانویہ (جو دن کو خیر و بھلائی اور رات کو شر کی تاثیر مانتا ہے) اور مترہبہ ترک نکاح کو تقرب الٰہی کا موجب سمجھتے ہیں بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو یہ پسند ہے کہ انسان کی طبیعت کی اصلاح کی جائے اور اس کی کجروی کو دور کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "دنیا ایک متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک بخت بیوی ہے"۔

اور ارشاد فرمایا کہ "عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے مال، حسب، خوبصورتی یا دینداری کی وجہ سے تو تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دیندار عورت سے نکاح کرنا"۔ اولاد سے شفقت اور اُن کی پرورش اور شوہر کے مال کی حفاظت نکاح کے مقاصد میں سب سے زیادہ اہم ہیں اور اسی سے خانہ داری وابستہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "بچے زیادہ جننے والیوں اور زیادہ محبت کرنے والی عورتوں سے نکاح کیا کرو کہ میں دوسری امتوں سے تمہاری کثرت سے مقابلہ کروں گا"۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا "میں کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے عورتوں کو روکوں گا"۔ بہر حال جسے پیغام دیا جائے اُسے دیکھ لینا مستحب ہے۔

ستر عورت

عورتوں کی طرف دیکھنے سے مردوں کے اندر اور مردوں کی طرف دیکھنے سے عورتوں کے اندر محبت کا ہیجان پیدا ہوجاتا ہے اور طریقہ معمولہ (اخلاقی اور شرعی پابندیوں) کے خلاف غیر عورتوں اور غیر مردوں سے شہوت رانی کی خواہش مند ہو جاتے ہیں۔ اس بارے میں عینی مشاہدات اور واقعات کے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ لیکن چونکہ مردوں اور عورتوں کی باہمی احتیاجات وضروریات ایک دوسرے کو اختلاط پر مجبور کر دیتی ہیں اس لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چند مدارج مشروع فرمادئے ہیں۔

پہلا درجہ۔ عورت ستر ہے۔ جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کے ساتھ ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ　　اے عورتو! تم گھروں میں جمی بیٹھی رہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مستحب گردانا واجب نہیں گردانا کیونکہ ضرورت کے وقت نکل سکتی ہیں۔

دوسرا درجہ۔ یہ ہے کہ عورتیں اپنے اُوپر چادریں اوڑھ لیا کریں اور شوہر اور ذی محرم کے سوا کسی کے سامنے اپنی زینت کے مقام ظاہر نہ ہونے دیں جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ	اور عورتوں سے کہدیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ	رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ	کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر
مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی	جو اس میں سے کھلا رہتا ہے اور اپنے دوپٹے
جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا	اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت
لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ	کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں

بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ

(النور — ۳۱)

پر یا اپنے (محارم پر یعنی) باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے (حقیقی، علاتی اور اخیافی) بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی (حقیقی، علاتی اور اخیافی) بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا اُن مردوں پر جو طفیلی (کے طور پر رہتے) ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ابھی ناواقف ہیں اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ اُن کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔

تیسرا درجہ کے متعلق فرمایا کہ "کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے تنہائی نہ کرے کیونکہ ان دو کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جن عورتوں کے شوہر گھر میں نہ ہوں ان کے پاس مت جاؤ کیونکہ شیطان بنی آدم کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔"

چوتھا درجہ کے لئے فرمایا کہ "کوئی مرد کسی مرد کا اور کوئی عورت کسی عورت کا ستر نہ دیکھے۔" (ظاہر ہے اس سے شہوت بھڑکتی ہے اور ایک دوسرے پر فریفتہ ہو جاتے ہیں جس سے ہم جنسی کے مرتکب ہوتے ہیں)۔

پانچواں درجہ ستر کا یہ فرمایا کہ "نہ مرد، مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں سوئے اور نہ عورت، عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں سوئے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "کوئی عورت کسی عورت سے مل کر نہ بیٹھے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کا حال اس طرح بیان کرے گویا وہ اُسے آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔"

ہیئت مخنث کو اسی سبب سے ازواج مطہرات کے مکانوں میں سے نکال دیا گیا تھا۔

جن اعضاء کا کھلا رکھنا موجب شرم مانا جاتا تھا وہی ستر عورت ہے جس کی وجہ سے انسان اور دیگر حیوانوں میں امتیاز ہوتا ہے اور اسی کو شریعت نے واجب قرار دیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ "برہنہ ہونے سے احتراز کرو کیونکہ تمہارے ساتھ ایک فرشتہ ہے وہ جدا نہیں ہوتا مگر وقت پائخانہ پیشاب کے یا جب کوئی آدمی اپنی بیوی سے مباشرت کے لئے جاتا ہے پس ان سے حیا کرو اور ان کی تعظیم کرو۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "پہلی نگاہ تمہارے لئے معاف ہے دوسری نہیں۔" (پہلی نگاہ کو دیر تک ٹھہرائے رکھنا یہ بھی بمنزلہ دوسری نگاہ کے ہے[لہ])۔

اور ارشاد فرمایا کہ "نابینا تم کو نہیں دیکھ سکتا لیکن تم تو نابینا کو دیکھ سکتی ہو۔"

صفتِ نکاح

عورتیں اپنے نکاح کا خود فیصلہ کرنے میں عموماً دھوکہ کھا جاتی ہیں اور اکثر غیر کفو کے اندر رغبت کر بیٹھتی ہیں پس واجب ہوا کہ اُن کے نکاح کے بارے میں ولی کو اختیار دیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ولی کے بغیر نکاح درست نہیں۔" ہاں عورت کی اجازت واجب ہے۔ اور نکاح میں خطبہ مسنونہ پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

نکاح متعہ کی وقتی طور پر اجازت دی گئی تھی بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔ مہر اسی لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ شوہر کو نظام زوجیت توڑنا آسان نہ ہو۔ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں۔ ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر ½ ۱۲ اوقیہ کا طریقہ رکھا تھا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کی چند سورتیں یاد کرا دینا مہر قرار دیا۔ نکاح کی تشہیر اور اس کا شکرانہ ولیمہ کی شکل میں کیا جاتا ہے۔ دعوت ولیمہ کا قبول کرنا ایک قسم کی صلہ رحمی ہے۔ البتہ تکبر والے کھانے کی بھی ممانعت

لہ پہلی نظر تھی دل کا مول ÷ اب آنسو کے موتی رول = دنیا میں حسرت ÷ آخرت میں عقوبت

فرمادی ہے۔

تصویر کشی اور تصویر والے کپڑے وغیرہ کو بھی حرام قرار دیدیا گیا اور جس گھر میں تصویریں ہوں وہاں داخل ہونے سے بھی منع فرمادیا۔ اس سے فخر و غرور کا اظہار کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے اس سے حقد و حسد، بغض و کینہ اور فتنہ و فساد کی آبیاری ہوتی ہے۔

محرمات ◎ وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے

ماں، پھوپھی، چار بیویوں سے زیادہ جمع کرنا، بھتیجی، خالہ، بھانجی، بہن بیوی کی ماں، پھوپھی اور بھتیجی کا جمع کرنا، خالہ اور بھانجی کا جمع کرنا، دو بہنوں کا جمع کرنا، بیٹی، دُودھ پلانے والی ماں، دُودھ پینے والی بہن، بیوی کی سابقہ بیٹی، وہ عورت جس سے نکاح ہوا صحبت کی ہو یا نہ کی ہو اس کی بیٹی اور بہوئیں جو تمہاری پشت سے بیٹوں کے نکاح میں ہیں ان سب سے نکاح حرام ہے۔

دُودھ پلانے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "ایک دو گھونٹ حرام نہیں کرتے، نہ ایک دو چسکیاں حرام کرتی ہیں اور نہ ایک دو دھاریں حرام کرتی ہیں۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "وہی دُودھ پلانا رشتۂ رضاعت قائم کرتا ہے جو بچّہ کو بھوک کی ضرورت کے وقت پلایا جائے۔"

نیز ارشاد فرمایا کہ "حُرمت رضاعت اس دُودھ سے پیدا ہوتی ہے جو سینہ سے اُتر کر بچہ کی آنتوں کو پھیلائے اور دودھ چھوٹنے کے زمانہ سے پہلے پلایا جائے۔"

جو شخص کسی محرم سے نکاح یا بلا نکاح جماع و ہمبستری کرے اُسے قتل کردیا جائے۔

آداب مباشرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عورتوں سے ان کی دُبر میں مباشرت نہ کرو جو شخص عورت کی دبر میں صحبت کرے وہ ملعون ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ " اگر عزل نہ کرو تو اچھا ہے کیونکہ قیامت تک جو روح بھی وجود میں آنے والی ہے وہ وجود میں آکر رہے گی۔" اس سے اشارہ ملتا ہے کہ عزل مکروہ ہے، حرام نہیں ہے۔

اسی طرح دُودھ پلانے والی عورت سے جماع مکروہ ہے، حرام نہیں ہے۔

اسی طرح جو اپنی بیوی کا راز فاش کرتا ہے وہ بدترین آدمی ہے۔

اور ارشاد فرمایا کہ "حیض والی عورت سے سوائے جماع کے سب کچھ کرلو۔"

حقوق زوجیت

معاشرت کی تکمیل کے لئے عورت مرد میں باہمی تعاون سب سے زیادہ اہم ہے۔ عورت کھانے پینے لباس وغیرہ کی تیاری میں، بچوں کی پرورش اور تربیت میں مرد کی کفالت کرتی ہے۔ میاں اور بیوی دونوں باہمی ہمدردی محبت رکھیں عفو اور درگزر سے پیش آئیں، کینہ اور حسد سے اجتناب کریں، باہم خوش طبعی زندہ دلی اور خندہ روئی اپنائیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "عورتوں کے متعلق خیر و بھلائی کی وصیت کیا کرو کیونکہ عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اگر تو اس کو سیدھا کرنا چاہے گا تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔

اور ارشاد فرمایا کہ "کسی شخص نے اپنی عورت کو اپنے بستر پہ بلایا اور عورت نے انکار کردیا جس سے مرد نے غصہ میں رات گزاری تو فرشتے صبح تک اس عورت

پر لعنت بھیجتے ہیں"۔
اور ارشاد فرمایا کہ "کسی کی دو عورتیں ہیں اور وہ دونوں میں عدل وانصاف نہیں کرتا تو قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا"۔
عورتوں پر ظلم کی ایک صورت یہ ہے کہ جب عورت کو طلاق ہو جاتی ہے تو اس کو دوسرے نکاح سے روکتے ہیں۔ اسی طرح یتیم لڑکیوں پر ظلم کرتے ہیں۔ نئی باکرہ بیوی کے پاس سات دن گذارے جاسکتے ہیں یہ بھی سُنّت طریقہ ہے اور غیر باکرہ کے پاس تین دن گذارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب چونکہ حکم عام کردیا گیا لہٰذا کسی کی دل شکنی کا سوال ہی نہیں رہ جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو بیویوں میں قرعہ ڈال دیا کرتے۔

طلاق

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جس عورت نے بلا شدید مجبوری کے اپنے شوہر سے طلاق مانگی اس پر جنّت کی خوشبو حرام ہے"۔
اور ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ترین حلال طلاق ہے"۔
(اور آجکل یہ وبا، عام ہوگئی ہے۔ نظام خانہ داری اور خانگی سکون ختم ہوگیا ہے۔ زنا عام ہورہا ہے اور یہ سب کچھ آزادی کے نام پر ہورہا ہے۔ ناقل)۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ذائقہ چکھنے والے مردوں اور عورتوں پر"۔
اور ارشاد فرمایا کہ "اکراہ وجبر میں نہ طلاق ہے اور نہ غلام آزاد ہوتا ہے"۔
اور حلالہ کے بارے میں سنّت نبوی نے اس نکاح کے ساتھ عورت سے صحبت وہمبستری اور عورت کی شرمگاہ کی لذت کی بھی شرط لگادی ہے۔
عورت جب تک شوہر کے گھر میں اور اس کے قبضہ میں ہے اور شوہر کے عزیز واقارب میں رہتی ہے یہ ناممکن ہے کہ عورت کی رائے غالب رہے بلکہ شوہر

کی رائے اس پر غالب آجاتی ہے۔ شوہر کے اعزہ اقارب عورت کو سمجھا بجھا کر رضامند کر لیتے ہیں۔ لیکن عورت جب ان تمام سے الگ ہو جاتی ہے اور زمانہ کی سردی گرمی دیکھ لینے کے بعد وہ شوہر سے رضامندی ظاہر کرے تو وہ حقیقی معنوں میں رضامندی ہوتی ہے نیز اُن کو مفارقت کا مزہ چکھا دیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ حالتِ حیض میں طلاق مکروہ ہے۔ طلاق کے لئے دو گواہوں کا حکم بھی ہے۔

خلع ○ ظہار ○ لعان ○ ایلاء

خُلع۔ عورت شوہر کو مال دے کر علیحدگی یعنی طلاق حاصل کرتی ہے حالانکہ اس مال کے عوض شوہر اس سے لطف اندوز ہو چکا ہے۔

ظِہار۔ شوہر اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن یا بہن کی پشت جیسی کہہ دے اس کے لئے کفارہ مقرر کیا گیا ہے ایک غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا متواتر دو ماہ کے روزے رکھے۔

لعان۔ شوہر اپنی بیوی پر زنا کا اتہام لگائے پہلے مرد چار مرتبہ قسم کھائے (کہ میں اس بات کہنے میں سچا ہوں) اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر میں (یہ بات) جھوٹ کہتا ہوں تو اللہ کی مجھ پر لعنت ہو۔ اسی طرح عورت بھی کہے۔

لعان کی آیت نازل ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم لعان کی بابت فیصلہ کرنے میں تردد میں تھے۔ شوہر تہمت لگانے کے بعد اگر لعان سے انکار کرے تو حد قذف[1] جاری کی جائے گی اور اگر عورت قسم کھانے سے انکار کرتی ہے تو زنا کی حد جاری ہوگی۔

ایلاء۔ اپنی بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا اگر کسی نے چار ماہ تک قسم کھانے کے بعد اپنی بیوی سے ہمبستری نہ کی تو وہ علیحدہ کر دی جائے گی۔

[1] حد قذف اگر کوئی آدمی کسی پر زنا کی تہمت لگائے اور گواہ پیش نہ کر سکے تو اس پر یہ حد جاری کی جاتی ہے۔

عدت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ" اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ اپنے آپ کو تین دفعہ کپڑوں کے آنے تک روکے رکھیں"۔ عدت سے پیٹ میں اگر کوئی اولاد ہے تو متحقق ہو جاتی ہے۔ شریعت نے تین طہور کی عدت اس لئے بھی قرار دی تاکہ شوہر اس مدت میں طلاق دینے کے بارے میں خوب غور و فکر کر سکے۔ اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی مدت وضع حمل ہے۔ بیوہ کی عدت چار مہینہ دس دن ہے۔ زینت ترک کرے تاکہ اس کے اندر ہیجانی کیفیت نہ پیدا ہو اور سوگ کرے مطلقہ کو زینت کی ترغیب دی جاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حاملہ عورت سے وطی نہ کی جائے جب تک کہ وضع حمل نہ ہو جائے اور نہ غیر حاملہ سے صحبت کی جائے جب تک کہ اُسے حیض نہ آجائے"۔

اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنا پانی غیر کی کھیتی کو پلائے"۔

اولاد، غلام اور باندیوں کی تربیت

ہر شخص اپنے باپ دادا کی طرف اپنی نسبت پسند کرتا ہے۔ نیز ہر انسان کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کے اولاد ہو اور اس کی نسل منقطع نہ ہو۔ ناجائز طریقہ سے بچہ پیدا کرنے کا شریعت نے قلع قمع کر دیا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لڑکا صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں"۔ اس سے یہ ہوا کہ کسی ایک عورت پر بہت سے آدمی نہیں ٹوٹ پڑ سکتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف نسبت کرے اور اُسے معلوم بھی ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس

پر جنت حرام ہے۔" اسی طرح ماں کے انکار کرنے پر بھی بہت سخت وعید آئی ہے۔ باپ کا یہ انکار قتل اولاد کے مترادف ہے اور ماں کے لئے دائمی ذلت۔

عقیقہ

حقوق دایہ و والدین و آقا اور غلام وغیرہ

عقیقہ بچے کی ولادت کی تشہیر ہے، عقیقہ کی ایک یہ بھی مصلحت ہے کہ سخاوت پیدا ہو۔ نیز نصاریٰ میں جب بچہ پیدا ہوتا تو زرد پانی سے رنگ دیتے تھے اس عمل کو عمودیہ کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ز (البقرۃ ۔ ۱۳۸)

ہم (دین کی) اس حالت پر رہیں گے جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو۔

عقیقہ سنت ابراہیمی اور اسماعیلی بھی ہے جس میں حج بھی ہے جیسے سر منڈانا اور جانور ذبح کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " بچہ عقیقہ کے عوض رہن کیا ہوا ہے ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور سر منڈا دیا جائے۔" اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی جائے۔ پیدا ہوتے ہی اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی جائے۔ اور ساتویں ہی دن نام رکھا جائے اور نام عبداللہ، عبدالرحمٰن یا محمد یا احمد رکھے۔

دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے اس سے کم میں بھی اجازت ہے اگر ماں مریض ہے تو دایہ سے دودھ پلایا جائے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ میں ذبح کی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " اپنی اولاد کو حکم دو نماز پڑھنے کا جب وہ سات سال کی ہو جائے۔"

ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ میرا بیٹا ہے۔ میرا شکم اس کا ظرف تھا میری چھاتی اس کے پینے کا برتن تھی، میری گود اس کا گھر تھا اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور اب وہ اس لڑکے کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا جب تک تم نے کہیں نکاح نہیں کیا لڑکے کی حقدار تم ہو۔

حدیث میں مروی ہے کہ "مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں سلام کا جواب دینا مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے پیچھے چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کا جواب دینا"

اور ارشاد فرمایا "بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو (اور مصیبت زدہ کو) رہائی دلواؤ"

اور ارشاد فرمایا کہ "غلام اور باندی کا کھانا کپڑا آقا پر لازم ہے اور ان کی طاقت سے باہر اس کو تکلیف نہ دی جائے" غلام پر تہمت نہ لگائی جائے۔

اور ارشاد فرمایا کہ "جس نے مسلمان باندی کو آزاد کیا تو اس کے ہر ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزادی دی جائے گی"

سیاست مدن

شہری و ملکی سیاست کے لئے خلیفہ کی ضرورت

ملکی اور شہری تنظیم میں سب سے پہلے فوج و محافظ کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسری خلیفہ کی جو اسلام کو بلند کرے اور کفار سے جزیہ وصول کرے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدنی و ملکی ضروریات کو چار باب میں جمع کر دیا ہے۔ باب مظالم، باب حدود، باب قضایا اور باب جہاد۔ ان کے لئے کلیات (قانون) بنادیئے گئے تاکہ خلیفہ ظلم و زیادتی نہ کرسکے۔

اہل فارس نے جب کسریٰ کی لڑکی کو بادشاہ منتخب کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جس نے عورت کو اپنا بادشاہ

بنالیا"۔ لہٰذا خلیفہ کے لئے مرد ہونے، بہادر، عقل والا، شرافت بھی مسلّم، اسلام علم اور عدالت بھی شرط ہے یہ سب خصوصیات قریش میں موجود تھیں اس لئے ان ہی میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر لوگوں نے بیعت کیا۔ خلیفہ نائب رسول ہوتا ہے وہی عامل اور امیر مقرر کرتا ہے۔

مظالم

ظلم وجور کی مدافعت کے شرعی طریقے

مظالم کی حیثیت کے مطابق سزائیں مقرر کی جاتی ہیں مثلاً جان پر حملہ، بدن پر حملہ اور مال پر حملہ۔ قتل کی تین قسمیں ہیں قتل عمد، قتل خطا اور قتل شبہ عمد۔ قتل عمد کا عذاب جہنم ہے اور دنیا میں سزا قصاص ہے۔ عورت کے بدلہ میں مرد کو قصاص میں قتل کیا جائے۔ کافر کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہ کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیٹے کے بدلہ میں باپ سے قصاص نہ لیا جائے"

قتل شبہ عمد میں دیت یعنی خونبہا ہے جس میں اونٹ وغیرہ دئے جاتے ہیں۔ قتل خطا میں بھی دیت ہے لیکن اس میں اونٹ دینے کی تفصیل الگ ہے (خلاصہ یا قتل یا مال کی دیت ہوتی ہے)۔ قتل عمد کی دیت کی مدت ایک سال اور باقی کی تین سال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (النساء-۹۲)

اور جو مسلمان کو غلطی سے قتل کرے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرے۔

اور جگہ ارشاد فرمایا کہ :۔

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج (البقرۃ-۱۹۱)

اور فساد کا برپا کرنا خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے۔

اگر قتل کے گواہ نہ ملیں تو دیت کا فیصلہ پچاس آدمیوں کے قسم کھانے پر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے

آدھی ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ ایک حمل گرانے کے جرم میں ایک غلام یا باندی آزاد کرو۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط (المائدۃ-۴۵)

جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے قصاص ہے۔

اگر زخم کی وجہ سے ہڈی ٹوٹ گئی ہے تو پھر قصاص نہیں لیا جائے گا (بلکہ اس کا معاوضہ دلایا جائے گا)۔ بعض تابعین نے کہا کہ طمانچہ کے بدلے طمانچہ اور چٹکی کے عوض چٹکی ہے۔ اگر کسی کو معذور کر دیا تو پوری دیت واجب ہو گی۔ عقل زائل کر دی جائے تو دیت لازم آئے گی۔

اور ارشاد فرمایا کہ "اگر کسی آدمی نے تمہارے گھر کے اندر جھانکا اور تم نے اس کو اجازت نہیں دی تھی اور تم نے اس کو کنکر مارا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔" اور ننگی تلوار لے کر پھرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے کسی کا مال غصب کرنے سے ہاتھ نہیں کاٹا جاتا لیکن چوری سے کاٹا جاتا ہے۔ مال تلف کرنے پر ضمان و تاوان دینا پڑتا ہے۔

حدود و تعزیرات

بعض ایسے گناہ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے "حد" مشروع فرمائی ہے اس قسم کے معاصی میں صرف آخرت سے ڈرانا کافی نہیں ہوتا بلکہ عبرت ناک سزا کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً زنا، چوری، رہزنی یا قذف (یعنی تہمت زنا)۔

سزا کے دو طریقے ہیں ایک جسمانی سزا دوسری نفسانی مثلاً شرم و حیا اور غیرت و عار دلانا اور بے عزت کرنا۔ اس سے کم کی سزا جلا وطن کر دینا، اس کی

گواہی قبول نہ کرنا۔ منہ سرخ یا کالا کر کے شہر میں گشت کرایا جائے۔ ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب رجم کر دیا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پوری امت پر تقسیم کی جاتی تو کافی ہو جاتی۔"

لواطت کی حد کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جس کو تم قوم لوط کا کام کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "چور کا ہاتھ ایک چوتھائی دینار سے کم میں نہ کاٹا جائے۔" اور فرمایا کہ ہاتھ کاٹ کر چور کے گلے میں لٹکا دیا کرو۔ بعض وقت چور کو مالی سزا بھی دی جاتی ہے۔

اور ارشاد فرمایا کہ "دو آدمی ستر کھول کر باتیں کرتے ہوئے قضاء حاجت کے لئے نہ بیٹھیں۔" (کیونکہ ایسا کرنا لعنت کا موجب ہے)۔

اور ارشاد فرمایا کہ "جو چیز کثیر مقدار میں نشہ آور ہو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔" غرض کہ ہر عمل کی سزا اسی عمل کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ نشہ کا علاج یہی ہے کہ جس چیز سے اُسے لذت حاصل ہوتی ہو اس کو عین طلب کے وقت اس سے محروم کر دیا جائے۔ (خون و پیپ ہی کی طرح تو یہ شراب بھی بدبودار اور بدلذت ہوتی ہے)۔ شراب خور کو ۴۰ ضربیں لگانے کا حکم ہے پھر ۸۰ کوڑے کر دئے گئے۔

اور ارشاد فرمایا کہ "جس نے اپنا دین بدلا اُسے قتل کر دو۔"

خلافت کے جھوٹے دعویدار کو قتل کر دو۔ اگر کوئی شخص خلیفہ کے مقابلہ میں اس لئے خروج کرے کہ وہ ظلم کرتا ہے تو اس کو شریعت کے ذریعہ اس کا فیصلہ کرانا چاہیئے نہ کہ شمشیر کے ذریعہ اس کو چاہیئے کہ ایسے عقلمند اور ذکی الفہم عالم کو بھیجے جو شبہات کو دور کرے اور ظلم کو دور کرے اور اس کی اصلاح کر دے۔

احکام قضاء

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو آدمی قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا"۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "جب دو آدمی تم سے فیصلہ و قضاء چاہیں تو جب تک دوسرے کی بھی بات نہ سن لو پہلے کی بات پر فیصلہ نہ دو"۔

مدعی وہ ہے جو چیز اس کے قبضہ میں نہیں ہے اس پر یعنی ظاہر کے خلاف دعویٰ کرتا ہے۔ اور مدعا علیہ وہ ہے جو اصل چیز پر قابض ہے۔ کسی مقدمہ کے فیصلہ کے لئے گواہی اور قسم اہمیت رکھتی ہے۔ الفاظ کے ذریعہ قسم کو وزنی بنانے کی صورت یہ ہے کہ لفظ "اللہ" کے ساتھ اس کی دیگر صفات و اسماء کا اضافہ کیا جائے۔ اسی طرح زمان و مکان کے ذریعہ قسم میں وزن پیدا کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ	اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز
فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ (المائدۃ۔ ۱۰۶)	روک لو پھر دونوں خدا کی قسم کھائیں۔

اسی طرح مقام کا معاملہ ہے بیت اللہ کے اندر، مسجد نبوی میں یا عام مساجد کے ممبر کے سامنے قسم لینے کی اہمیت ہے۔ اسی طرح بیع و شرا کے مقدمہ میں تاوان کی اہمیت ہے۔

اور ارشاد فرمایا کہ "جب کسی راستہ کے متعلق تمہارا اختلاف ہو تو سات ذراع چوڑا راستہ رکھا جائے"۔

جہاد

کامل ترین دین، دین اسلام ہے جس میں جہاد کا حکم ہے جس سے امر و نہی کا نفاذ کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قیصر کو لکھا کہ "تم پر تمہارے

خدام کا بھی وبال ہے۔"

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے مقابلہ میں جہاد کیا جو سرکش، قوی مضبوط اور شریر النفس تھے۔ پھر بعد میں جا کر وہ لوگ احسان ونیکی کے علمبردار بن گئے۔ اگر شریعت ان کے خلاف جہاد کا حکم نہ دیتی تو ان کے حق میں یہ سعادت کہاں نصیب ہوتی۔ جہاد اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُن کو قتل کیا ہے۔"

جہاد وغزوہ کے فضائل بے شمار ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں :۔

① جہاد نظام الٰہی کو قائم کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

② جہاد میں بڑی مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اس میں اخلاصِ نیت رکھا جاتا ہے۔

③ سلامتی قلب اور ایمان کاملہ جہاد سے ملتا ہے۔

④ قیامت کے دن شہید خون کے رنگ سے پہچانا جائے گا۔

⑤ جہاد کے لئے کافی تیاری اور اہتمام کرنا پڑتا ہے۔

⑥ جہاد سے دین کی شوکت اور دبدبہ قائم ہوتا ہے۔

⑦ دار الجزاء میں مجاہد کا درجہ اسی صورت میں متمثل ہوگا جس صورت میں یہ اُن کے خزانۂ معلومات میں متمکن تھا۔

⑧ جہاد کی تیاری اور سامان میں رباط (یعنی جہاد کی نیت سے گھوڑے باندھنا) اور اسلحہ کا استعمال سیکھنا وغیرہ۔

چنانچہ اوّلین تو مہاجرین اور انصار، قریش اور قریش کے اردگرد بسنے والوں کے لئے جہاد اسلام میں داخل ہونے کا موجب ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں کے ہاتھوں عراق وشام فتح کرائے پھر ان کے ہاتھوں ایران وروم۔ اس کے بعد کے لوگوں کے ہاتھوں ہندوستان، ترکستان، سوڈان وغیرہ ممالک فتح کرا دئیے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس نے جہاد کرنے والوں کے لئے

سامان مہیا کر دیا وہ غازی ہے اور جس نے مجاہد کے پیچھے اس کے اہل و عیال کی خبر گیری کی وہ بھی مجاہد اور غازی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ○ (آل عمران - ۱۶۹)	اے پیغمبر! جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں اُن کو مرا ہوا خیال نہ کرو بلکہ یہ لوگ اپنے پروردگار کے پاس جیتے جاگتے ہیں اور ان کو روزی دی جاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین تمام دوسرے ادیان اور مذاہب پر غالب ہوگا۔ جب جہاد، جہاد کا اسلحہ اور سامان حرب موجود ہوں گے۔ جب مسلمان جہاد ترک کر کے بیلوں کی دُم کے پیچھے لگیں گے تو ذلّت و رسوائی اُن پر محیط ہو جائے گی اور دوسرے مذاہب والے اُن پر غالب آجائیں گے۔

پندرہ سال سے کم عمر کے بچوں کو لشکر میں بھرتی نہ کیا جائے۔ مخزل وہ جو جہاد سے اوروں کو روکے (اور بزدلی پھیلائے)۔ مرجف وہ جو کفار کی موت کا تذکرہ کرتا رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہم کسی مشرک کی مدد نہیں چاہتے"۔ بوقت ضرورت مضائقہ نہیں۔ نوجوان عورتوں کو فوج کے ساتھ نہ لیا جائے لیکن عمر رسیدہ عورتوں کو لے سکتے ہیں۔ لشکر کو اتنی مسافت تک چلنے کا حکم دیا جائے کہ ضعف و کمزوری برداشت کر سکیں۔ امام اپنے ارادہ کو مخفی رکھے۔ جنگ میں دھوکہ سے کام لیا جاسکتا ہے کیونکہ جنگ خود ایک دھوکہ ہے۔

اور ارشاد فرمایا کہ "جب تم دیکھو کہ کسی نے خیانت کی ہے تو اس کا سارا مال جلا دو اور اُسے خوب مار مارو"۔ مال فئی یعنی مال غنیمت، جزیہ اور مفتوحہ زمین کی تقسیم قاعدہ کے مطابق کی جائے۔ مصارف مال غنیمت وغیرہ:۔

① معذورین اور محتاج تنگدست پر۔

② سرحد پر اور ہتھیار بندی اور سامان حرب پر۔
③ ملکی نظم ونسق انتظامیہ پر۔
④ خطیب، ائمہ
⑤ رفاہِ عامہ پر مثلاً نہر، اسپتال وغیرہ۔ سوار کو تین حصے اور پیادہ کو ایک حصہ مالِ غنیمت ملے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کو میں جزیرۃ العرب سے نکال دوں گا۔ اور مشرکوں کو وہاں سے نکال دینے کی وصیت کرتا ہوں"

اور ارشاد فرمایا کہ "آخر زمانہ میں دین سمٹ کر مدینہ منورہ میں آجائے گا"

معیشت

چار اخلاق

① رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں ایک اہم مصلحت یہ بھی ہے کہ انسان اپنے اشغال دنیاوی ہی پر تکیہ نہ کر بیٹھے بلکہ ان اشغال کے اندر کچھ ایسے اذکار ودعائیں موجود ہوں جو اپنے منعم حقیقی کی یاددہانی کرادیا کریں۔
② انسان کے بعض افعال شیاطین کے معاون بن جاتے ہیں اس لئے اُن کو حرام قرار دے کر ممانعت کردی جائے مثلاً اُلٹے ہاتھ سے کھانا وغیرہ۔
③ بعض افعال اور ہیئت ایسی ہوتی ہے جس سے شیطان بھاگ جاتا ہے مثلاً گھر میں داخل ہوتے وقت دُعا پڑھ لی جائے۔ ایذا رساں فعل سے اجتناب کیا جائے مثلاً ناہموار چھت پر سونا یا سوتے وقت چراغ گُل نہ کرنا کیونکہ چوہا آگ لگادیتا ہے۔
④ اس کے قریب نہ جاؤ جس سے اللہ کی یاد سے غفلت ہوتی ہے مثلاً ریشم، ریشمی تکیہ، ارغوانی سرخ رنگ، اور عیش پرستی کی تمام عادات، سامان وغیرہ کو روک

دیا جائے۔ افراط و تفریط سے نکل کر درمیانہ راستہ اختیار کیا جائے۔

کھانے پینے کی اشیاء

جب انسان کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بندر اور خنزیر بنا دیا۔ اس لئے کچھ جانور حرام کر دئے گئے یا ان کے کھانے کی ممانعت کر دی گئی چند قسم کے جانور یہ ہیں :۔

① درندے یعنی چیرنے پھاڑنے والے مثلاً بھیڑیا، چیتا، شیر وغیرہ۔

② جھپٹا مارنے والے حیوانات جیسے لوا، چیل، باز، گرگٹ، مکھی، سانپ بچھو وغیرہ۔

③ وہ حیوانات جو زمین میں چھپ جاتے ہیں مثلاً چوہا، کیڑے مکوڑے۔

④ نجاستوں اور مردار کھانے والے جانور۔

⑤ گدھا جس کی حماقت، بے وقوفی، بے حیائی، رذالت ضرب المثل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جب تم کسی گدھے کی آواز سنو تو بارگاہِ الٰہی میں شیطان سے پناہ مانگو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھ کر چلاتا ہے"۔

تمام اطباء کا اتفاق ہے کہ مذکورہ بالا حیوانات مزاج انسانی کے سراسر خلاف ہیں اور ان کے کھانے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ جانور بھی حرام ہوا۔ اسی طرح مردار جانور کا کھانا حرام ہوا۔ حلال جانور کے مرتے ہی اس میں زہریلے جراثیم سرایت کر جاتے ہیں جو مزاج انسانی کے خلاف ہیں (اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت ہے کہ پھر وہ جانور زہر نہیں بنتا)۔ جانور کو نیم بسمل نہ چھوڑو۔

جس کے اندر شبہ و احتمال ہو اس کو ترک کر دینا بھی ورع و تقویٰ ہے اگرچہ وہ حرام نہ ہو۔ اگر خبیث چیز طیب و پاک چیز سے الگ ہو سکتی ہے تو خبیث کو نکال دیا جائے اور طیب و پاک چیز کھائی جائے ورنہ سب حرام ہے مُنْخَنِقَة

جو گلا گھونٹ کر مارا گیا ہو۔ مَوْقُوْذَۃ وہ جانور جو بغیر چھری کے مارا جائے۔ مُتَرَدِّیَۃ اُونچی جگہ سے گر کر مر گیا ہو۔ نَطِیْحَۃ کسی جانور کے سینگ سے مرا ہو۔ وَمَا اَکَلَ السَّبُعُ درندے کے کھانے سے بچ رہنے والا۔ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ جو بتوں کے نام پر ذبح کیا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ "نشانہ بازی کے لئے زندہ جانور باندھ دیا جائے اور نشانے لگا کر مارا جائے اس کا گوشت بھی حرام ہے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر رحم کرنا انسان کے لئے فرض کیا ہے اگر تم کسی کو قتل کرو تو احسان کے ساتھ قتل کرو اور جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو ذبیحہ کے ساتھ احسان کرو۔ تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنی چھری تیز کر لیا کرے اور اپنے ذبیحہ کو جلد آرام پہنچا دے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "زندہ جانور کے ساتھ سے جو چیز کاٹ لی جائے وہ مردار ہے"

اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص شکار کے پیچھے پڑ گیا وہ لہو میں مبتلا ہو گیا" (یعنی شکار میں کثرت اور بہتات نہ کرے)۔

سدھے ہوئے کتے کے ذریعہ شکار کے شرعی احکامات بہت واضح ہیں۔ کتے کے ذریعے شکار کرو تو اللہ کا نام لے کر چھوڑو۔ اسی طرح جب تیر پھینکو تو اللہ کا نام لے کر پھینکو ان سب کے احکامات بھی الگ الگ ہیں مثلاً شکار غائب ہو کر اگر ملے تو کیا کیا جائے اگر صرف زخم لگا ہے تو کیا حکم ہے۔

اونٹنی، گائے، بکری کو ذبح کیا تو اس کے پیٹ سے بچہ نکلا تو اس بچہ کو کھایا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

آداب طعام

کھانے پینے کے آداب اور اُن کے اسرار و حکم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد

ہاتھ دھونے سے کھانے میں برکت ہوتی ہے"۔

اور ارشاد فرمایا کہ" اپنا اناج ناپا کرو تمہیں برکت دی جائے گی"۔

اور ارشاد فرمایا کہ" تم میں سے جو کھانا کھائے رکابی کے بیچ سے نہ کھائے بلکہ اپنی طرف کے کنارے سے کھائے کیونکہ رکابی کے اوپر سے برکت اُترا کرتی ہے"۔

(قناعت کر لینا یہ بھی برکت ہے) اس کو اس طرح سمجھو کہ مثلاً دو آدمیوں کے پاس سو سو روپیہ ہے ان میں سے ایک فقر و فاقہ کے ڈر سے اپنا مال خرچ نہیں کرتا اور دوسروں کے مال پر طمع کرتا ہے۔ دوسرا شخص میانہ روی سے زندگی بسر کرتا ہے لوگ اُسے دولت مند سمجھتے ہیں اور وہ اپنی حالت پر مطمئن ہے۔ پس سمجھ لو کہ اس دوسرے شخص کو برکت دی گئی۔ اپنا مال اپنے اوپر بقدر ضرورت خرچ کرتا ہے یہ بھی برکت ہوئی۔

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ" جس نے حرص نفس کے ساتھ مال حاصل کیا اس میں برکت نہیں دی جائے گی اس کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے کہ کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا"۔

اسی طرح اناج کی جو قدر دانی نہیں کرتا اور چلتے پھرتے کھا پی لیتا ہے تو اُسے دل جمعی حاصل نہیں ہوتی پھر برکت کہاں سے آئے۔ حاصل کلام جوتا اتار کر ہاتھ دھو کر دل جمعی سے بیٹھ کر سیدھے ہاتھ سے بسم اللہ پڑھ کر اپنے سامنے سے کھائے جب لقمہ گر جائے تو اٹھا کر صاف کر کے کھالے، جب کھانے میں مکھی گر جائے تو اُسے پوری اندر ڈبوئیں کیونکہ اُس کے ایک بازو میں شفا ہے دوسرے میں بیماری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دستر خوان اونچی جگہ پر رکھ کر کھانا نوش فرمایا (میز کرسی) نہ چھوٹے پیالے میں کھایا۔ نہ لمبی باریک پتلی چپاتی پکائی گئی۔ نہ مُسلّم بکری پکی ہوئی سامنے لائی گئی، نہ کبھی تکیہ لگا کر کھایا، نہ چھنا ہوا آٹا دیکھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں یہاں یہ پسند نہیں کرتا کہ اصحاب ملت اپنے امام کی سیرت کی ہر چھوٹی بڑی چیز کی پیروی کرتے رہیں

(کیونکہ ایسے امور ملک اور ماحول کی وجہ سے اختیار کیے جاتے ہیں)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مومن ایک آنت بھر کر کھاتا ہے اور کافر سات آنت بھر کر کھاتا ہے۔"

اور فرمایا کہ "جس گھر میں کھجور ہوں اس گھر والے بھوکے نہ مریں گے۔ اور جس گھر میں کھجور نہیں وہ بھوکے مریں گے۔"

نیز ارشاد فرمایا کہ "سرکہ بہت اچھا سالن ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص لہسن پیاز کھائے وہ ہم سے دور رہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "تمام حمد و ثنا اُس اللہ کے لئے ہے جو بہت زیادہ تعریف والا پاکیزہ جس کے اندر برکت دی گئی ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر ضروری ہے کہ وہ مہمان کی ضیافت کرے۔"

مسکرات

شراب اور نشہ آور چیزوں کی حرمت اور اس کے اسباب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ (المائدہ۔ ۹۱)

شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ (شراب اور جوئے کی وجہ سے) تمہارے اندر دشمنی اور عداوت ڈلوا دے۔

اور ارشاد فرمایا:۔

فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ز وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرہ۔ ۲۱۹)

ان دونوں چیزوں میں (یعنی شراب اور جوئے میں) بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو کچھ فائدہ بھی مگر اُن کے فائدہ سے اُن کا گناہ اور نقصان بڑھ چڑھ کر ہے۔

عقلاء قلیل مقدار کی اجازت دیتے ہیں لیکن وہ انسانی فطرت کو نظر انداز کرتے ہیں۔ قلیل مقدار کثیر مقدار کی طرف کھینچ لے جاتی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے شراب پر، شراب پینے والے پر، اور پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، نچوڑنے والے پر، نچوڑانے والے پر، اٹھانے والے پر اور اُس پر جس کے لئے اٹھائی جاتی ہے (ان سب پر) لعنت فرمائی ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمادیا کہ "میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو شراب پئیں گے اور اس کا نام کچھ اور رکھیں گے۔" (اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین)۔

پانی تین سانس میں پینے کی حکمت یہ بھی ہے کہ برودت والے معدہ میں پانی بتدریج پہنچنے سے برودت کا حملہ نہیں ہوتا ہے اور اسی طرح حار مزاج کے آدمی کے معدہ میں اگر پانی بہت سا دفعۃً پہنچ جائے تو ٹھنڈک جیسی چاہیئے نہیں پہنچتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ کے دہانے سے منہ لگا کر اور پانی سے منہ لگا کر اور لوٹے سے پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ پانی اچھل کر دفعۃً حلق میں پہنچنے سے درد جگر پیدا ہوتا ہے اور معدہ کو نقصان پہنچتا ہے اور معدہ میں کوڑا کرکٹ گھس جانے کا خطرہ رہتا ہے۔

لباس، زینت وزیبائش، ظروف وبرتن وغیرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس آدمی کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا جو فخر و تکبر سے اپنی ازار (چادر) گھسیٹتا ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "مومن کی ازار نصف پنڈلی تک ہوتی ہے۔ نصف پنڈلی سے ٹخنوں کے درمیان ہو تو کچھ حرج نہیں۔ ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ آگ میں ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جس نے دنیا میں ریشم پہن لیا تو وہ قیامت کے دن اس کو نہ پہنے گا۔"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر (ریشم)، دیباج و دیبا، قسی (وہ کپڑا جو کتان وحریر سے بنا ہو) میاثر (مثیرہ کی جمع ہے مثیرہ ایک چھوٹا تکیہ ہوتا ہے جس کو سوار اپنے نیچے رکھتا ہے اگر وہ حریر کا ہو تو منع ہے) ارجوان (ایک سرخ رنگ ہے یہاں مراد اس رنگ کا کپڑا ہے) کی قطعی ممانعت کردی ہے۔ دو تین انگل کے بقدر (پٹی کے) استعمال کی اجازت ہے۔ اگر ان کپڑوں سے مرض کا ازالہ مقصود ہو تو ان کا پہننا جائز ہے۔ اور کسمی اور زعفرانی رنگ کے کپڑے جن سے سرور، تکبر اور ریا پیدا ہوتا ہو پہننے سے منع فرمایا بلکہ زعفرانی رنگ کے کپڑوں کو دوزخیوں کے کپڑے فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا کہ "آگاہ رہو کہ مردوں کی خوشبو وہ ہے جس میں خوشبو ہو رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس میں رنگ ہو خوشبو نہ ہو۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "زینت کا ترک کرنا ایمان میں سے ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جس شخص نے کپڑا پہنا دنیا میں شہرت کی غرض سے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا جوڑا پہنائے گا۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ تجھے مال دے تو مناسب ہے کہ اس کی نعمت وانعام کا اثر تجھ پر نظر آئے۔"

ان دو قسم کی احادیث میں حقیقتاً کوئی تعارض نہیں ہے۔ دراصل امر مطلوب یہ ہے کہ بخل وحرص ترک کردیا جائے اور مذموم امر یہ ہے کہ خوامخواہ تکلفات کی گہرائیوں میں نہ پھنسا جائے۔ ریا، نمائش، کپڑوں کے ذریعہ تکبر وغرور کا اظہار نہ کیا جائے جس سے فقراء اور مساکین کی دل شکنی ہو۔

اسی طرح اعلیٰ درجے کے زیورات کا استعمال ہے جو عورتوں کے لئے زینت وزیبائش ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں کے لئے حرام۔"

اسی قسم کی اصولی چیزوں میں بالوں کی زیبائش وآرائش بھی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مشرکوں کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں ترشواؤ۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "پانچ چیزیں اصل فطرت ہیں۔ ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں تراشنا، ناخن کاٹنا اور بغل کے بال اکھاڑنا۔" چالیس یوم کی حد مقرر کردی گئی۔

اور ارشاد فرمایا کہ "یہود و نصاریٰ داڑھی نہیں رنگا کرتے پس تم اُن کی مخالفت کرو۔" یعنی حنا (مہندی) سے رنگا کرو۔

اور فرمایا کہ "جو شخص بال رکھتا ہو اُسے اپنے بالوں کی عزت کرنی چاہیئے۔" ایک دن چھوڑ کر کنگھی کیا کرو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن مَردوں پر جو عورتوں کی مشابہت کریں اور اُن عورتوں پر جو مَردوں کی مشابہت اختیار کریں لعنت بھیجی ہے۔"

آرائش وزیبائش کپڑوں پر، دیواروں پر اور فرشوں پر تصویریں بنانا اور ویسے بھی تصویر کشی حرام ہے اس سے عیش پرستی اسراف اور بُت پرستی کا دروازہ کھلتا ہے۔ درختوں کی تصویر کشی میں اس قدر قباحت نہیں ہے۔

اور فرمایا کہ "جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اُس گھر میں فرشتے نہیں آیا کرتے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "ہر مصور آگ میں ہے جو تصویریں اس نے بنائی ہیں ہر ایک کے بدلے ایک نفس مقرر کیا جائے گا وہ نفس اس کو جہنم میں عذاب دے گا۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص تصویر و مورت بنائے گا اُسے عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے اندر جان ڈالو اور وہ جان نہ ڈال سکے گا۔"

اور اسی قسم کے امور میں سے "تسلیات" یعنی غم غلط کرنے والے کھیل تماشے ہیں جو دنیا و آخرت سے غافل کر دیتے ہیں مثلاً گانے بجانے کے آلات شطرنج کبوتر بازی، جانوروں کو لڑانا (اور اب تو ٹی وی، وی سی آر، کیسٹ، ریڈیو اور فلم) دنیا کی خرافات ہیں کہ پیشاب پاخانہ تک دبا بیٹھتے ہیں اور وہاں سے نہیں ٹلتے

اگر لوگ ایسی چیزوں میں مشغول ہو جائیں تو شہری زندگی ختم ہو جائے۔ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ صرف شادی بیاہ میں دف بجانے کی رخصت ہے۔

اور ارشاد فرمایا کہ "جس شخص نے شطرنج کھیلا اس نے اپنے ہاتھ رنگے خنزیر کے گوشت سے"

اور ارشاد فرمایا کہ "میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو شرمگاہ، حریر شراب اور باجے حلال کرلیں گے"۔ حُدی خوانی کی اجازت ہے اور آلات حرب سے کھیلنا اور مشق کرنا لہو لعب میں داخل نہیں ہے۔

اسی طرح دکھاوے اور غرور کی وجہ سے کثرت سے جانور پالنا اور ان سے فائدہ نہ اُٹھانے کی مذمت آئی ہے۔

اسی طرح کُتا پالنے کی بھی اجازت نہیں ہے بجز جانوروں کی رکھوالی، شکار کے لئے اور کھیتی کی حفاظت کے لئے۔ کُتے کی طرح بندر اور خنزیر کا پالنا ممنوع ہے۔

اسی طرح سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "شام ہوتے ہی اپنے برتنوں کو ڈھک دیا کرو اور مشکیزوں کے منہ بند کر دیا کرو اور گھروں کے دروازے بند کر دیا کرو اور اپنے بچوں کو اکٹھا کر لیا کرو کیونکہ اس وقت جن پھیل جایا کرتے ہیں اور اچکتے پھرتے ہیں۔ اور سوتے وقت چراغ گل کر دیا کرو کیونکہ چھوٹا فاسق چوہا بسا اوقات فلیتہ کو کھینچ لے جاتا ہے اور گھر والوں کو جلا ڈالتا ہے"

ایک روایت میں وارد ہے کہ "سال بھر میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وبار اترتی ہے اور بے ڈھکے برتنوں اور بے بندھے مشکیزوں پر سے گذرتی ہے اور اندر چلی جاتی ہے"۔ یعنی اس رات میں عموماً ہوا خراب ہو جاتی ہے پھر جب وہ لوگوں کو لگتی ہے تو وبائی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ خود اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

اسی قسم کی چیزوں میں سے بڑی بڑی شاندار عمارتیں بنانا اور اُن کو آراستہ

کرنا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ہر عمارت، عمارت بنانے والے کے حق میں وبال ہے مگر وہ کہ جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔"

اسی طرح طب کے ذریعہ علاج جائز ہے البتہ شراب کے ذریعہ نہیں۔

اسی طرح منتر ہیں۔ جن میں کفر و شرک نہ ہو ان کا پڑھنا جائز ہے۔ قرآن اور حدیث کے الفاظ و کلمات سے کام لیا جائے تو اولیٰ ہے۔

نظر بھی حق ہے۔ جس پر نظر ڈالی جائے اُسے تکلیف و صدمہ پہنچاتی ہے اور جنات کی نظر کے بھی یہی معنی ہیں وہ تمام منتر، تعویذ اور عمل حُب وغیرہ جن میں کفر و شرک پایا جائے ان کی ممانعت وارد ہے۔ یا جن کی وجہ سے اتنا انہماک و غلو پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے غفلت پیدا ہو جائے ممنوع ہے۔

فال و بدشگونی۔ ملاء اعلیٰ میں جب کوئی فیصلہ ہوتا ہے تو بعض نفوس کی زبان پر بلا قصد (الہامی طور پر) جاری ہو جاتے ہیں جو قیاس اور ظن پر مبنی ہوتے ہیں اور اکثر کفر و شرک کا احتمال موجود ہوتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی کی بھی ممانعت فرما دی۔ نیک فال بزرگوں کے کلمات سے اخذ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی طرح عدویٰ یعنی چھوت کی بیماری ہے۔ اس میں چونکہ توکل علی اللہ کو بالکل فراموش کر دیا جاتا ہے اس لئے اس کو منع فرما دیا۔

اسی طرح ہامہ (وہ جانور جو قبر میں پیدا ہوتا ہے) اور غول یعنی بھوت پریت کا بھی یہی حکم ہے اسی لئے کاہن کے پاس جانے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرما دیا۔

انوار۔ یعنی ستاروں کا اثر اس میں بھی اس کے اصل سے منع نہیں کیا بلکہ اس میں مشغولی اور اعتقاد سے منع فرما دیا گیا ہے۔ مثلاً آفتاب و مہتاب سے کھیتی کا پکنا۔ سمندر کے مدوجزر کا انکار نہیں۔ عورتوں کی عادات اخلاق انہیں کی خصوصیات

سے وابستہ ہیں اور مَردوں کے اندر جو جرأت، دلیری، شجاعت وسختی ہے وہ بھی ایسی ہی خصوصیات کی بنا پر ہیں۔ اسی طرح جنین کی نسبت والدین کی طرف ہوتی ہے۔ بس نجوم وکواکب کے خواص باعتبار عادت الٰہی جاری ہیں۔ بس یہیں سے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارے کے اثر سے یہ رونما ہوا ہے اس سے ایمان میں خلل پڑتا ہے۔ لہٰذا علم نجوم بالکل ایسے ہی علم ہے جیسے تنسیخ شدہ انجیل وتورات۔

خواب کا بیان

رؤیا وخواب کی پانچ قسمیں ہیں:۔

① بشارت الٰہی والا ② نفسانی ③ شیطانی تخویف ④ حدیث نفس ⑤ طبعی خیالات جو غلبۂ اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ بشارت والے خواب درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک قسم کی تعلیم وتلقین ہوتی ہے جیساکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج منامی ہوئی اور پروردگار عالم کو آپ نے خواب کے اندر بہترین شکل میں دیکھا اور گناہوں کے کفارے اور لوگوں کے مختلف مدارج کی آپ کو تعلیم دی گئی۔ اور معراج منامی میں موت کے بعد کے حالات وواقعات آپ پر منکشف کیے گئے اور مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا علم دیا گیا۔ رؤیاء ملکیہ میں حسنات وسیئات صورت مثالی بن کر ظاہر ہوجاتے ہیں۔ بندگی کے عروج پر پہنچ کر آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ لیتا ہے اور اللہ تعالےٰ کو بھی دیکھ لیتا ہے۔

شیطانی ڈراؤنے خواب ملعون ومردود جانوروں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں مثلاً بندر، ہاتھی، کتے اور بدشکل سیاہ فام انسان وغیرہ۔ جو شخص ایسا خواب دیکھے تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دے اور کروٹ دوسری طرف بدل لے۔

خواب کی تعبیر معلوم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے خیالات کو پوری طرح سمجھے کہ اس خواب کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ کبھی ذہن مسمی سے اسم کی طرف منتقل ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ عقبہ بن رافع رضؓ کے مکان میں تشریف فرما ہیں آپ کے پاس ابن طاب (ایک خاص قسم کے چھوہارے ہیں) کے تازہ تازہ چھوہارے لایا۔ آپ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ دنیا میں رفعت و سرفرازی اور آخرت میں خیر و عافیت کے ساتھ رہیں گے اور ہمارا دین طیب و پاکیزہ ہے۔

کبھی انسان کا ذہن لازم سے ملزوم کی طرف منتقل ہوتا ہے جیسے خواب میں تلوار دیکھنا قتال و جنگ کی علامت ہے۔

کبھی وصف سے ذات کی طرف جو اس وصف کے مناسب ہوتی ہے ذہن جاتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو سونے کے دو کنگن کی صورت میں دیکھا کیونکہ ان پر مال کی محبت غالب تھی۔ اور کبھی صفت سے موصوف کی طرف ذہن جاتا ہے۔ جتنی خواب میں رہنمائی ملتی ہے اُسی نسبت سے اُس کی تعبیر ہوتی ہے۔ خواب کی باقی قسمیں محض وساوس ہیں اُن کی کوئی تعبیر نہیں۔

آداب صحبت و معاشرت

صالح اور فاسد آداب و اخلاق میں فرق و امتیاز کرنا بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد و مصالح میں سے ایک اہم مقصد و مصلحت ہے۔ ان میں سے ایک تحیۃ یعنی سلام ہے جس کے ذریعہ خوشی اور مہربانی کا اظہار کرتے ہیں۔ چھوٹے بڑوں کی عزت اور بڑے چھوٹوں پر مہربانی اور شفقت کرتے ہیں اس سے معاشرت انسانی مرتب ہوتی ہے۔ ہر ملت کا اپنا ایک جدا طریقہ تحیۃ کا ہوتا ہے۔ مشرکین کہتے تھے "اللہ تعالیٰ ہمیں نعمت دے تیری وجہ سے یا اللہ تعالیٰ تمہاری صبح کو نعمت سے نوازے" اور مجوسی ملاقات کے وقت کہتے "ہزار سال زندہ رہو"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ملت کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ سکھلایا اور فرمایا کہ "جب تک ایمان نہ لاؤ اُس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اور جب تک تم آپس میں محبت نہیں رکھو گے تم مومن نہیں ہو سکتے۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں جس سے تمہارے اندر محبت پیدا ہو تم ایک دوسرے کو سلام کیا کرو (مصافحہ اور ہاتھ چومنا بھی سلام کا جزء ہے)۔

اور ارشاد فرمایا کہ "چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور گذرنے والا بیٹھے ہوئے کو تھوڑے زیادہ کو اور سوار پیادہ کو سلام کریں۔" داخل ہونے والا گھر والوں کو اور بڑا بچوں اور عورتوں کو بھی سلام کرتا تھا۔

اور ارشاد فرمایا کہ "یہود و نصاریٰ کو سلام کی ابتدا تم نہ کرو اور جب تم راستہ میں اُن سے ملو تو تنگ راستہ پر اُن کو چلنے پر مجبور کردو۔" سلام کرنے پر نیکیاں ملتی ہیں آتے جاتے دونوں وقت سلام کرو۔

اور ارشاد فرمایا کہ "جب دو مسلمان باہم ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں اور دونوں اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہیں تو اللہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرماتا ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "عجمی لوگ جس طرح ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تم نہ کھڑے ہوا کرو۔" عجمی لوگوں کی تعظیم خدام کی حیثیت سے بدرجہ شرک پہنچی ہوئی تھی لیکن اگر کوئی بشاشت و خوشنودی اور اکرام میں اضافہ کرنے کی غرض سے کھڑا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے مگر کسی کے سامنے جھکنا قطعاً منع ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اُن کا ہاتھ پکڑ کر چومتے پھر اُن کو اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں اور آپ کا ہاتھ مبارک چومتیں اور اپنی جگہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھاتیں۔

گھر میں داخل ہونے کی اجازت۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ (النور۔ ۲۷)	اے ایمان والو تم اپنے (خاص رہنے کے) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ اجازت حاصل نہ کرلو اور (اجازت لینے سے قبل) اُن کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " اجازت آنکھ کے تحفظ کے لئے لازم کی گئی ہے "

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۚ۟	اے ایمان والو (تمہارے پاس آنے کے لئے) تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے اُن کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہیئے (ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے) جب (سونے لیٹنے کے لئے) دوپہر کو اپنے (بعض) کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے) نماز عشا کے بعد۔

اجازت لینے کا طریقہ۔" اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ! کیا میں اندر آسکتا ہوں ؟ تین مرتبہ اجازت طلب کرو اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " کوئی آدمی کسی کو مجلس میں سے اس کی جگہ سے نہ اُٹھائے اور اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ یوں کہے کہ ذرا کشادہ ہو جاؤ کُھل کر بیٹھو "

اور فرمایا کہ " جو شخص مجلس میں سے اُٹھ کر جائے اور پھر واپس آئے تو وہ اپنی جگہ کا حقدار ہے "

ادب۔ اور فرمایا کہ " تم میں سے کوئی شخص چت لیٹ کر اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر نہ رکھے " اور پیٹ کے بل لیٹنے کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ

کچھ مرد اور کچھ عورتیں باہم خلط ملط ہو گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حکم دیا کہ تم پیچھے ہٹ جاؤ تمہارے لئے جائز نہیں کہ راستہ کے بیچ میں بیٹھو بلکہ تم کو ضروری ہے کہ راستہ سے ایک طرف بیٹھو" مرد کو دو عورتوں کے درمیان سے گذرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔

چھینک اور اس کا جواب۔ فرمایا جس کو چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اس کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰہ۔ پھر چھینکنے والا یہ جواب دے یَھْدِیْكُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَكُمْ تین مرتبہ چھینک کا جواب ہے اس کے بعد وہ زکام ہے۔

تثاؤب' جمائی۔ فرمایا جمائی آنا شیطان کی طرف سے ہے حتی الامکان اُسے دفع کرے کیونکہ آدمی جب جمائی لیتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے لہذا ہاتھ سے منہ بند کر لیا جائے۔

سفر و سیاحت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" اگر لوگ تنہائی کی بُرائی کو جان لیں جو میں جانتا ہوں تو وہ رات کے وقت تنہا سفر نہ کرتے"۔

اور ارشاد فرمایا کہ" فرشتے ایسے رفیقوں کے ساتھ رفاقت نہیں کرتے جن کے ساتھ کُتّا اور گھنٹہ ہو"۔

اور ارشاد فرمایا کہ" سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے نیند اور کھانے پینے سے روک دیتا ہے۔ جب کام پورا ہو جائے تو اپنے اہل کی طرف جلد لوٹ جاؤ"۔

اور فرمایا کہ" سفر سے واپسی ایسی ہو کہ رات کے وقت اپنے اہل و عیال کے پاس نہ پہنچے"۔

کلام و گفتگو۔ ایسی نہ ہو کہ شہنشاہ کسی کو کہا جائے۔ فرمایا قیامت کے دن بدترین نام شہنشاہ ہے۔ ملک اور حکم صرف اللہ تعالیٰ ہے لہذا کسی کی ایسی تعظیم نہ کرو کہ شرک کا شائبہ ہو۔ نہ اپنے لڑکے کا نام یسار رکھو نہ افلح اور نہ رباح رکھو۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میرا نام رکھا کرو لیکن میری کنیت نہ رکھو کیونکہ میں قاسم ہوں اس وجہ سے کہ تم میں تقسیم کرتا ہوں۔

اور فرمایا کہ "کوئی غلام اپنے مالک کو ربی نہ کہے بلکہ "میرا سید" کہے۔"

اور فرمایا کہ "انگور کا نام کرم نہ رکھو بلکہ عنب اور حبلہ رکھو۔" اور یہ بھی نہ کہا کرو کہ افسوس زمانہ کی بدنصیبی کیونکہ دہر اور زمانہ خود اللہ تعالیٰ ہے۔

اور ارشاد فرمایا کہ "تم میں سے یہ کوئی نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہو گیا بلکہ یہ کہے کہ میرا نفس بگڑ گیا۔"

اور فرمایا کہ "تم یہ نہ کہو کہ اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا بلکہ یوں کہو کہ اللہ نے چاہا اور پھر فلاں نے چاہا۔" یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندہ کا ذکر نہ کرو بلکہ اللہ کے بعد کا درجہ دے کر کہو۔

اور ارشاد فرمایا کہ "فضول باتوں میں (مبتلا ہونے والے اور) غور کرنے والے ہلاک ہو گئے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "مسلمان کو گالی دینا فسق (گناہ) ہے اور اس سے لڑنے والا بھی فاسق ہے۔"

علماء کرام کہتے ہیں کہ چھ باتیں غیبت کی حرمت سے مستثنیٰ ہیں:-

① کسی کے ظلم کا اظہار کرنا ② کسی متکبر کی اصلاح مقصود ہو ③ کسی کے بارے میں فتویٰ طلب کرنا ④ کسی کو شر سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کی برائی کی جائے ⑤ جو علانیہ فسق و فجور کا مرتکب ہوتا ہو ⑥ کسی کی پہچان کرانے کی غرض سے اس کا عیب بیان کیا جائے۔

نیز علماء کرام نے یہ بھی کہا ہے کہ اس وقت بھی جھوٹ بولنا جائز ہے جبکہ اپنا اصل جائز مقصد جھوٹ کے بغیر حاصل نہ ہو سکتا ہو جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "وہ آدمی جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کی اصلاح کی غرض سے جھوٹ بولے اور کسی کی نیکی ظاہر کرے یا خیر و بھلائی کی بات کہدے۔"

احکام نذر و منت و قسم

نذر و قسم نیکی کی اصولی چیزوں میں سے نہیں ہیں۔ مگر پھر بھی جب ان پر اللہ کا نام لگا دیا جائے تو ان کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اس کے پورا کرنے میں کوتاہی نہ کی جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تم لوگ نذر نہ مانا کرو کیونکہ نذر تقدیر میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتی۔ اس کے سبب سے بخیل کی طرف سے کوئی چیز نکل جایا کرتی ہے۔" یعنی جب آدمی مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کے لئے مال خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

قسم کی چار قسمیں ہیں:۔

(۱) اول قسم معتقدہ (پکی) یہ اس قسم کو کہتے ہیں جو کسی آئندہ چیز کے لئے کھائی جائے وہ چیز ممکن بھی ہو۔ دل میں اس کے بارے میں فیصلہ کر لیا ہو تو اس قسم کو پورا نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں گے۔

(۲) دوسری لغو قسم۔ جیسا کہ لوگ بلا ارادہ قسمیں کھاتے ہیں یا عادت قسم کھانے کی ہو جائے یا جس کے ہونے کا گمان ہو اس پر قسم کھائی لیکن بعد میں اس کے خلاف ثابت ہو۔ ایسی قسموں پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

(۳) تیسری قسم غموس ہے۔ قصداً جھوٹی قسم اس لئے کھائی جائے تاکہ ناحق مال کسی مسلمان کا حاصل کیا جائے۔ یہ گناہ کبیرہ ہے۔

(۴) چوتھی قسم محال عادی ہے۔ یعنی خلاف عادت پر قسم کھانا جیسے گذشتہ کل روزہ رکھوں گا یا مُردہ کو زندہ کرنے کی۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس قسم کی قسم کا اعتبار ہے یا نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھایا کرو اگر قسم کھانا ہی ہے تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ ورنہ خاموش رہو۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جب تم کسی چیز کے متعلق قسم کھالو بعد میں تمہیں دوسری چیز میں خیر و بھلائی نظر آئے تو تم قسم کا کفارہ دیدو اور وہ چیز اختیار کرو جو اچھی ہے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "جس نے قسم کھائی اور پھر کہدیا انشاء اللہ تو وہ حانث نہ ہوگا۔" یعنی اس کا ارادہ قطعی نامکمل رہ گیا۔

نذر کی کئی قسمیں ہیں:۔ نذر مبہم

① نذر مبہم۔ اگر نذر معین نہ ہو تو اس کا کفارہ اور قسم کا کفارہ ایک ہی ہے۔

② نذر مباح۔ اس کو پورا کرنا واجب نہیں ہے۔

③ نذر طاعت۔ اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

④ نذر معصیت۔ اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

⑤ نذر محال۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو آدمی ایسی چیز کی نذر کرے جس کو ادا نہ کر سکے تو اس کا کفارہ قسم کے کفارہ کی طرح ہے۔"

اس میں (نذر میں) قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص کسی طاعت و عبادت کی نذر مانے تو اُسے پورا کرے اور اس کے سوا کسی چیز کی مانے اور دل میں یہ کھٹک پیدا کرے تو کفارہ واجب ہے (یعنی کفارۂ قسم ادا کرے)۔

ابوابِ شتی

سیرۃ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم، فتن، مناقب وغیرہ مختصر اور اجمالی تبصرہ

جس مقصد کے لئے ہم نے اس کتاب کو تحریر کیا اس سے اب ہم فارغ ہو گئے ہیں پورے طور پر اسرار شریعت ہم بیان نہیں کر سکے کیونکہ احکام شرعیہ کے مصالح حِکَم اور اسرار و رموز کی کوئی انتہاء نہیں ہے جو کچھ کہا گیا وہ ان کی حقیقت و جلالت شان کے لئے کافی نہیں ہو سکتا لیکن یہ بھی ایک مشہور قاعدہ ہے کہ جو چیز پوری کی پوری حاصل نہیں کی جا سکتی اُسے سب کا سب ترک بھی نہیں کیا جا سکتا اس لئے

ہم بہت ہی اختصار سے سیرۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور فتن اور مناقب صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ نسب اس طرح ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ عرب کے افضل واعلیٰ نسب وخاندان میں سب سے زیادہ شجاع، بہادر، سخی اور سب سے زیادہ فصیح اللسان، صاحب بلاغت اور ذکی القلب آپ ہی کا قبیلہ تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی۔ ظاہر ہے کہ نبوت کا استحقاق اسی کو ہوتا ہے جو کامل الاخلاق ہو اور بعثت انبیاء سے اللہ تعالیٰ کا مقصد حق کو غالب کرنا ہوتا ہے اور ان کے ذریعہ کجرو اور غلط کار لوگوں کو راہِ راست پر لایا جاتا ہے۔

خَلق و خُلق کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش بالکل معتدل تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے۔ موئے مبارک نہ بالکل گھونگریالے اور نہ کوتاہ تھے جیسے حبشیوں کے ہوتے ہیں۔ نہ بہت لمبے بلکہ بین بین تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت جسیم الجثہ تھے نہ بالکل مدور الاعضاء۔ چہرہ مبارک گولائی لئے ہوئے تھا سر مبارک بڑا اور موزوں تھا۔ داڑھی گھنی تھی۔ ہتھیلیاں بھاری اور پُر گوشت تھیں۔ پنجے بھی پُر گوشت تھے۔ رنگ سفید سُرخی مائل تھا۔ اعضاء اور جوڑوں میں فربہی تھی۔ طاقت اور گرفت کے لحاظ سے نہایت قوی اور مضبوط تھے۔ لب و لہجہ میں سب سے زیادہ پُر صداقت۔ نرم خُو۔ نرم طبع۔ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگہانی طور پر یکایک دیکھ لیتا تو ہیبت کھا جاتا اور اس پر رُعب طاری ہو جاتا۔ لیکن اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا رہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور سیرت سے واقف ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فریفتہ ہو جاتا۔ اور باوجود بزرگی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد متواضع اور

منکسر المزاج تھے۔ گھر والوں اور خدام کے حق میں نہایت ہی نرم دل اور مہربان تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ دس برس تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کبھی اُف تک نہیں کہا۔ مدینہ منورہ کی ادنیٰ کنیز و باندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جس خدمت کے لئے اور جہاں چاہتی لے جاتی۔ اور اپنے گھر والوں کی خدمت اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی انجام دیا کرتے تھے۔

فحش گوئی، لعنت و ملامت، گالی گلوچ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت نہ تھی۔ اپنا جوتا خود ٹانک لیتے۔ اور اپنا کپڑا خود سی لیا کرتے۔ اپنی بکری کا دُودھ خود نکال لیتے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ایک اولوالعزم شخصیت تھی اور عزائم و اقدام کی راہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مغلوب اور پست ہمت نہیں کرسکتا تھا۔ حکمت و مصلحت کی کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فوت نہیں ہوا کرتی تھی۔ سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخی اور فیاض اور فراخ دل اور فراخ حوصلہ تھے۔ مصائب اور تکالیف برداشت کرنے میں تمام دنیا سے زیادہ ثابت قدم اور صبر و ہمّت کے پیکر تھے۔ رحم دلی، لطف و مہربانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی تھی نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مگر ہاں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے اور تدبیر منزل اور نظام خانہ داری کی اصلاح اور اپنے اصحاب اور حواریوں کی سیاست اور شہری مصلحت پیشِ نظر ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری قوت سے کام لیتے اور اُن کاموں کا اس قدر التزام فرماتے کہ اس سے زیادہ متصوّر و ممکن نہ تھا۔ ہر ہر چیز کی قدر و قیمت اور ہر ہر چیز کا اندازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہمیشہ عالمِ ملکوت کی طرف رہتی اور فریفتہ وار ذکر الٰہی میں مشغول رہتے اور یہ چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان، کلام اور جملہ حالات

سے ظاہر ہوتی تھی۔ اور غیب سے تائید ہوتی اور برکت دی جاتی تھی اور معجزات کا ظہور ہوتا تھا مستقبل کے حالات منکشف ہوتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرمایا تھا اور حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور تمام انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کی بشارت اور پیشین گوئی فرماتے چلے آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے خواب میں ایک نور دیکھا جس نے اُن کے شکم سے نکل کر سارے کرۂ زمین کو منوّر کر دیا۔ اس خواب کی تعبیر یہ لی کہ ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا دین مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا۔ جنّات بھی، کاہن اور نجومی بھی، واقعات جَویہ اور حوادثات فضائیہ سب ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود و مدارج، عظمت و جلالت کی خبر دیتے چلے آرہے تھے۔ بے شمار دلائل نبوت آپ کی مقدس ذات میں جمع تھے جیسا کہ ہرقل قیصر روم نے بھی خبر دی۔

فرشتوں نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک شق کیا اور ٹانکے لگائے گئے جس کا اثر و نشان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر باقی تھا۔ ابو طالب نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ملک شام کا سفر کیا تو وہاں کے راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شہادت دی۔ جیسے آپ صلے اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے تو فرشتے خدمت میں نمودار ہونے لگے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے بے انتہا محبت تھی۔ تعمیر کعبہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر عورت کھل گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو گئے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت پسند آنے لگی اور "رؤیا ر صالحہ" یعنی عمدہ خواب دیکھتے تھے۔ اس کے بعد "مقام حرا" پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور نزول وحی کی ابتداء ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تشویش طاری ہوئی تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس آتا تھا گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ فرشتے کو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان وزمین کے درمیان بیٹھا ہوا دیکھتے کبھی حرم کے اندر کبھی انسانی شکل میں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ نے فرمایا کہ "کبھی گھنٹی کی آواز میں مجھ پر وحی اترتی ہے۔ کبھی آدمی کی شکل میں فرشتہ سامنے آتا ہے۔ جو کچھ میں سنتا ہوں اسے یاد کر لیتا ہوں"

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ دنیا کے سامنے دعوت اسلام پیش کرو چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت ابوبکر صدیق وغیرہما رضی اللہ عنہم مشرف باسلام ہوگئے۔ توحید کی دعوت اور شرک کی تردید شروع کی تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہوگئے پھر اُن لوگوں نے تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اونٹ کی اوجھڑی ڈالی گئی، چادریں گلے میں ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گلا گھونٹا گیا لیکن صبر کے پیکر ہر قسم کی سختیاں جھیلتے رہے اور ایمان لانے والوں کو نصرت الٰہی کی خوشخبریاں سناتے رہے اور مشرکین کو شکست کی خبر سناتے رہے اس سے کفار اور مشرکین ایذا رسانی میں اور زیادہ شدید ہوگئے۔

جب مصائب ناقابلِ برداشت ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت حبشہ کا حکم دیا۔ (مشیتِ ایزدی) پھر جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا انتقال ہوگیا تو ہجرت کے مسئلہ پر غور و فکر و تمنّا اور آرزو فرمانے لگے کبھی طائف کبھی یمامہ کبھی ہجر کی طرف تشریف لے جانے پر غور فرمایا۔

اسی درمیان میں معراج کا واقعہ پیش آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک سیر کرائی گئی اور یہ سب عالم بیداری میں جسم مبارک کے ساتھ پیش آیا اور شق صدر کے ذریعہ قلب کو ایمان سے پُر کردیا گیا اور بُراق کی سواری پیش کی گئی۔ آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھنے اور منزل بہ منزل ہر چیز کا مشاہدہ

کرایا گیا۔ اس کے بعد معراج ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دُودھ کا پیالہ اور ایک شراب کا پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُودھ کا پیالہ لے لیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ "فطرت کی طرف آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رہنمائی کی گئی اگر آپ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ اور معراج ہی میں پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی اور یہ اجر و ثواب کے اعتبار سے پچاس نمازوں کے برابر ہے۔

اس کے بعد عام قبائل عرب میں دعوت پہنچی تو عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ میں یکے بعد دیگرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر مدینہ منورہ کے انصار نے بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ امر واضح فرما دیا کہ مدینہ منورہ ہی کی ہجرت دین کی سربلندی کے لئے بہتر ہے۔ قریش مکہ کا غصہ اور دشمنی اور تیز ہو گئی قتل کا منصوبہ بنایا چونکہ حق تبارک و تعالیٰ کی جانب سے غلبہ واقتدار کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صادر ہو چکا تھا اس لئے ہجرت مدینہ طیبہ کا حکم ہوا۔ ہجرت مدینہ کے ضمن میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کئی معجزات ظہور پذیر ہوئے۔

① غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سانپ نے کاٹ لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اُسی وقت شفایاب ہو گئے۔

② کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں اُس غار کے منہ تک پہنچ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو اندھا بنا دیا اور اُن کے خیالات کو دوسری طرف موڑ دیا۔

③ غار سے روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک تعاقب کرتا ہوا پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا فرمائی تو اس کا گھوڑا شکم تک سنگلاخ زمین میں دھنس گیا پھر سراقہ نے عہد کیا کہ وہ دشمنوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتا رہے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو اُسے نجات مل گئی۔

④ اُم معبدؓ کی بکری جس کا دُودھ بالکل خشک ہو گیا تھا۔ خوب دُودھ دیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے عبداللہ بن سلامؓ نے حاضر ہو کر تین باتیں دریافت کیں جن کو نبی و پیغمبر کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

① پہلی بات یہ کہ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟

② دوسری بات یہ کہ اہل جنّت کا اوّلین کھانا کیا ہوگا؟

③ تیسری بات یہ کہ وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے بچّہ ماں یا باپ کے مشابہ ہوا کرتا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ قیامت کی پہلی علامت یہ ہے کہ ایک آگ نکلے گی جو مشرق و مغرب تک لوگوں پر پھیل جائے گی۔ دوسرے اہل جنت کی پہلی خوراک مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہوگا۔ تیسرے سوال کا جواب یہ دیا کہ جب مرد کی منی عورت کی منی پر سبقت کرتی ہے یعنی مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ سے پہلے عورت کے رحم میں پہنچ جاتا ہے تو بچّہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کی منی مرد کی منی پر سبقت کرتی ہے تو بچّہ ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن سلامؓ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اور تمام یہودی علماء کے اندر خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے یہود کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا۔

اس کے بعد تعمیر مسجد میں مشغول ہو گئے اور نماز اور نماز کے اوقات کی تعلیم شروع کر دی۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان سکھلائی گئی لیکن فیضان غیبی کا انتظار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا حضرت عبداللہ واسطہ ہو گئے۔ لوگوں کو جماعت و جمعہ اور روزوں کی پابندی، زکوٰۃ کا حکم اور اسلام کی دعوت علانیہ شروع کر دی گئی۔ اور جب مسلمانوں میں وحدت، اجتماع اتفاق و اتحاد کامل طور پر پیدا ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا کہ کفار پر کامل احتیاط سے نگرانی رکھیں۔ واقعۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و

کرم سے مینہ برسایا جس سے ہر طرف پانی پانی ہوگیا اور صحابہؓ نے پانی ضرورت کے لئے جمع کرلیا۔ اور فتح وظفر کی بشارت بھیجی گئی حالانکہ کفار کے لشکر کی تعداد بہت بڑی تھی اور بذریعۂ وحی یہ بھی اطلاع دی گئی کہ کون کون سردار اور کفار کے سرغنہ کس کس مقام پر قتل کئے جائیں گے اور ایسا ہی ہوا سرِ مو فرق نہ آیا۔

قریش کے اسیروں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ قتل کر دیا جائے تاکہ شرک کی جڑیں کاٹ کر پھینک دی جائیں۔ صحابہ کرامؓ نے کسی خیال کے تحت فدیہ لے کر اُن کو چھوڑ دیا مرضی الٰہی کے خلاف عمل کرنے کی وجہ سے مسلمانوں پر عتاب نازل ہوا لیکن پھر معاف کر دیا گیا۔

کچھ یہود نقض عہد کا جرم کر چکے تھے اس لئے بنی نضیر اور بنی قینقاع کو اس جرم میں جلاوطن کر دیا گیا۔ اور کعب بن اشرف کو قتل کروا دیا گیا۔ ابو رافع حجاز کا تاجر تھا وہ مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچاتا تھا اس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے آسانی سے اس کو قتل کر دیا۔ لیکن جب حضرت عبداللہؓ اُس کے گھر سے نکلنے لگے تو ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیا تو وہ بالکل ٹھیک ہوگئے۔

اُحد میں مسلمانوں کو بظاہر شکست ہوئی لیکن اس شکست میں مختلف شکلوں میں رحمت الٰہی کا ظہور ہوا کیونکہ مذہبی بصیرت اور بیداری پیدا ہوئی۔ اور یہ شکست رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کی وجہ سے پیش آئی اس سے صاف صاف واضح ہوجاتا ہے کہ ہر شخص پر اُسی قدر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے جس قدر وہ اعتماد و بھروسہ کے قابل ہو۔ جب حضرت عاصم اور اُن کے رفقاء رضی اللہ عنہم شہید کر دئیے گئے تو بھڑوں کے چھتہ نے اُن کی لاشوں کی حفاظت کی اور دشمن اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔

اس کے بعد غزوۂ خندق ہوئی تو کفار کی ساری فریب کاریاں اُن کے ہی حق میں الٹی ہوگئیں اور مسلمانوں کو کسی قسم کا نقصان نہ ہوا۔ حضرت جابر رضی اللہ

عنہ کے کھانے میں اس قدر برکت عطا کی گئی کہ صرف ایک صاع جَو اور ایک بکری کا بچہ تقریباً ایک ہزار مسلمانوں کے لئے کافی ہو گیا۔

قیصر اور کسریٰ کے محلات کی بربادی پتھر پر ضرب سے شرارے اُٹھنے سے آپ پر منکشف ہوئی اور فتح کی بشارت دی۔ جنگ خندق کے دنوں اندھیری رات میں ایسی سخت آندھی چلی کہ کفار کے دل دہل گئے اور شکست خوردہ بھاگ نکلے۔

بنی قریظہ نے اس موقعہ پر بدعہدی کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے موافق جو لڑنے کی طاقت رکھتے تھے ان کو قتل کر دیا گیا اور ان کے بال بچوں کو قید کر لیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک (حضرت زید رضی اللہ عنہ) نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کا نکاح کر دیا۔

ایک مرتبہ بارش نہیں ہوئی مویشی ہلاک ہو رہے تھے ایک اعرابی نے درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو سات دن تک بارش ہوتی رہی جب بارش ضرر رساں ہوئی تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش رکنے کی دعا فرمائی اے اللہ ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا۔ آپ جس طرف اشارہ فرماتے بادل فوراً ہٹ جاتے۔ اس قسم کے واقعات کی فہرست بہت طویل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد صاحب کا قرض ادا کرنے کے لئے کھجور کے ڈھیر پر تشریف فرما ہو گئے اور قرض خواہوں کو ناپ ناپ کر دینا شروع کر دیا تمام قرض ادا ہو گیا اور کھجور جتنے تھے اُتنے ہی باقی رہ گئے۔

حضرت اُم سلیم کے پاس چند روٹیاں تھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے خوب شکم سیر ہو کر کھالیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق کے خلاف جہاد کیا انسانوں کی شکل میں بہت سے فرشتے نمودار ہوئے جن سے دشمن مرعوب ہو گئے۔ اسی غزوہ میں

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی۔ رحمت الٰہی نے اُن کی براءت فرمادی اور جنہوں نے تہمت لگائی تھی ان پر حد جاری کی گئی۔

ایک بار سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً بارگاہِ الٰہی میں تضرع وزاری شروع فرمادی اسی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور دیوار قبلہ کے درمیان جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا کہ فتح کے ساتھ مکہ میں حلق اور قصر کے بعد داخل ہوں گے بغیر خوف وخطرہ کے اس لئے لوگوں نے ارادہ کیا عمرہ کا۔ لیکن یہی سبب بنا صلح کا اور اس معاہدہ کی وجہ سے بے شمار فتوحات کا دروازہ کھلا جو لوگوں کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر حدیبیہ کنوئیں کا تمام پانی صحابہ کرامؓ نے کھینچ کر استعمال کرلیا۔ پورے لشکر میں سوائے ایک برتن کے کسی کے پاس پانی نہ تھا لوگ شدت پیاس سے بیتاب ہوگئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھ دیا تو آپ کی اُنگلیوں مبارک سے پانی کے سوتے بہہ نکلے جس سے تمام لوگ سیراب ہوگئے۔

اور مخلصین کے خلوص کی جانچ کی غرض سے بیعت رضوان بھی وقوع پذیر ہوئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے "خیبر" کی فتح عطا فرمائی اور کثرت سے مال غنیمت عطا کیا گیا تاکہ مسلمان جہاد کی طاقت بڑھا سکیں اس سے خلافت کے منظم ہونے کی بنیاد پڑگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر خلیفۃ اللہ ہوگئے۔

خیبر کے موقعہ پر یہودیوں نے کھانے میں زہر ملادیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمادیا۔

اسی موقع پر حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو چوٹ لگ گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مرتبہ اس چوٹ پر دم کردیا جس سے وہ شفایاب ہوگئے پھر کوئی شکایت باقی نہ رہی۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قضاء حاجت کے لئے کوئی چیز نہیں ملی تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو درختوں کو بلایا وہ اس طرح چلے آئے جس طرح نکیل کھینچنے سے اُونٹ چلا آتا ہے جب آپ ضرورت سے فارغ ہو گئے تو درختوں کو اُن کی جگہوں پر واپس کر دیا۔

ایک مرتبہ ایک محاربی (جنگجو) نے ارادہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغلوب کردے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب بٹھا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے ہاتھ باندھ دئیے۔

اس کے بعد آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ القاءِ الٰہی قیصر و کسریٰ اور ہر جبار سرکش و منکر کے نام فرمان جاری کر دیا۔ کسریٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی بے ادبی کی اور فرمان کو پھاڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ملک کو پارہ پارہ کر دیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو موتہ (ملک شام میں ہے) روانہ فرمایا۔ وہاں ان پر جو حالت گذری آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ منکشف ہو گئی اس سے پہلے کہ وہاں سے خبر آتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ بتلا دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کا ارادہ فرمایا تو حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مکہ والوں کو اس کی اطلاع دینا چاہی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس قصہ سے آگاہ کر دیا۔ بالآخر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے "مکہ" کو فتح کر لیا۔

غزوۂ حنین بہت صبر آزما معرکہ تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خاندان نے نہایت ہی استقلال کا مظاہرہ فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی اٹھا کر کفار کی جانب پھینکی اس میں یہ اعجاز تھا کہ سب کی آنکھوں میں پہنچی جس سے سارے کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اس طرح یہ معرکہ سر ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے بارے میں جو مسلمان ہونے کا دعویدار تھا اور اس نے کفار سے سخت مقابلہ کیا فرمایا یہ دوزخی ہے۔ قریب تھا کہ کچھ لوگوں کو آپ کے ارشاد میں شک ہو مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے خودکشی کر لی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی نے جادو کیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اصل حالت منکشف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے خواب میں تمام حالات کی خبر کر دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے لئے دعا فرمائی تو اسی دن وہ اسلام میں داخل ہو گئیں۔

ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص آج اپنا کپڑا بچھا کر میری باتیں سنے گا پھر اس کپڑے کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگائے گا تو پھر وہ کبھی اپنی بات کو نہ بھولے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ویسے ہی کیا پھر وہ اپنی بات کبھی نہیں بھولے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شاخ کا سہارا لے کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب ممبر بن گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنے لگے وہ شاخ جدائی برداشت نہ کر سکی چیخنے اور رونے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پکڑ کر اپنے ساتھ چمٹا لیا جس سے اُسے تسکین ہو گئی۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سست گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس کے بعد سے کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کرتا تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جب دین کو کامل طور پر مستحکم کر دیا تو فتوحات کا تانتا بندھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمال اور گورنر مقرر فرمائے اور قاضی بھی۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر گرمی بہت شدید تھی اور مسلمانوں کی حالت نہایت شکستہ تھی لیکن اس میں اللہ تعالیٰ نے فتح دے کر رومیوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت وعظمت کا سکہ قائم فرما دیا۔

جب دین پورے طور پر مکمل ہو گیا تو سورۂ برا ءت (سورۂ توبہ) نازل ہوئی تو مشرکین سے تمام معاہدے کالعدم ہو گئے۔ نجران کے نصاریٰ کو مباہلہ کی دعوت دی لیکن وہ ہمت نہ کر سکے اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم

کے ساتھ حج کے لئے نکلے اور مناسک حج کی تعلیم دی۔ کفر و شرک کی تمام تحریفات و تبدیلیوں کی اصلاح فرمائی۔ جب ارشاد اور ہدایت کا کام مکمل ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کا وقت قریب آگیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو انسانی صورت میں آپ کے پاس بھیجا انہوں نے صحابہؓ کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کی حقیقت دریافت کی تو آپ نے وضاحت فرمادی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی تصدیق کرتے گئے۔

جب آپ بیمار ہوئے تو ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہ کلمہ جاری تھا "الرفیق الاعلیٰ" (مجھے رفیق اعلیٰ سے ملنے کا شوق ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کے دین کا کفیل اور محافظ بن گیا اور ایک ایسی قوم کھڑی کردی جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتی تھی اور کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتی تھی۔ اس قوم نے تمام جھوٹے مدعیانِ نبوّت اور روم و عجم کے مقابلہ میں جہاد کا اعلان کردیا تاآنکہ دین الٰہی پوری طرح غالب ہوگیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوگیا۔

فتنوں کا بیان

وہ فتنے جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی

① اوّل انسان کی اپنی ذات کا فتنہ ہے۔ جس سے اس کے قلب کے اندر قساوت اور سیاہی پیدا ہوجاتی ہے اور وہ طاعت و عبادت میں حلاوت اور مناجات میں لذّت سے محروم رہتا ہے۔ پھر یہ کہ انسان کے تین اصولی حصّے ہیں:۔

① ایک قلب جس میں احوال و جذبات پیدا ہوتے ہیں مثلاً غصّہ، دلیری، حیا، محبت خوف وغیرہ۔

② دوسرا عقل ان تمام علوم کا مبدا ہے جن کی انتہاء حواس پر ہے مثلاً وہ بدیہی احکام جو تجربہ، حواس، حدس وغیرہ سے معلوم ہوں۔ یا دلائل و براہین سے۔

③ تیسرا طبیعت جوکہ تمام نفسانی رغبتوں کا مبدا ہے مثلاً کھانا پینا، جماع وغیرہ

① اب اگر قلب پر بہیمیت غالب آجاتی ہے تو ایسے انسان کو "شیطان اِنس" کہتے ہیں (یعنی شیطانی انسان)۔ اور اگر قلب پر مَلکی خصائل غالب آجاتے ہیں تو اُسے قلبِ انسانی کہتے ہیں۔ اور جب یہ خصائل مَلکی یعنی قلب انسانی، انسان کی محبت۔ خوف وغیرہ عقائدِ حقہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو قلب کی صفائی ہو جاتی ہے اور اس کا نور ترقی کرتا ہے تو اس قلب کو "روح" کہتے ہیں۔

② اسی طرح عقل کا معاملہ ہے جب عقل پر خصائل بہیمیہ غالب ہو جاتے ہیں تو قلب جھنجلا جاتا ہے اور اس کا نفس جذبات طبیعیہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اگر خواہش نفس کی جنبش پیدا ہوتی ہے تو ہمبستری کے خیال میں گم ہو جاتا ہے بھوک معلوم ہو تو کھانے کے خیال میں گم رہتا ہے۔ اسی طرح جب شیطانی خیالوں سے مغلوب ہوتا ہے تو سچے اعتقادات میں شبہات پیدا کرتا ہے اور ان افعال کی طرف اس کا میلان رہتا ہے جن سے نفوس سلیمہ کو نفرت ہے۔ مَلکی خصائل کا اثر بھی عقل کے لوازم سے ہوتا ہے جن علوم اور جن باتوں کی تصدیق ضروری ہے ان کی تصدیق کی جاتی ہے۔ پھر جب عقل نور و صفائی کے اعتبار سے قوی تر ہو جاتی ہے تو اس حالت کو "سِر" کہتے ہیں اور بذریعہ خواب یا بذریعہ فراست وحدث یا کشف اور ہاتف غیبی علوم کا فیضان ہوتا ہے اور جب عقل کا میلان زمان و مکان سے بالاتر ہو جاتا ہے تو اسے "خفی" کہتے ہیں۔

③ قلب اور عقل کے بعد اب اگر طبیعت انسانی خصائل بہیمیہ کی طرف مائل ہو جائے تو اُسے "نفس امارہ" کہتے ہیں۔ اور اگر یہی طبیعت بہیمیہ اور مَلکیہ کے درمیان کبھی اِس طرف کبھی اُس طرف جھکتی رہتی ہے تو اُسے "نفس لوامہ" کہتے ہیں۔ اور اگر یہی طبیعت شریعت کی قیود کی پابند ہو جائے تو اسے "نفس مطمئنہ" کہتے ہیں۔ میرے نزدیک معرفت لطائف انسانی کا یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے۔

واللہ اعلم

(۲) دوسرا فتنہ۔ فتنۂ اہل وعیال یعنی نظام خانہ داری میں فتنہ وفساد ہوتا ہے مثلاً ابلیس میاں بیوی میں تفرقہ ڈلواتا ہے۔

(۳) تیسرا فتنہ۔ سمندر کی طرح موجزن ہوتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " شیطان اس امر سے مایوس ہو گیا کہ جزیرۃ العرب میں نماز پڑھنے والے اس کی عبادت کریں گے۔لیکن وہ اُن میں فساد ڈلواتا رہے گا۔"

(۴) چوتھا فتنہ۔ فتنۂ ملیہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے حواری لوگ وفات کر جائیں گے تو نااہلوں کے ہاتھ میں دین کے اختیارات چلے جائیں گے مشائخ اور علماء کرام دین کے بارے میں تعمق وغلو شروع کر دیں گے اور سلاطین اور بے علم لوگ دین میں سستی اور غفلت کرنے لگیں گے۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرنے والا کوئی نظر نہیں آئے گا۔

(۵) پانچواں فتنہ۔ وہ ہے جو سارے آفاق میں انسانیت کے متقاضیات کی بالکل تحریف کر دیں گے اس وقت سب سے بڑا زکی اور زاہد وہی ہوگا جو اپنی مرضی اور طبیعت کے تقاضوں سے اپنے کو الگ رکھے گا اور ان کی اصلاح کی پروانہیں کرے گا۔اور عام لوگ بہیمیت میں جذب ہو جائیں گے۔کچھ لوگ ان دونوں فریقوں کے بین بین ہوں گے کہ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ۔

(۶) چھٹا وہ فتنہ ہے جو آسمانی حوادث سے متعلق ہے جس میں عام تباہی و بربادی کا خوف ہوتا ہے مثلاً تباہ کن طوفان، وبا کا پھیلنا، زمین کا پھٹ جانا، دنیا میں دور تک آگ کا لگنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " تم اگلے لوگوں کے تمام طریقوں میں قدم بہ قدم چلو گے جیسے بالشت کے ساتھ بالشت اور گز، گز کی برابری کرتا ہے حتیٰ کہ ان میں سے گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی ویسا ہی کرو گے۔"

اور ارشاد فرمایا کہ " صالح اور نیک بندے درجہ بدرجہ ختم ہوتے جاتے ہیں ناقدرے سبک طبع ایسے باقی رہتے جائیں گے جیسے جَو کی بھوسی اللہ تعالیٰ کے نزدیک

اُن کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "اسلام کی ہدایت نبوّت اور رحمت سے ہوتی ہے اس کے بعد خلافت اور رحمت کا زمانہ آئے گا اس کے بعد گزند بادشاہت آئے گی۔ اس حکومت کے بعد جبر و ظلم، تمرد و سرکشی اور فساد فی الارض کا زمانہ آئے گا لوگ ریشم، شرمگاہ اور شراب کو حلال اور درست سمجھیں گے۔ اسی حالت میں ان کو رزق دیا جائے گا اور ان کی امداد کی جائے گی تاآنکہ لوگ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے جا ملیں گے۔

میں (حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ نبوّت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے پر ختم ہوگئی۔ اور وہ خلافت جس میں تلوار نہیں تھی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اور اصلی خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سبکدوشی پر ختم ہوگئی۔ گزند بادشاہت کا زمانہ وہ ہے جب صحابۂ کرامؓ بنوامیہ سے لڑتے رہے اور بنوامیہ سختیاں کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت قائم ہوگئی۔ اور جبر و سرکشی کا زمانہ بنو عباس کی خلافت کا ہے کہ انہوں نے خلافت کو قیصر و کسریٰ کی رسوم و عادات میں ڈھال لیا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک پیشین گوئی حق ثابت ہوگئی)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قلوب پر اس طرح فتنے اتریں گے وہ قلوب کو گھیر لیں گے جیسے چٹائی کی تیلیاں باہم ایک دوسرے میں پیوست ہوتی ہیں جن قلوب میں فتنے سرایت کر جائیں گے ان میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جائے گا اور جو قلوب ان فتنوں کو قبول نہیں کریں گے ان میں سفید نقطہ پیدا ہوگا چنانچہ قلوب دو قسم کے ہو جائیں گے ایک سفید چٹان کی طرح صاف و بے داغ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں کوئی فتنہ ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ دوسرا سیاہ گرد آلود ٹیڑھے کوزے کی مانند جو منکر و معروف کی پہچان ہی نہ کر سکے گا بجز اپنی خواہش کے جو قلب میں سرایت کر گئی ہے۔"

امانت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "امانت طبیعت کی جڑ میں پیدا ہوا کرتی ہے پھر اس کا علم قرآن و حدیث کے ذریعے حاصل ہو جاتا ہے۔"

امانت کے جاتے رہنے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا کہ "امانت کا اثر دل سے آہستہ آہستہ جاتا ہے پہلے اس کا نور ختم ہو کر تیرگی رہ جاتی ہے پھر ظلمت کا اثر دیر پا ہوتا ہے۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "یارسول اللہ! کیا اسلام سے پہلے جو تاریکی پھیلی ہوئی تھی وہ بعد میں بھی پھیلے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا اس سے بچنے کی کیا شکل ہے؟ فرمایا کہ تلوار نجات دے سکے گی۔ میں نے عرض کیا تلوار کے بعد بھی کچھ تاریکی باقی رہے گی؟ فرمایا ناخوشی اور ناگواری سے حکومت قائم ہوگی اور مکر و فساد سے صلح ہوگی۔ عرض کیا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا لوگ گمراہی کی طرف بلائیں گے اس وقت اگر کوئی خلیفہ موجود ہو جو باطل کاموں پر تیرے پیٹ پر کوڑے لگائے اور تجھ سے مال وصول کرے تو اس کی اطاعت کرنا ورنہ افسوس و غم کی حالت میں مرجانا۔"

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تلوار سے نجات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوئی کہ اہل عرب مرتد ہو گئے تھے اور ناخوشی کی حکومت اور باہمی نزاع حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے عہد میں۔ اور مکر و فساد کی صلح حضرت معاویہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کے عہد میں۔ اور گمراہی کی طرف بلانا ملک شام میں یزید اور عراق میں مختار وغیرہ کا عہد تھا یہاں تک کہ عبدالملک بن مروان کی حکومت مستقل ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ اخلاس کا ذکر فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ اس میں کیا ہوگا؟ فرمایا بھاگنا جنگ کرنا (اور ایسا ہی ہوا کہ اہل شام نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تھی جب وہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ آگئے تھے) اور فرمایا کہ اس کے بعد فتنہ سرا ہوگا جو ایسے شخص سے ہوگا جو دعویٰ کرے گا کہ وہ اہل بیت میں سے ہے حالانکہ وہ مجھ میں سے نہیں ہوگا مجھ سے قریب متقی لوگ ہیں (اس سے مراد یا تو مختار کا غالب آکر کہنا کہ میں اہل بیت کا قصاص لیتا ہوں قتل و غارتگری

کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھ میں سے ہوگا کا دعویٰ کرے گا یعنی اہل بیت کے گروہ اور انصار میں سے ہوں۔ یا ابو مسلم خراسانی کا خروج عباسیوں کے مقابلہ میں اس کا کہنا تھا کہ میں اہل بیت کی خلافت چاہتا ہوں) اس کے بعد تمام لوگ ایک شخص سے صلح کرلیں گے (مختار نے مروان اور اولاد مروان سے صلح کی اور ابو مسلم کی سفاح پر صلح ہوگئی تھی) لیکن اس کی حالت کچھ منظم نہ ہوگی۔ اس کے بعد فتنہ دہماء ہوگا کہ کوئی شخص اس کے تھپیڑے سے محفوظ نہ رہے گا جب لوگ کہیں گے کہ اب انتہا ہوگئی تو یہ اور لمبا ہو جائے گا (ایسا ہی ہوا چنگیزی مسلمانوں پر غالب آگئے اور ممالک اسلامیہ میں خوب غارتگری کی)۔

قیامت کی علامات۔ فرمایا کہ "علم اُٹھ جائے گا اور جہل کی کثرت ہوگی زنا اور شراب کی زیادتی ہو جائے گی مرد کم ہو جائیں گے عورتیں زیادہ ہو جائیں گی پچاس پچاس عورتوں پر ایک مرد کی حکمرانی ہوگی"۔

شریعت میں حشر کے دو معنے آئے ہیں ایک قیامت سے پہلے جب لوگوں کی قلت ہو جائے گی تو بعض لوگ مختلف تقریبوں کی وجہ سے اور بعض آگ کی وجہ سے ملک شام میں جمع ہوں گے اور دوسرے موت کے بعد زندہ ہونا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اسلام کی چکی تینتیس ۳۳ یا چھتیس ۳۶ سال تک گردش کرتی رہے گی پس اگر لوگ ہلاک ہو جائیں تو ان کی ہلاکت ایسی ہے جیسے اگلوں کی ہوئی اور اگر ان کا دین قائم رہا تو ستر برس تک باقی رہے گا۔ پوچھا گیا ستر سال آئندہ ہے یا گذشتہ سالوں کو ملا کر فرمایا کہ گذشتہ سالوں کو ملا کر"۔

ابتدائے بعثت سے لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک ستر برس ہوتے ہیں۔ اس کے بعد فتنہ وعاۃ الضلال قائم ہوگیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم سے وہ لوگ لڑیں گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی (یعنی ترک) وہ تم کو تین مرتبہ ہٹائیں گے۔ یہاں تک کہ جزیرۂ عرب سے تم میں سے پہلی دفعہ بھاگے گا وہ بچ جائے گا دوسری مرتبہ کچھ بچیں گے کچھ ہلاک

ہوں گے تیسری مرتبہ وہ استیصال کر دیں گے۔" واللہ اعلم۔

پہلا حملہ چنگیزی دوسرا تیمور کا حملہ اور تیسرے میں عثمانیہ حکومت غالب آئی۔

المناقب

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب اُن اُمور پر مبنی ہیں جو نفسانی ہیئت اور حالت کے اعتبار سے جنت میں داخل ہونے کے قابل ہو جایا کرتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں نمائش نہیں ہے اور انہوں نے وہ تمام اوصاف مکمل کر لئے ہیں جن کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں کہ شیطان اُن کا راستہ چھوڑ کر دوسری طرف بھاگ لیتا ہے۔ اور فرمایا کہ میری امت میں سے اگر کوئی ملہم بالغیب ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ اور ان کو خواب میں جنت کے ایک محل میں دیکھا کہ بڑی لمبی چوڑی قمیص پہنے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچا ہوا دودھ انہیں عطا فرمایا جس کی تعبیر یہ لی کہ علم اور دین سے ان کو کافی ملے گا۔

اُمت کی آپس میں فضیلت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میری اُمت کی صفت بارش کی سی ہے میں نہیں جانتا کہ پہلا مینہ اچھا ہے یا اخیر۔"

اور ارشاد فرمایا کہ "تم میرے صحابہؓ ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے۔"

ہر زمانہ میں مختلف اعتبارات سے مختلف وجہیں فضیلت کی ہوتی ہیں۔ جو قرون بالاتفاق بزرگ تھے اُن میں بھی بعض لوگ فاسق و منافق بھی تھے مثلاً اِنہیں زمانوں میں حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار وغیرہ تھے۔ اس میں بھی کوئی

شک نہیں کہ قرنِ اول کے جمہور لوگ قرنِ دوم کے جمہور لوگوں سے افضل تھے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے چلے گئے۔ اور توارث جب ہی ممکن ہے کہ اُن لوگوں کی تعظیم و توقیر کی جائے جنہوں نے وحی کے موقعوں کا معائنہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو آنکھوں سے دیکھا تھا اور دوسرے مذاہب کی آمیزش سے ان کو پاک رکھا تھا۔ پس تمام اُمّت میں افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اُن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ واللہ اعلم

اب ہم بس کرتے ہیں تاکہ یہ کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں وہ سارے موضوع جن کا ہم نے ارادہ کیا تھا اختتام پذیر ہو جائے۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اول و آخر، ظاہر و باطن میں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اللہ تعالیٰ کی بہتر مخلوق محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آپ کی اولاد پر اور تمام صحابہؓ پر۔

تمت بالخیر

تلخیص حجتہ اللہ البالغہ

از

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

تلخیص و ترتیب

سید رضی الدین احمد فخری

دارالفکر و التحقیقِ اسلامی ،پاکستان